TEXT PROBLEM WITHIN THE BOOK ONLY

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_222403

UNIVERSAL
LIBRARY

٨٩١٤٣١٥ ٤٦٣

OUP—591—29-4-72—10,000.

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. ٨٩١٤ د٣١٥ Accession No. U 1463

Author س ن

Title تعشر لعلم سنسكرت

This book should be returned on or before the date last marked below.

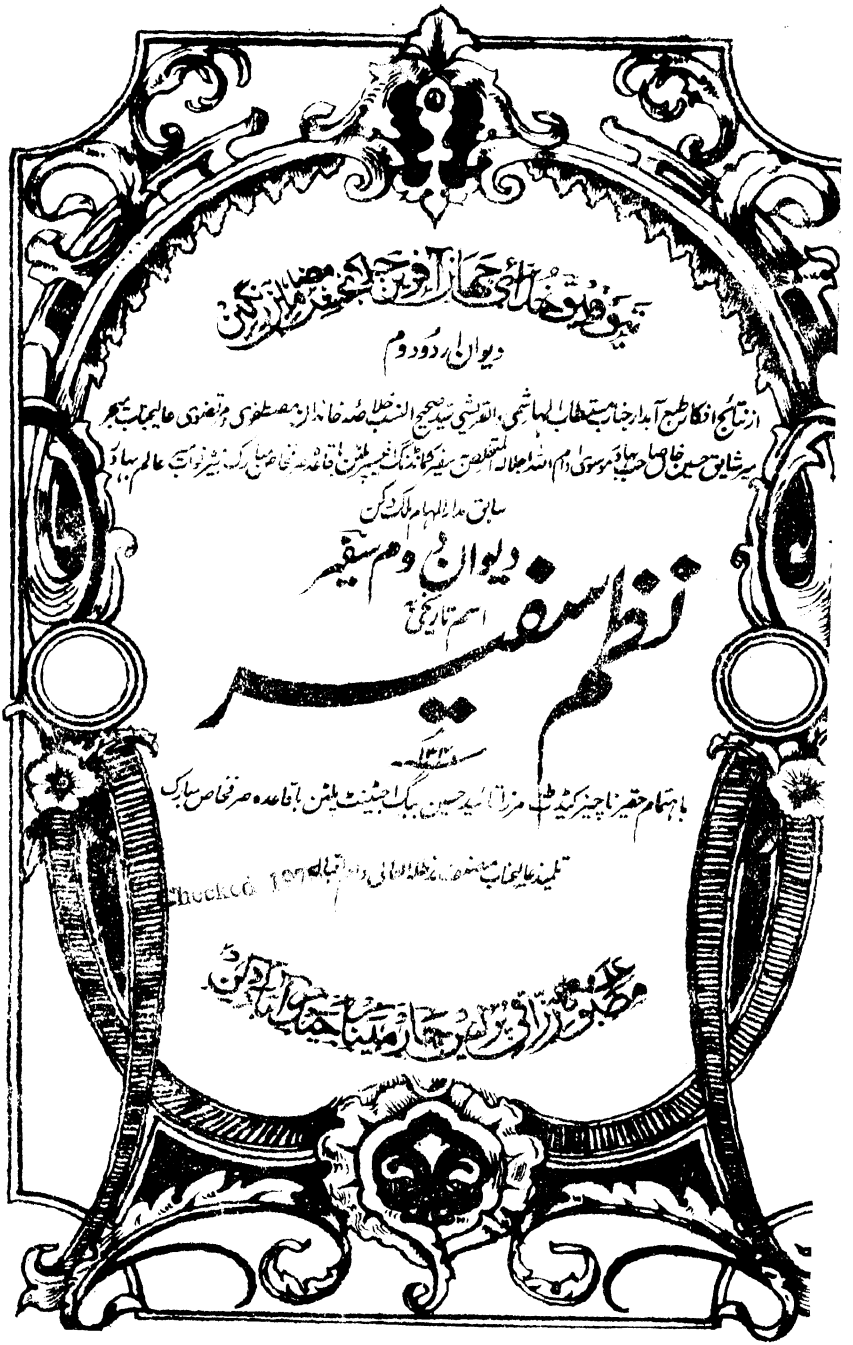
دیوان دوم
از نتائج افکار طبع آبدار جناب مستطاب الہاشمی القریشی سید صحیح النسب خلاصۂ خاندان مصطفوی مرتضوی عالیجناب مبجل
سید شاہ حسین خاں صاحب بہادر موسوی دام اللہ اجلالہ المتخلص بسفیر کلانونگ سفیر پلٹن با قاعدہ خاصہ مبارکہ بشیر نواب عالم پناہ
سابق مدار المہام ملک دکن
دیوان دوم سفیر
اسم تاریخی
نظم سفیر
۱۳۲۱
باہتمام حقیر ناچیز کریڈٹ مرزا حامد حسین بک ایجنٹ پلٹن باقاعدہ صرفخاص مبارک
تلمیذ عالیجناب منشی خلیل الرحمان صاحب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

چکیدۂ قلم مضامین رقم عالیجناب شمس العلماء نواب [illegible] امداد امام صاحب بہادر

المتخلص باثر عظیم آبادی ظلہ العالی

جناب نواب میر سید شایق حسین خاں صاحب کی عالیخاندانی سے زیادہ واقف ہے بزرگان آپ کے ہندوستان و ایران میں علم و فضل اور بھی شرافت و دینداری کے اعتبار سے نہایت نامور گذرے ہیں آپکا خاندان عالی ایک عرصہ دراز سے مشہور خاص و علم و ہا آپ کے جد امجد نواب بہادر صاحب غفران مآب گذشتہ زمانے میں عہدۂ دکن کے قاضی ترین مدار المہام تھے۔ آپکے والد ماجد سے جناب شریعت مآب مفتی میر عباس صاحب مجتہد العصر نام اور ترین عدالت دوران گذرے ہیں بہرحال بہروست میر صاحب بہادر کے علو مرتبت ذاتی و خاندانی کا ذکر یہ قلم الحروف کو مدنظر حقیر ہے۔ یہاں یہ قلم الحروف مفخر الیہ کے عمدہ اوصاف حمیدہ سے مجبور آپ کے کمالات شاعری کی نسبت

جاری ہے قصاید اور مرثیوں کا ذخیرہ بھی کسی برس ہوئے کہ شایع ہو چکا اہل نظر سے زیور تحسین و آفرین حاصل کر چکا ہے یہ دوسرا دیوان غزل کا بھی بفضلہ تعالیٰ حلیہ طبع سے آراستہ ہو گیا انکی طبیعت کا خاص طرز روانی و آمد ہے لیکن نازک خیالی سے بھی بنوٹ سے بھی معنی آفرینی سے بھی خالی نہیں ہے ۔

چکیدۂ قلم جناب مولوی سید محمد صاحب ابی اے المتخلص بہ مجوی سابق ناظم صدر عدالت سشن جج (حال وظیفہ یاب) حسن خدمت سرکار عالی

ہمارے مکرم و معظم دوست میر نواب شایق حسین خاں صاحب بہادر المتخلص بہ بیخود کمانڈنگ افسر لیٹن باقاعدہ صرف خاص مبارک کا تعلق حیدرآباد دکن کے ایک ایسے خاندان سے ہے جو ظاہری وجاہت اور دنیاوی عزت کے ساتھ ساتھ علمی اور ادبی میدان میں ہمیشہ ممتاز و سربرآوردہ رہا ہے ۔ یعنی میر ابوالقاسم خاں شوشتری المخاطب نواب میر عالم بہادر صدر اعظم ریاست حیدرآباد دکن اور آپ کے حقیقی بھائی سید زین العابدین خاں شوشتری المخاطب بہ میر میران از سلک امرائے اعظام و سپہ سالار دولت حیدری و نیز نواب مولوی عبداللطیف خاں صاحب

کامل النفس اصحاب نے ملاحظہ فرما کر پسندیدگی کا تمغہ عنایت فرمایا ہے۔ اس لئے نہ تو کے کلام کو پبلک سے تعارف کرانیکی ضرورت باقی رہتی ہے اور نہ کسی تعریف اور توصیف کی حاجت جن حضرات کو مذاق سخن ہے۔ اور وہ اس خیالی تن کے غیر محدود اور نازک قاعدوں سے آشنا ہیں وہ خود اس دیوان کو دیکھکر اس امر کا فیصلہ فرمائینگے کہ جو کچھ ان دونوں بزرگواروں نے جناب میجر سفیر صاحب بہادر کے کلام کی نسبت تحریر فرمایا ہے وہ بالکل صحیح اور درست ہے۔

چکیدۂ قلم جناب کپتان سید حسن محی الدین حسین صاحب مہتمم شفاخانہ پلٹن باقاعدہ صرف خاص مبارک سرکار عالی

ہمارے میجر نواب میر شائق حسین خاں صاحب سفیر افسر کمانڈنگ پلٹن باقاعدہ صرف خاص مبارک کی عالی خاندانی دفتوں سپاہ گری کے متعلق ہیں اس وقت کچھ لکھنا منظور نہیں ہے۔ چونکہ آپ کا کلام اس [illegible] پیش نظر ہے جس کے متعلق میں اپنی رائے ظاہر کرنا چاہتا ہوں۔ اولا یہ کہ جو افسر کہ اپنے فرایض منصبی کے انجام دہی کے بعد اپنا وقت علمی مشاغل

چکیدہ قلم جناب علامۂ عصر فاضل بے بدل عالم بے مثل جامع معقول و منقول حاوی فروع

و اصول مولانا الحاج سید اشرف جاہ صاحب شمسی پروفیسر کلیہ جامعہ عثمانیہ

جناب نواب میر شایق حسین خاں صاحب بہادر جاگیردار میسور کمانڈنگ پلٹن باقاعدہ صرف خاص مبارک علامہ دہر فاضل الزماں سید نعمۃ اللہ جزائری کے اولاد سے ہیں علامۂ موصوف صاحب تصانیف کثیرہ اور علماء وقت میں ممتاز تھے علامۂ ممدوح کے فرزند ارشد فاضل اجل سید نور الدین کے فرزند دلپسند سر برآوردہ اور سرآمد روزگار دو شخص ہیں ایک سید زین العابدین وزیر امرائے عظام و سپاہ سالار دولت خداداد خلد اللہ ظلہ العالی المخاطب بہ میر عالم سند نشین ریاست حیدرآباد دکن تھے۔ فاضل زمانہ سید زین العابدین سپاہ سالار دولت خداداد میسور نواب میر شایق حسین خاں صاحب بہادر کے جد عالی اور علامہ وقت مفتی میر عباس صاحب قبلہ مجتہد لکھنؤی فرنگی محل اور استاد اوستاد عربی و فارسی و فاضل الدہر سناد الملک آقا سید علی شوستری نواب صاحب کے اعمام سے ہیں اس خاندان کے بزرگوں کو ہر زمانہ میں علم و دولت سے افتخار رہا ہے

قصیدہ در مدح قطب الاقطاب حضرت میر مومن صاحب قبلہ استرآبادی وزیر دولت سلاطین قطبیہ اعلی اللہ مقامہ

مہک رہا ہے یہہ خوشبو آج کس کا مزار
حیا سے سر بہ گریبان ہے نافۂ تاتار

ہر ایک پھول سے بوئے بہشت آتی ہے
کہین نہ اوٹھ کے چلی آئی ہو وہین کی بہار

فلک سے بہر زیارت ملک بھی آتے ہین
صفیر طائر سدرہ ہے یا یہہ صورت ہزار

مہک جو آتی ہے پھولونکی کنج مرقد سے
نسیم باغ بہی کرتی ہے اپنی جان نثار

نظر ٹھہرتہین سکتی ٹکٹکی کے آنکھون سے
شعاع مہر ہے یا شامیانہ زرتار

مجاوردن کا یہ دل باغ باغ ہو کیونکر
کہ گل کھلاتی ہوئی پھرتی ہے نسیم بہار

ملیگا آج ثواب سعادت دارین
پہرے طواف گھرون سے چلے صغار و کبار

کسی طرف نظر آتا ہے گلرخون کا ہجوم
کہ جسپہ گلشن انجم کو کردے چرخ نثار

لباس فاخرہ پہنے ہوئے سب آتے ہین
عمامہ سر پہ کسی کے کسی کے ہے دستار

شریک بزم ہو آ آکے ہو رہی ہین ئیس
ہٹو بڑہو کی ہر اک سمت ہو رہی ہے پکار

مشاہدہ مین کوئی ہے مراقبے مین کوئی
فقیر ایک طرف اک طرف ہین دنیادار

تمام اہل معانی و صاحب باطن
تمام بادۂ عرفان سے بے خود و سرشار

قصیدہ در مدح قطب الاقطاب حضرت میر مومن صاحب قبلہ استرآبادی وزیر دولت سلاطین قطبیہ اعلی اللہ مقامہ

سلاطین قطبیہ کے وزیر دولت حضرت میر مومن صاحب استرآبادی کی مدح مین یہ قصیدہ ہے

ا

یہ مزار اس بزرگ کا ہے آج
نزول رحمت باری سے جسکی ہے معمور

وہ ولی جو کہ ہے زمانے مین
ہم پہ اس سے گزرے ہین دل کی مراد

اسکی ذات شریف مین ہین جمع
پیر مین مرشد کے ہے یہی تعریف

اسکی ہمت کا دائرہ کھلتا ہے
اسکی اس کو نہین ہے فرصت یاد

نہ کس طرح ہو تحیر جبین و ابرو سے
ہلال یک شبہ دیکھا قرین ماہ تمام

اگر وہ ہے شب معراج تو یہ ہے نوروز
ہے جیسی صبح دل آویز ویسی پیاری شام

نظر وہ آنکھ ملاتے ہی برچھیاں مارے
وہ آنکھ قلب بسیما سے چین لے آرام

وہ حسن ماہ دو ہفتہ بھی جس سے دل مین خجل
ضیائے مہر کی روکش صباحت اندام

مثال حضرت موسیٰ مرے حواس تھے گم
کہ نور برق سر طور تھا عیان لب بام

ہزار غمزۂ خونی نے دور باش کہا
ہزار اُس کی ادانے دکھائی مجھکو جام

ہوا نہ خوف ذرا مجھکو اُس کی ہمت بڑھا
بنا تھا دل مرے پہلو مین صبغم آجام

نظر جو اُس سمن اندام سے دوچار ہوئی
عجب ادا سے کیا اُس نے شکر کے سلام

سکوت کر کے ذرا اور رکھا تو پھر یہ کہا
تو کیستی و کجا آمدی و نام کدام

دیا یہ مین نے بصد عجز اُس پری کو جواب
چھپاؤن آپ سے کیونکر کہ فقیر ہے مرا نام

ہے میرا خانہ فی الحال فوج شاہی مین
ستم رسیدہ و مظلوم و بیکس و ناکام

زمانہ ہو گیا خالی مرے بزرگون سے
کہان نصیب مین میرے وہ عیش و آرام

کوئی عزیز تھا اُن مین مقرب خاقان
کوئی مہام وزارت کو دیتا تھا انجام

کوئی تھا میر زمان کوئی میر عالم تھا
خطاب و منصب و جاگیر پاتے آئی تمام

وہ اون کا دور گیا یہ مرا زمانہ ہے
وہی زمین وہی گردون وہی سحر وہی شام

مناظرہ کا جو لون نام تو بڑے گی بحث
کروں جو ذکر مطول تو ہو گا طول کلام

اگرچہ خطۂ ملک دکن ہے رشکِ ارم
ارم میں نام کو ستھی نہیں بجز ارام

وہان شراب مصفا ہے اور حور و قصور
یہاں ہے لعبت سحار و بادۂ گلفام

وہان ترانۂ دلکش بہ اہتزاز نسیم
یہاں ہے صلصل سارنگ و صوت ہر ہنگام

بہشتیوں کے گلے میں فقط ہیں حلۂ سبز
یہاں ہیں مختلف الوان جام ہائے انام

اگر وہاں ہیں اطاعت کیواسطے غلمان
یہاں بھی ویسے پری چہرہ خور ہیں غلام

اگر ہے دلکش و دلجو وہاں کی شام و سحر
ازل سے دست و گریبان ہے یاں بھی صبح و ظلام

بہشتیوں کو نہیں احتیاج مایحتاج
بغیر زر نہیں چلتا یہاں کسی کا کام

وہاں ہے خازنِ جنت فرشتہ اک رضوان
یہاں ہے والیٔ ملکِ دکن حضور نظام

بہ مدحِ شاہ اگر مطلعی کنم عنوان
شود ز دیدنِ او دنگ صبح آئینہ فام

مطلعِ ثانی

جو اس کی رائے منور ہو سائبان غلام
رہے نہ نام کو پھر تیرہ بختیٔ ایام

وہ اوج و جاہ و حکومت میں ہے سلیمانِ عصر
رہیں نہ جادۂ طاعت پہ کیوں ہو انام مسلم

مطلع ثانی

سے تخت پر اسکے عثمان عالی بخانی
پڑا ہمان سے فریدون کرے عمل رانی

دیگر
قصیدہ نظامیہ

کرے نہ کس لئے تعظیم شاہ شیخ حرم	ق	پہنے طواف نہ کس طرح باندھ لے احرام
سپر ہے اسکی حفاظت کے بیچ میں حائل		چلے عیادت ضیغم کے واسطے اغنام
نہ خوف پنجۂ شہباز ہے نہ خوف عقاب		نشیمنوں میں نوازن ہے کبک اور حمام
سنی ہے عدل حضور نظام کی شہرت		جواہر آپ کو کھینچے نہ کیوں بہ سلک نظام
پڑے جو پر تو مہر اسکی قدر بڑھ جائے		ابھی عقیق کے ہم رتبہ ہو ترش کے رخام
جمال بخت مرے شہ کا روز افزوں ہے		یہ وہ سحر ہے کہ جسکی کبھی نہ ہوگی شام
جو شہ کا ابر کرم اسطرف برس جائے	ق	تو آب بحر نظر آئے سب کو نقرۂ خام
عطا ہو فیض سے اسکے یہ ماہیونکو شرف		چمک کے نکلے عثمانیہ ہون نلس تمام
الٰہی شاہ مرا شاہ ہفت کشور ہو		ہمیشہ تخت فریدون سے ہے یہ اقدام
ترا ہی کام ہے ہر معرکہ کو سر کرنا		ترا ہی عزم ہے اقبال شاہ نیک انجام

سفیر بخت ترا چمکے شکل طرۂ شاہ
تو سبز رور ہے یون جیسے شاہ کی صمصام

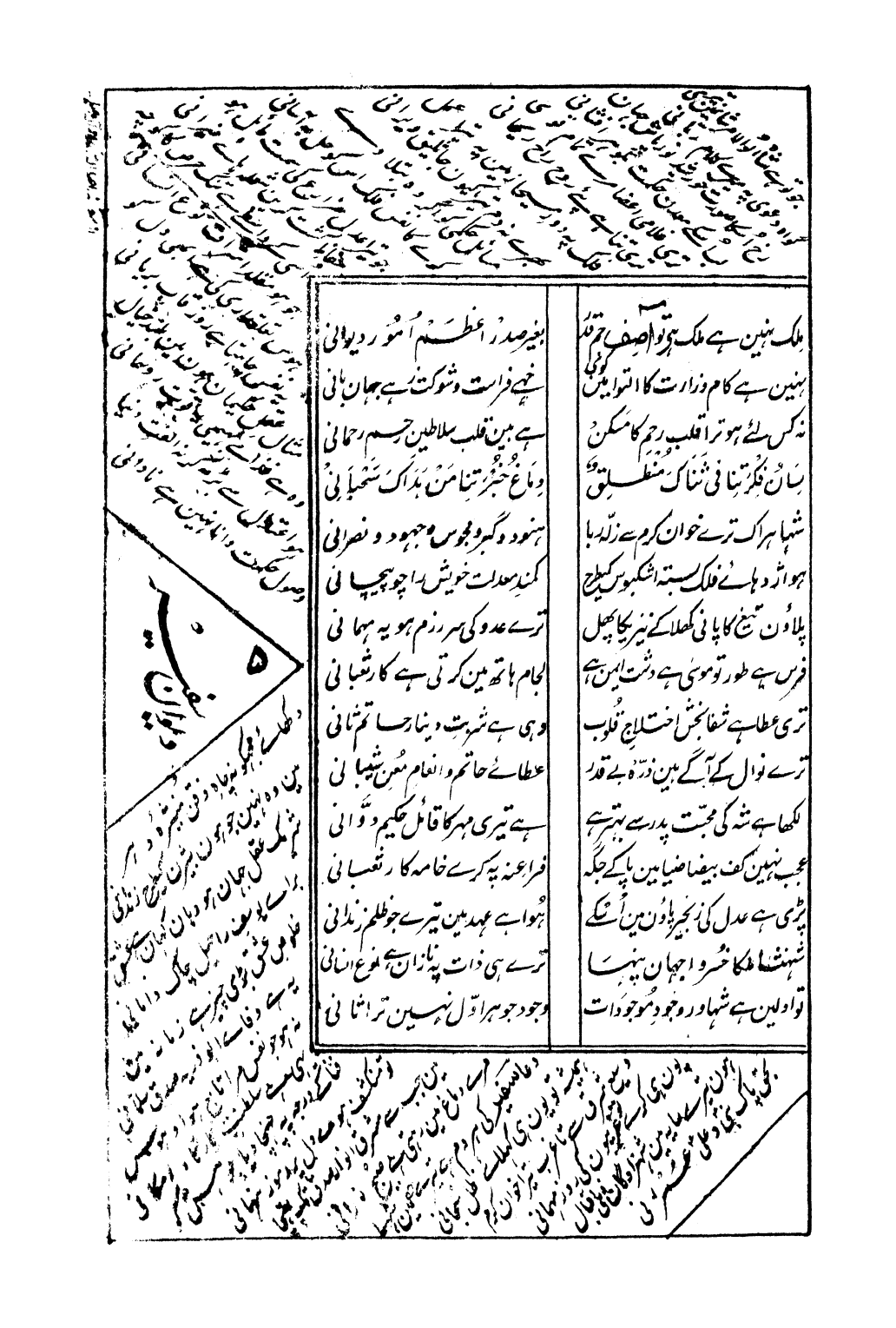

تری جلو مین ہمیشہ ہو کہکشان کا علم	برائے ساحت اجلال و جیش سلطانی

سفر مدینہ کا ہو شاہ صدر زین پہ رہے
رہون جلو مین مین تمھارے رکاب سلطانی

قصیدہ در تہنیت جشن سالگرہ مبارک اعلیحضرت قوی شوکت سلطان السلاطین ظل سبحانی خلیفۃ الرحمانی نواب میر عثمان علیخان بہادر دام اقبالہ پادشاہ دکن خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ میگوید۔

آج دل کیون نہ بنے غنچہ اسرار ازل	شجر طور ہے اس باغ کی اٹھتی کوپل
غرہ ماہ رجب سالگرہ شاہ کی ہے	خود بخود آج شگفتہ ہے مرا باغ امل
چہرہ مہر پہ ہے آج شفق کا غازہ	صبح کیونکر نہ ملے ماتھے پہ اپنے صندل
آہ الکاملہ صفائی کی کوئی حد بھی ہے	سوجگہ بار بھاری کا گیا پاؤن پھسل
ٹوپیون کے لئے اطفال نباتات کی آج	لائیگی کارگہ باغ سے شبنم مخمل
زرگل کی نظر آئیگی جو گلشن مین کمی	سونا برسانے کو آئینگے سنہلے بادل
ہے اجالا جو لب جو تو اندھیرا سر کوہ	کالکا بنگئی بجلی تو کنھیا بادل

ہے مہ و مہری سے جیش نباتی کا نظام
کیون منظم نہو دونوں ہین فرنگی جنرل

کیا عجب ہے کہ جو دیکھے فلک مینائی
طارم تاک کو لے خوشہ پرویں سے بدل

ہے جوانان چمن کیلئے لالے کا ایاغ
نوش دارو گل خودرو کو چمن مین خطل

کہکشان عکس شفق سے نظر آتی تھی یون
مانگ مین جیسے دلہن کی کوی بھرے وصندل

ہے شفق مہر جہانتاب کے رخ کا غازہ
عرق گل مین کیا چرخ نے شنجرف کو حل

ناز سے برق کا ہے عہد کے جانبہ خطاب
کب برستے ہین زمانہ مین گہ جی اول

شاہدان چمنستان بھی ہین کیا شوخ و شریر
قطعہ ہنسکے کہنے لگی نرگس کو جو سوسن شقفل

منہ بنا کر یہ کہا اُس نے کہ لی اپنی خبر
تو وہ چنچل ہے کہ آنکھون سے اڑا دی کاجل

جطرف دیکھیے آتا ہے نظر جوش بہار
رنگ گلشن کا نہ شیشے کی طرح جائے اُبل

ہو کھٹکنے مین بھی نغمہ کی صدا مین پیدا
بیضۂ زاغ بھی لے آئین تو نکلے کوئیل

رنگ تیشون کا بھی ہو نیلگا دھانی ساقی
بط مۓ باغ سے اُڑ جائے نہ بنکر ہیل

نیزہ تانے ہوئے پھرتا ہے سماک رامح
ہے طرفدار بہار آج سماک اعزل

مدح سرکار مین وہ نور کے ہون شعر سفیر
چشم خورشید مین جس سے ابھی آجائے سبل

میر عثمان علیخان بہادر جمجاہ
عید کا چاند سمجھتے ہین جسے حوت و حمل

نہ فلک ہین ترے رتبے کے مقابل مین نہ نیر
ساحت قدر مین ہے عرصۂ گیتی خردل

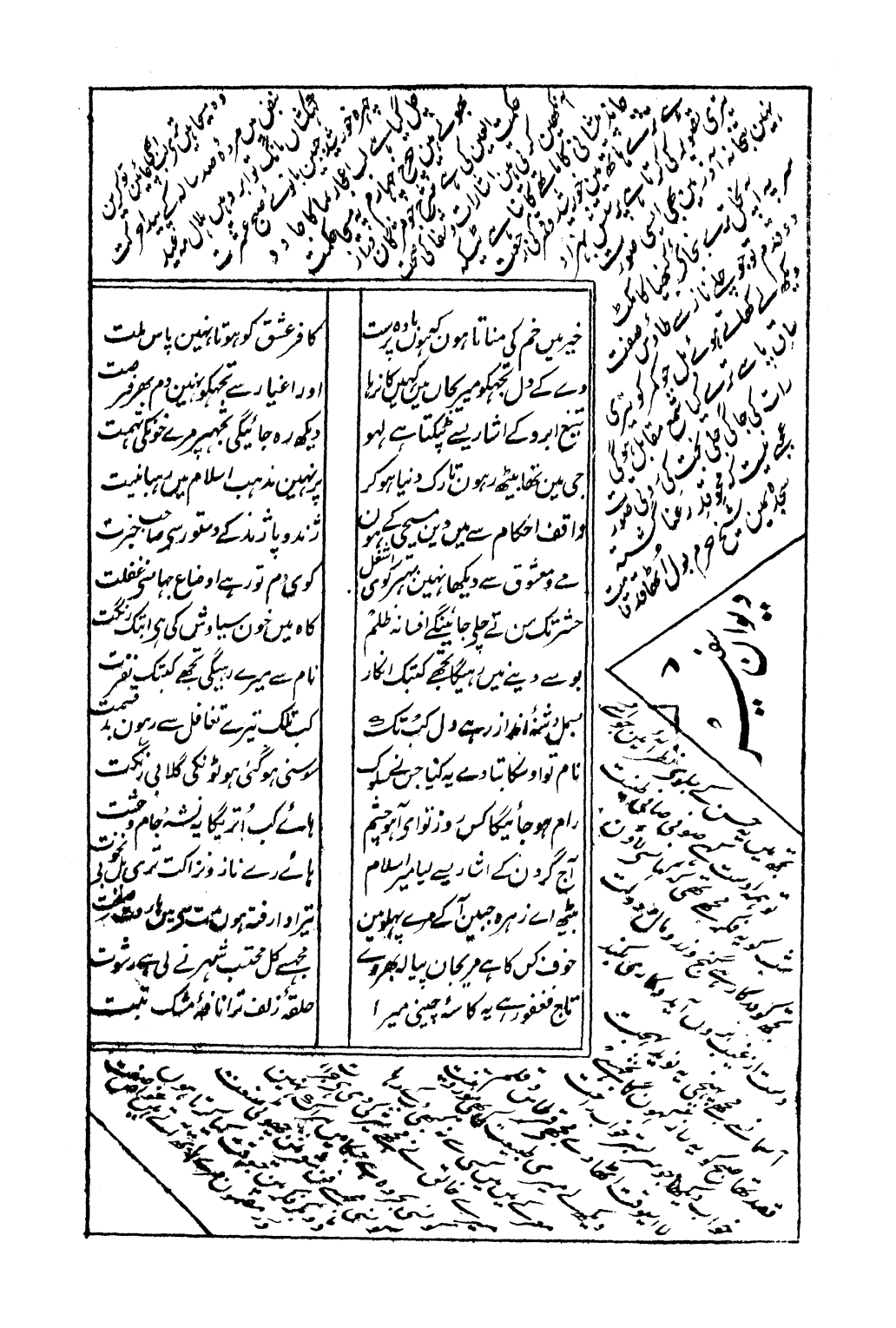

ہے مری نظم مسمط مگر ان موتیوں سے
جس سے ہو گردن محبوب سخن کی زینت

چار جانب ہے رباعی کی مری خاک بندی
شش جہت میں ہے مسدس کی ترک شوکت

مدح حضرت کے سبب ہے مراتب ہی بلند
ہے مرے شعر کی شعرا سے زیادہ رفعت

اشہب خامہ کو کیونکر نہ میں سرپٹ پھیکوں
مجھکو معلوم ہے میدان سخن کی وسعت

مرے سرکار کا اقبال مرا حامی ہے
جسکی ہے روشنی عقل چراغ ملت

میر عثمان علیخان بہادر جنکا
جن کے دروازے کے دو ہیں آج رفعت

مطلع ثانی

وہ فلک رتبہ ثریا پہ ہے جسکو رفعت
ماہ کامل ہے جہاں آج جسکو چراغ علو

تحت اقدام ترے مسند اقبال و کرم
نشتر لاد نہ کہا ہیں مسکن ہیبت

نو خیانہ سے عیاد ہوا تعارض کی شان
طنطنہ کوس کا ہو شمہ آلتفات

یکشنبہ چاند جلو میں ترے جاہی کا علم
اسپہ سنقوش ہو جو کچھ وہ نظر کی آیت

جگمگے عرو شوں کے زمیں کیوں نہ ثوابت
جام کو شرم ہے تر ازم ہے تیری جنت

وصف لکھنے میں حیا کے مجھے سرخی کے لئے
چاہیے روے عروسان سخن کی حمرت

دو قدم دوڑ کے اقبال قدم لیتا ہے
چومتی ہے ترے بازو کو جو فتح و نصرت

تیغ یوں دوڑتی ہے فوج عدو میں جیسے
جوہری کرتا ہے قاموس میں تصحیح لغت

سبک ایسی ہے کہ کہتے ہیں اسے موج نسیم
کسطرح اڑتے نہ اوراق کتاب فطرت

تیری تلوار سے باطل ہوئی حاسد کو دلیل
نہ چلی عالم منطق کی قضا سے حجت

تیرے خاتم میں یہ کیونکر ہو نگیں اقبال
زندہ کر دیتا ہے کشتوں کو سر دست

مانگ میں جیسے دلہن کے کوئی بھرے وصندل
تیری تلوار کے نابوں میں ہے ایسی حمرت

رزم گہ سے تیری پہنچا ہے فلک پر جو غبار
آج ظاہر ہوئی معنی نجوم کدرت

رشتۂ عزم جہانگیر کی تیرے یہ کشش
بھر کاموس کشانی ہو کمند سطوت

چشم بد رو و محبوب حسین ہے تری تیغ
روز چار آئینہ میں دیکھتی ہے جو صورت

یوں دم جنگ چمکتی ہے وہ مانند ہلال
سب دعا پڑھتے ہیں جب ہوتی ہے اسکی رویت

تیری تلوار سے جاری ہیں لہو کے چشمے
اسکے نابوں کے ہی جوہر سے عیاں فیضیاف

ایک ہی وار میں چورنگ ہے راکب مرکب
تیری تلوار کو کیا آتی ہے ضرب و قسمت

اسکی ایراد ہے ہر ایک دلیل قاطع
رہے معلول ہی باقی نہ تو ثابت علت

تیغ تیری ترے دعوے پہ دلیل روشن
قطع کر دیتی ہے جو عہد کی حجت

برق خاطف ہی عدو کے لئے تیری تلوار
اسکی جھنکار ہے آوازۂ کوس رحلت

عالم اکبر و اصغر سے پڑی ہے یہ بحث — مہ و خورشید کو ہی تجھسے بھلا کیا نسبت

کونسا تبہ وہ ہے جو نہ ملا ہے تجھکو — تیرے ہی واسطے اتمت علیکم نعمت

کوئی کہتا ہے ترا مثل کسی کو تو کہے — فکر ہر کس بحہاں است بقدر ہمت

مجھسے پوچھو تو قسم کہا کے کہوں گا میں بھی — اس زمانہ میں نہیں تجھکو کسی سے نسبت

تیرے احسان کے مقابل میں بھلا کسکی زبان — ہو ترا شکر بھلا وہ بھی بقدر ہمت

آجکے دن تو جہاں میں ہے وہ عالی رتبہ — آسماں کو ہے تری مرتبہ ہی اک نسبت

خوبیاں لاکھوں تری اور یہ کلک و زبان — لکھ سکے کچھ ترے وصاف خدا کی قدرت

مورد لطف ہے تیرا زمانہ میں سفیر — تو سلامت رہی دنیا میں بجاہ و حشمت

ہو مبارک مرے سرکار کو یہ سالگرہ
اختر بخت رہی کوکب صبح عشرت

در مدح یکے از سرداران لشکری گوید

محاسن ہیں ان میں محامد ہیں ان میں
غرائب عجائب عجائب غرائب

کمالات کا ان کے کیونکر بیاں ہو
نہ حد محامد نہ حصر مناقب

نہ کیوں بخت و اقبال دونوں ہو سجدہ ریز
وہ ہے پیشکار اور یہ ان کا نائب

محبت میں یعقوب و یوسف ہیں دونوں
اب و ابن مانند یک جان در دو قالب

نہ ہو رونق رزم و بزم ان سے کیونکر
کبھی ہیں مجاہد کبھی ہیں مراقب

مقابل صفات حمیدہ کے ان کے
مذاہب ہوں غیروں کے ساری مثالب

مرے ساتھ کی تم نے نیکی ہمیشہ
فاعطاکم اللہ خیر المواہب

نمی خیزد از سطوت قہر گردون
کہ تا پاد من ہست حق در نوایب

دو حق فارق کفر و اسلام باشد
ز تیغ قوت انکشاف غیاہب

خود عرب یا قشوں عجم ہو
تری فوج بے شبہ ہو سب پہ غالب

ترے آگے کیا ترے اعدا کی ہستی
یبوث مغاضب ہیں مثل ثعالب

ز عزم تو در صید گاہ تو ماند
شکار پلنگان شکار ارانب

ترا اک پیادہ بھی ہنگام ہیجا
اولٹ دیگادم میں صفوف کتائب

شرر زار تیغ تو کوہ سیہ شد
کبھم ھوا فاضاء الغیاھب

ترے کف کافی سے کیونکر نہ ہوتی
قشوں نظامی کثیر المواہب

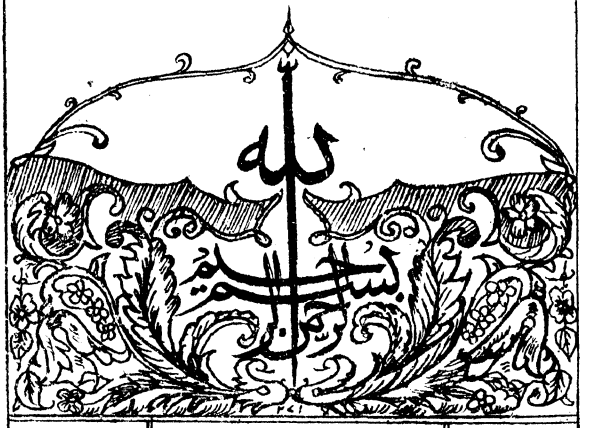

ردیف الف

دیواں میں ذکر خیر جو ہے اک جمیل کا
آئینہ بن گیا ہے مسیح و خلیل کا

تلوار کی ہے دھار تری معرفت کی آہ
عالم جو نقش پا پہ ہے چشم قتیل کا

حکمت میں تیری دخل نہیں فلسفی کو کچھ
دعوے ابھی مرے کے دیکھتا ہے منہ دلیل کا

اک موج اُس کریم کے بحر کرم کی ہے
سنتے ہیں شور ہم جو بہشت سلسبیل کا

اُس کے غضب سے کسکو جہاں میں اماں ملی
لشکر تباہ ہو گیا اصحاب فیل کا

احد کے نام میں جو میم احمد کا بھی شامل ہے
کلس نکر چمکتا ہے وہ بسم اللہ کی گنبد کا

دعا اپنے خدا سے بس یہی ہے اے سفیر اپنی
زباں پر مرتے دم جاری رہے کلمہ محمد کا

بھڑک اٹھیگا جب شعلہ جنونمیں قلبِ سوزانکا
بنے گا شیر کا دیدہ چراغ اپنے بیاباں کا

اٹھاتا بوت یارب کس غریقِ سوزِ ہجر انکا
کہ شعلہ آکے کاندھا دیگیا برقِ درخشاں کا

سبکدوشی ہے جو ہمرنگ جاں یہ جسم لاغر ہے
زمیں منت کش ہی اس غبارِ عرشِ جولاں کا

چٹکنا غنچو کا کھلنا گلو کا باغِ عالم میں
فریبِ عشق بازی ہے نسیمِ صبح گاہ رکا

سماتا ہی چلا جاتا ہے جو اسمیں غمِ عالم
میرا دل شیشۂ ساعت ہی کیا ریگِ بیاباں کا

قناعت پیشہ ہو جاتو اگر لذت پہ مرتا ہے
یہی اک خوان ہے عالم میں نعمتہائے الواں کا

اگر جام و سبو ہے انتظار ابر کیا معنے
بھروسہ کسطرح ہو لاابالی پیشہ رہماں کا

مزاجوشِ شباب اٹھتی جوانی اونکی آفت تھی
اِدھر بیٹھے اودھر ٹہلے اِدھر تا کا اودھر جہاں کا

پریرویانِ عالم داغ دل کی قدر کرتے ہیں
اتر آیا ہے نقش مہر سرکارِ سلیماں کا

ہو دو دل کہ موج زنگ آرایش میں داخل ہی
خیال اپنا ہی شانہ طرۂ زلفِ پریشاں کا

وہ شور لنترانی سخت منزل طور پر چڑھنا
تجلی گاہ اوسکی دل تھا موسیٰ عمراں کا

یہی طاقت رہیگی گر ہمارے دست وحشت کی
ملیگا دامنِ محشر سے چاک اپنے گریباں کا

ہلال عید بھی آتا ہلال بنکے گیا
اسی وہ بھی دن کے گھڑی دیکھنے کے گیا

مقابل چاند کے چمکا ہلال بنکے گیا
شکایت میں کہ دو ٹکڑے کے ان خوردپیو نے

پتا بھی پیکا جس روز درگاہ سلیماں کا
رقم تھا کیا دس تعزیت بلقیس کو جسم

کہ تو پر مرے دھوکا ہوا طاؤس کا
چلیگا پھر کب جادو ترا اے نرگس نابینا

مجھے کیوں آئینہ دکھلا رہی ہے چشم حیراں کا

شبِ فراق میں کب جان پر عذاب نہ تھا
کہ رات بھر مجھے ظلمت کدہ میں خواب نہ تھا

خدنگِ ناز کا کوئی جو سدِ باب نہ تھا
میرے جگر کے بھی زخموں کا کچھ حساب نہ تھا

شکستِ توبہ کی آوازِ فصلِ گل میں سنی
وہ کون تھا جو خرابات کا خراب نہ تھا

حریف سے وہ گلے مل رہے تھے عید کے دن
مجھی سے شرم تھی اوس سے ذرا حجاب نہ تھا

یہ گم ہوئی تھی سیاہی میں شامِ فرقت کی
جو شب کو ماہ نہ تھا دن کو آفتاب نہ تھا

گئے اُدھر سے بھی خط اور اُدھر سے بھی آئے
کسی میں ایک بھی تسکین کا جواب نہ تھا

مریضِ غم کو اگر اپنے دیکھ جاتے آپ
نہ تھا گناہ بھی کوئی اگر ثواب نہ تھا

شبِ وصال میں سوتے رہے وہ صبح تلک
رہیگا یاد کہ یہ بھولنے کا خواب نہ تھا

شمار میرے گناہوں کا تھا جو ناممکن
میرے کریم کی بخشش کا بھی حساب نہ تھا

ذرا سی پیتے ہی جان آئی جان میں ساقی
غذائے روح تھی یہ ساغرِ شراب نہ تھا

وہ گالی دیتے ہیں الٹے مجھی سے کہتے ہیں
جناب آپکی جانب کوئی خطاب نہ تھا

اگر تھی بحث تو پینے میں اور پلانے میں
جنابِ شیخ کو رندوں سے اجتناب نہ تھا

ہزار شکوہ گھر پوچھتے ہوئے آئے
مزا تو یہ ہے کہ قاصد بھی ہمرکاب نہ تھا

ہزار حیف نہ کی قدر کچھ جوانی کی
کوئی زمانہ بجز عالمِ شباب نہ تھا

سفیر کون سے دن جھومتے نہیں نکلے

محیط ہے دلِ پُر داغ سے وہواں اُٹھکر
بغل میں داب کے طاؤس کو سحاب آیا

مقابل اوسکے کہاں تاب تھی ٹھہرنے کی
نہ روزِ حشر بھی نیزے پہ آفتاب آیا

تباہ کر ہی دیا آہِ گرم نے دل کو
یہ جل نہ جائے کہیں سیخ پر کباب آیا

گمان ہونے لگا چشمِ مست ساقی کا
ہمارے سامنے جب ساغرِ شراب آیا

اس اضطراب میں کیا جانے لکھ گئے کیا ہم
نہ لکھنا اب کوئی خط واں سے یہ جواب آیا

جو شب ہوئی تو بنا ماہ اُسکی بزم کی شمع
سحر کو آئینہ دکھلانے آفتاب آیا

خدا بچائے اس الطاف و مہربانی سے
ہنسا وہ جس سے ذرا لبِ ہیں عتاب آیا

وہ صیدِ تیرِ نظر ہو گیا پھڑکنے لگا
کوئی جو تھامنے اوس ترک کی رکاب آیا

عجیب مرغِ آتش ہے یہ خدا بخشے
شکار کھیلنے طاؤس کا سحاب آیا

میں آبرو سے رہا کی نہ ہونے کی خواہش
گھڑی کی طرح مقدر میں میرے آب آیا

بچا لیا ہمیں تر دامنی نے محشر میں
چمک چمک کے بہت سر پہ آفتاب آیا

دہانِ یار ہے معدوم اور کمر عنقا
میرے سوال کا یہ غیب سے جواب آیا

وہ مست ہوں کیا رو رو کے اپنا دل خالی
فراق میں جو نظر شیشۂ شراب آیا

سیاہ کاریاں کب تک سفید بال ہوے
جنابِ شیخ اُٹھو سر پہ آفتاب آیا

سفیر دفن جو یہ خاکسار ہونے لگا

جسے دیکھا اُسے شاکی ہی پایا دورِ گردوں کا
صدف کے بھی کلیجے میں ہے چھالا دُرِ مکنوں کا

زمیں بھی اُس گھڑی چکر کے ملجاتی ہے گردوں سے
قیامت خیز ہوتا ہے بگولا میرے ہاموں کا

الٰہی اُس کی دولت ہوگئی ناپید کیوں ایسی
پتا ملتا نہیں زیرِ زمیں بھی گنجِ قاروں کا

وفورِ گاؤ بانی ہو گیا سب گاؤ خورد افسوس
جہاں میں نام تک باقی نہیں قصرِ فریدوں کا

جگر کیسا کہا کا دل خدا اس عشق سے سمجھے
لگا دی آگ گھر بھر میں اسے پھر کہا اُسے پھوں کا

چمن میں شانِ شوکت ہی دوبالا ہوگئی اُس کی
پڑا جب سرو پر سایہ تمہارے قدِ موزوں کا

نظر میں سانولی صورت ہے اِک لیلےٰ شمائل کی
بہت بھاتا ہے دل کو میرے سایا سیدِ مجنوں کا

اُبل کر رازِ اُلفت اُس نے افشا کر دیا سب پر
بہت ہی ظرف چھوٹا تھا ہماری چشمِ پُرخوں کا

اِشارہ قتل کا تھا یہ کہ مطلب اور ہی کچھ تھا
نہیں کھلتا معما ابروؤں کی بیت موزوں کا

سیاہی سے سیاہی آج تک کس نے جدا کی ہے
شبِ تاریک قسمت ہے اندھیر از لفِ شبگوں کا

تغافل کیش اس کمبخت کا سا بھی نہیں کوئی
مری آہوں کے بادل ہیں کہ پنبہ گوش گردوں کا

بھلا تقدیر سے تدبیر کا بھی زور چلتا ہے
اجل نے کر دیا آخر کو اوندھا خم فلاطوں کا

نہیں ہے سہرِ یہ موباف گویا اِک اشارا ہے
کیا ہے اُس کی چوٹی نے ارادہ آج شبخوں کا

خدا کے فضل سے اقبال چمکیگا سفیر ایسا
گڑیگا ایک جھنڈا مرے بختِ ہمایوں کا

۵

ماتمی ہوں اپنے خالق شکر میں مسجد ہوا کہ دیر
کب مرا دعوت دعا منظور ہے خواب کا

دامنِ صحرا سے دامن بھیگا سیلاب کا
پھول لانے کے لیے ہیں جیب گلہائے شگوں
داغ ہے دل ہمارے قرب احباب کا

اپنی ہی صورت ادب آموز اپنی ہو گئی
آئینہ خانہ میں ملتا ہے سبق آداب کا

شانہ ہائے زلف تو ہیں مشق چاک چاک
چاندنی راتوں میں آئینہ ہے کام مہتاب کا

کوئی دیکھتا ہوں تو اب میں اکثر قرائن سے
رات دن چکر ہی میں رہتا ہے سر گردش کا

دیکھتا ہوں تو اب میں اکثر قرائن سے
کسی نے لاکر رکھا ہے دل میں آئینہ کس کا

دولت و اعزاز کی موجود ہے تحریر میں
کر دیا قرآں نے خاکی نسخہ آداب کا

جان دی فرقت کی شب اک تقا کی یاد میں
ملگیا گوشہ کفن کو چادرِ مہتاب کا

خطِ سبز یار کو کیونکر نہ میں دیکھا کروں
لطف ہی کچھ اور ہے اس سبزۂ شاداب کا

یہ بھی اپنے جد کی مستحکم نشانی ہے سفیر
یادگارِ میر عالم بند ہے تالاب کا

طالبِ دیدار ہے دل اُس سراپا نور کا
چاہیئے کاجل ہو آنکھوں میں چراغِ طور کا

اور رونے کو جو جی چاہے گا مجھ رنجور کا
لہر بن لیگا وادی ایمن میں دریا نور کا

جلگیا ٹھیرا اگر آکر مسافر دور کا
دھوپ سے کچھ کم نہیں سایہ بھی نخلِ طور کا

چاہیئے خامہ کو میرے صفحۂ میدانِ حشر
کھینچنا منظور ہے نقشہ شبِ دیجور کا

دُھن عدم کی میں نے باندھی دیکھکر شامِ فراق
سوجھتا ہے مجھکو تاریکی میں مضمون دور کا

جان ہونٹوں پر رہا کرتی ہے جس کے ہجر میں
بار بار آئے گلہ لب پر نہ کیوں اُس حور کا

نوکِ مژگاں پر نظر آیا جو اپنا لختِ دل
دار پر چڑھنا مجھے یاد آگیا منصور کا

تیر نے اُس کے کلیجے میں جگہ کرلی مرے
گر گیا منزل پہ آتے ہی مسافر دور کا

آسماں پر صبحدم یارب یہ کیسی ہے شفق
کیا کلیجہ پھٹ گیا غم سے شبِ دیجور کا

کیا حرارت ہے مرے زخمِ جگر کی دیکھنا
گرم ہو جاتا ہے پانا مرہم کافور کا

ہجر کی شب نیش زن ہے ہر ستارہ کی شعاع
ہے گماں بامِ فلک پر خانۂ زنبور کا

محبت میں یہی اپنا طریقہ عمر بھر رکھا
کسی کے ہو رہے ہم یا کسی کو اپنا کر رکھا

خوشامد کی بھی حد کی پاؤں پر ظالم کے سر رکھا
نہ مانا اُس کے درباں تو نے پٹھی میں زر رکھا

ہوا تھا جلکے دل اکسیر جو سوزِ محبت سے
مہوس نے ہماری خاک کو شیشوں میں بھر رکھا

امیروں سے رہی نفرت ہمیشہ ہم فقیروں کو
توکّل میں خدا کے فضل کو پیشِ نظر رکھا

ہوا دل خون اپنا چشمِ میگوں کی محبت میں
مئے گلرنگ سے فرقت کی شب پیمانہ بھر رکھا

محیطِ عشق سے آساں نہیں تھا پار ہو جانا
شناور اس میں وہ تھا شیر کا جس نے جگر رکھا

نہیں ہے میکدہ میں بیعتِ پیرِ مغاں آساں
ہوا سب بہن مئے ہم نے نہ گھر رکھا نہ در رکھا

نہ ہو روزِ قیامت آفتابِ حشر سے زحمت
اسی سے میکدہ میں اپنا دامن ہم نے تر رکھا

چُھری کی نوک سے کم تھیں نہ منقار عنادل کی
گلوں کی دید کی خاطر قفس کو چاک کر رکھا

لگی برچھی کوئی کاری نہ اُس سفاک کو دل پر
مرے نالوں کو قسمت نے مری کیا بے اثر رکھا

صفائے قلب سے کرتا ہے روشن زندگی انساں
سفیر اس نے مجھے ممنون اپنا عمر بھر رکھا

وہ ترکِ دہر میں صیدِ افگن زمانہ ہوا
کہ نسرِ طائرِ گردوں تلک فشانہ ہوا

جو خطِ سبز کا تیرے بیاں فسانہ ہوا
چمن میں سبزۂ بیگانہ بھی یگانہ ہوا

اُداس ہو گیا صیاد خامشی سے مری
پڑی یہ فکر کہ نقصانِ آب و انہ ہوا

ہوا پرست سے ہے دور طائرِ مقصد
یہ مرغ تیر ہوائی سے کب نشانہ ہوا

سفیرِ شانِ کرم بس وہیں نظر آئی
جو سجدہ گاہ مری اُس کا آستانہ ہوا

طفل بازی کوش ہوں میں مکتبِ ایجاد کا
دل دہل جاتا ہے سُنکر نام بھی اُستاد کا

حال کیا جانے گی شیریں عاشقِ ناشاد کا
بے ستوں سے پوچھئے سر پھوڑنا فرہاد کا

جب نہ خنجر سے کٹا سر عاشقِ ناشاد کا
بار بھی مُڑ کر لگی مُنہ دیکھنے جلاّد کا

خاکساری کرتی ہے عالم میں انساں کو عزیز
کیوں نہ آنکھوں میں ہو گھر خاکستر برباد کا

اُس پری کے وصل سے تو فیر کتنی بڑھ گئی
خط سلیماں نے لکھا مجھکو مبارک باد کا

کیا ہوا اے دہر نے رکھا ہے چکّر میں صدا
چرخ میں پاتا ہوں عالم آسیائے باد کا

دہر میں ابتک اُسی نعمت سے ہیں ہم بہرہ ور
شکر ہم سے کیا ادا ہو سلیمی اُستاد کا

تیر رستم سے نہیں کم زال دُنیا کی ادا
نوجوانوں کو بچاتا کب ہے تن فولاد کا

چومتے رہتے ہیں اکثر ابرو دے جانا کو ہم
حوصلہ کعبہ میں ہے دل کو خدا کی یاد کا

یہ ریاضت ہو ریاکاری کی چھوڑیں اہلِ حرص
مرتبہ حاصل نہ ہوگا بوذر و مقداد کا

زیرِ دستونکی بھی سنتے ہیں کہیں گردن بلند
آسماں تک شور کب ہو پنجۂ مری فریاد کا

سچ تو ہے خانہ بدوشوں سے خرابی گھر کی ہے
کچھ نہیں ملتا ٹھکانا سیل بے بنیاد کا

پروازکناں پہنچا جنت میں عقاب اپنا
جو برچھیوں اُڑاتا تھا اپنا وہی مرکب تھا

تھی اُس سے مری ہستی وہ جسم تھا میں سایہ
وہ مجھ سے جدا کب تھا میں اُس سے جدا کب تھا

مولا ہے سفیر اپنا بیشک ہے امیر اپنا
جو فاتح خیبر تھا جو قاتل مرحب تھا

اُس نے اُڑایا ہے میرے دل کا نشانہ کیا
تیر افگنی میں اُس کا ہوا ہے فسانہ کیا

کل شام کو تو اُس نے کیا عذر در دسر
کرتا ہے آج دیکھئے پھر وہ بہانہ کیا

بُلبل ہے شاد کام تو گلچیں ہے باغ باغ
گلشن میں لُٹ گیا زر گل کا خزانہ کیا

سُرمہ ہوا ہوں گردش چشم سیاہ سے
پامال اُس سے بڑھ کے کریگا زمانہ کیا

نرگس نہیں دکھاتی ہے آنکھیں جو باغ میں
سُنبل کے ہاتھ میں بھی نہیں تازیانہ کیا

شاہوں کا دور بھی نہ رہا اس جہان میں
بدلا ہے ایک آن میں رنگ زمانہ کیا

اُفتادگی جو باعث نشو نما ہوی
سرسبز ہو کے خاک سے نکلا ہے دانہ کیا

وہ رشک گل نہیں ہے جو ہمراہ باغ میں
ان بُلبلوں کا مجھکو خوش آئے ترانہ کیا

طوفان اشک و آہ سے میں ہو گیا تباہ
یاں نذر سیل و باد ہوا آشیانہ کیا

ہر دم کی برہمی ہے مضرت رساں ضرور
اب گیسوے صنم سے الجھتا ہے شانہ کیا

پیدا ہوے ہزار حسیں اُس کے عکس سے
مسکن بنا ہے یار کا آئینہ خانہ کیا

غزل

گلبدن سیمتن و ماہ رخ و زہرہ جبیں
ایک تجھسا نہ کرے گردشِ دوراں پیدا

شوخی و ناز و ادا اور کرشمہ انداز
ہو گئے اب تو کئی جان کے خواہاں پیدا

کچھ بھی ناوک فگنی کا ہے اگر اُسکو خیال
منچلا مجھسا تو کرے صفِ مژگاں پیدا

دشت و حشت میں کہاں تک میں پھروں سرگرداں
نہ ہوے پر نہ ہوے خضر بیاباں پیدا

عنصری جسم کو چھوڑیں تو ہوں عالم پہ محیط
چار دیوار کے گرنے سے ہو میداں پیدا

ہے جو منظور کہ آئینۂ دل صاف رہے
دل میں ہرگز نہ کدورت کرے انساں پیدا

سرد آہیں جو کروں میں شبِ فرقت میں **سفیر**
فصلِ گرما میں بھی ہو فصلِ زمستاں پیدا

غزل

کی سیر آسمانوں کی تا لامکاں گیا
نالہ شبِ فراق کہاں سے کہاں گیا

جب تک تھا دل بغل میں ہزاروں تھے حسرتیں
یوسف کو لے کے ساتھ ہی یہ کارواں گیا

گذری تمام عمر طلسمات میں مری
چشمِ بتاں نے سحر کیا میں جہاں گیا

کیا ہو اثر دمِ سحر کو معجز کے سامنے
گوسالہ سامری کا بتاؤ کہاں گیا

زلفِ سیاہ چھا گئی دل پر ہزار حیف
پیچھے رہی بلا یہ مرے میں جہاں گیا

کیونکر کھلے یہ غنچۂ دل آج باغ میں
فصلِ بہار آ گئی دورِ خزاں گیا

دم آ گیا لبوں پہ یہ شدت تھی ضعف کی
منزل تلک جو گور کی میں ناتواں گیا

ولہ

تعلق کیوں نہو اُس روئے آتشناک سے پیدا
سمندر بھی کہیں ہوتا ہے مُشتِ خاک سے پیدا

روانہ حسرتوں کا کارواں ہونے کو ہے شاید
جرس کی ہر صدا اپنے دلِ صد چاک سے پیدا

سلیماں کو خطِ بلقیس سے بھی یوں نہ حظ اُٹھتا
خوشی ہوتی ہے ایسی اُس طرف کی ڈاک سے پیدا

لباسِ اُس بسے سرو گلبیرہن نے جب نیا پہنا
تو بُوئے پاکدامانی ہوی پوشاک سے پیدا

حلاوت تلخیٔ ایام میں ہے تلخ کاموں کو
نہ ہوگا شہد ہرگز حنظلِ افلاک سے پیدا

رہیں پژمُردہ غنچے ہر شجر ہو نخلِ ماتم کا
گلستاں بھی ہو گر اس دیدۂ غمناک سے پیدا

کبھی چشمِ حقارت سے نہ دیکھو خاکساروں کو
تہمتن بھی ہوا ہے ایک مشتِ خاک سے پیدا

بڑا سفّاک عیّار زمانہ صید افگن ہے
اشارے آنکھ کے ہیں حلقۂ فتراک سے پیدا

دیا ہے خال کا بوسہ جو چشمِ مست کا مانگا
شرابی کو نہ ہوگا نشہ اس تریاک سے پیدا

اشارہ ہو اگر گلشن میں چشمِ مست ساقی کا
سبوے میکدہ ہو جاے دستِ تاک سے پیدا

عجب کیا ہے کہ فیضِ ساقیٔ کوثر سے محشر میں
مثالِ لالہ ہوں ساغر کفِ ہم خاک سے پیدا

دوی کو اپنے دل میں تو جگہ ہرگز نہ دے مشرک
ہزاروں صورتیں ہو جائینگی شرک سے پیدا

ملا ہے کربلا کو یہ شرف خونِ شہیداں سے
فرشتے ہوتے ہیں سبیح کو اس خاک سے پیدا

تمنائے شہادت عاشقوں کی رنگ لائیگی
ہوں خونریزی کے جوہر خنجرِ سفاک سے پیدا

ولہ

عجب کیا ہو جو بھی ہوں صبر اُس گل کی رخصت میں
چمن سے رنگ جاتا ہے کہیں بادِ سحر ہو کر

نہ ہو نظّارہ جاے حیرت اے آئینہ کیا باقی
بہ رنگِ شمع ہے ہر انجمن میں چشمِ تر ہو کر

ولہ

عجب کیا ہو جو بھی ہوں صبر اُس گل کی رخصت میں
چمن سے رنگ جاتا ہے کہیں بادِ سحر ہو کر

نہ ہو نظّارہ جاے حیرت اے آئینہ کیا باقی
بہ رنگِ شمع ہے ہر انجمن میں چشمِ تر ہو کر

۱۱ غالب

طالب دیدار ہے آنکھیں بچھی ہیں راہ میں
لاکھ دروازے ہیں تم سے اے پری رو کم نہیں

وصل میں کھویا گیا میرا دلِ مشکل پسند
کیا تمنا شرح سے بھی جس کی حاصل کم نہیں

جلوہ فرمائی قیامت سے رہے محروم کیوں
پردۂ غفلت ہے گر چشمِ دلِ آدم نہیں

سرکشی کرتے اگر کی جائے کیا ہوتا ہے کچھ
خاکساری پر تو اتراتا سرِ شبنم نہیں

ولہ

عجب کیا ہو جو بھی ہوں صبر اُس گل کی رخصت میں
چمن سے رنگ جاتا ہے کہیں بادِ سحر ہو کر

نہ ہو نظّارہ جاے حیرت اے آئینہ کیا باقی
بہ رنگِ شمع ہے ہر انجمن میں چشمِ تر ہو کر

ذرہ ذرہ نے دکھائی ہم کو گلشن کی بہار
عکس روئے یار سے پھولوں کا اک خرمن رہا

جو بضاعت عمر بھر کی تھی وہ سب لے لی سفیر
لٹگیا میں دشت میں محتاج کب رہزن رہا

جب سرو شرم قد سے ترے آب ہوگیا
طوق گلوے فاختہ گرداب ہوگیا

آنسو بہا کے لے گئے آخر غریب کو
دامن ہمارا دامنِ سیلاب ہوگیا

کیا کیا شبِ فراق میں چھٹکی ہے چاندنی
چمکا یہ دل کا داغ کہ مہتاب ہوگیا

لکھوایا دستِ غیر سے خط کا مرے جواب
ان بیوفائیوں سے تو دل آب ہوگیا

جب دل کو تھا قرار مرے کچھ نہ قدر کی
اب کیا ٹکیگا ہاتھ میں سیماب ہوگیا

ڈھونڈا کہاں کہاں شبِ تار یک میں اوسے
میں بنگیا چکور وہ مہتاب ہوگیا

جب اپنا حال اُن کو سُنایا تو یوں کہا
اب مختصر بھی کیجئے اطناب ہوگیا

جب وہ قدم چلی مرے خورشید رو نے راہ
سایہ بھی عکس مہر جہانتاب ہوگیا

نالے تھے دلگداز کسی کے فراق میں
جو سنگ سیل رہ میں پڑا آب ہوگیا

قطرے عرق کے خوشۂ پروین جو خیہ ہیں
خطِ سیاہ حسنِ من مہتاب ہوگیا

جھمکنا وہ مسکرا کے جو یاد آگیا مجھے
چمکی فلک پہ برق میں بیتاب ہوگیا

بوسہ لیا جو لب کا تو تسکینِ دل ہوئی
بیمار ہجر کے لئے عناب ہوگیا

شبِ فرقت اگر نالہ مرا آتش فشاں ہوگا
زمیں زیرِ قدم ہوگی نہ سر پر آسماں ہوگا

عجب کیا نالۂ بلبل کرے کامِ آتشِ گل کا
بھڑک کر آہ کا شعلہ چراغِ آشیاں ہوگا

نمازِ جمعہ میخانے میں ہوگی پاک نیت سے
جو واعظ پیشوا مسجد میں یاں پیرِ مغاں ہوگا

ابھی تو ابتدا ہے ہونے دو ہمرنگِ ابر اسکو
برسنے کے بھی قابل اپنی آہو نکا دھواں ہوگا

ہماری آہ و سوزاں ہی جلائیگی ہیں اکدن
بھڑک اُٹھیگا جو شعلہ وہ برقِ آشیاں ہوگا

غبارِ حسرت ہے صندلِ پیشانیٔ زاہد
کھلیگا حالِ آئینہ وہ سنگِ آستاں ہوگا

تری درگاہ کو سمجھے ہیں ہم سرچشمۂ رحمت
تہیدستانِ قسمت کا اسی جا امتحاں ہوگا

توکل پیشہ جو ہے کب فریبِ دانہ کھاتے ہیں
سدا شاخِ قناعت ہی پہ اُن کا آشیاں ہوگا

حسین پوچھیں پوچھیں مجھکو پر واہی نہیں اسکی
محبت بیغرض ہے کیوں نہ عشقِ جاوداں ہوگا

فلک کو چھیڑ ہے منظور خود بھیجیگا تحفے میں
جہاں میں جمع نیا غم ہوگا مجھکو ارمغاں ہوگا

خیالِ دلستاں میں آنکھ لگجانا ہی راحت ہے
مجھے ہر نیند کا جھونکا مسیحائے زماں ہوگا

جرس کی بھی صدا سے پار کچھ نالے نکلتے ہیں
الٰہی دل جلا کوئی شریکِ کارواں ہوگا

توشانِ فقر سے واقف نہیں منعم دکھا دینگے
کہ تیرے نام سے اونچا ہمارا آستاں ہوگا

ہزاروں نازکِ اندام آئینگے آغوش میں اپنے
قدِ خم گشتہ پیری میں اگر جھک کر کماں ہوگا

مرادیوان گلہائے مضامیں کا گلستاں ہے
سفیر اس باغِ عالم میں نہ مجھسا باغباں ہوگا

ولہ

مہیا سنگِ مرقد لوحِ تربت شمع کافوری
مکانی ہوگئی زینت سفر سے جب مکیں آیا

گریباں کو کیا جب چاک جا پہنچا ہوں دامن تک
جب آیا چاک دامن میں مرے تا آستیں آیا

سفیر اپنا بھی ہے مسلک بقولِ حضرتِ آتش
نیاز اُس سے کیا پیدا نظر جو ناز نہیں آیا

کیوں نہ ہو تیمور پھر ممنونِ پائے لنگ کا
پاؤں جب ٹوٹا تو پایہ بن گیا اورنگ کا

داغ ہیں اس میں نمایاں چرخ کے نیرنگ کے
دل ہے گلدستہ مرا گلہائے رنگا رنگ کا

ساقیِ گلرو مبارک آگئی فصلِ بہار
آج پھر بھڑکیگا شعلہ آب آتش رنگ کا

ڈوب کر اس میں نہ دل عشاق کے ابھرے کبھی
موجِ دریا بنگیا لہرا تری سا رنگ کا

خاتمِ دستِ سلیماں ہی جہاں میں کیوں نہ ہو
روسیاہی کا ہے باعث ہیں نامونگ کا

شاہداں باغ سے مانوس ہو جانے پہ بھی
شعر جب کہتا ہوں کہتا ہوں میں اپنے رنگ کا

تارِ مژگاں ہی جو اُس پر مصقلہ ہوتا رہا
تیغ ابر و پر نہ دھبہ آنے پایا زنگ کا

جیتے جی ہی روح پریاں ہونے لگتا ہے فشار
دھیان آجاتا ہے جسدم مجھکو گورِ تنگ کا

موسمِ گل میں غنیمت ہی یہ صحبت اندنوں
زمزمہ بھاتا ہے دل کو مرغِ خوش آہنگ کا

مردِ میدانِ شجاعت ہے تو کچھ جوہر دکھا
ہر سپاہی کو صدا دیتا ہے میدانِ جنگ کا

وادیِ غربت میں پانی ہوگیا ہر سنگ میل
راستہ میں نے کیا طے سیکڑوں فرسنگ کا

مبہم تھا پہلے اب رُخ و گیسو سے یار کے
مطلب کھلا جہاں کے سپید و سیاہ کا

آرام سے ہے کون زمانہ ہے منقلب
یہ بھی اثر ہے یار کی ترچھی نگاہ کا

لاکھوں ہزاروں طالبِ دیدار جمع ہیں
میدانِ حشر نام نہ ہو جلوہ گاہ کا

نکلا جو آفتاب تو سمجھا یہ دل میں میں
پردہ نہ اُٹھگیا ہو تری خوابگاہ کا

میں سلطنت اُسی کی سمجھتا ہوں اے سفیر
ہو کر فقیرِ دل جو رکھے بادشاہ کا

۱۵

اگر زینت فزائے بزم وہ شیریں سخن ہوگا
سرشکِ تلخ اپنا آج نقلِ انجمن ہوگا

نہ چلنے پائینگے ہم دو قدم بھی ناتوانی سے
جہاں نقشِ قدم ہوگا وہیں اپنا وطن ہوگا

دہانِ یار کو سربستہ غنچہ میں سمجھتا ہوں
جھڑینگے پھول بھی اُس سے اگر گرمِ سخن ہوگا

مری دیوانگی تا حشر شاید طول کھینچے گی
قیامت زا قیامت خیز چاکِ پیرہن ہوگا

نہ چھیڑو مجھکو آنکھوں میں ہے طوفانِ بلا پور
رُکیگا پھر نہ روکے سے جو دریا موجزن ہوگا

ہے جلوہ ایک ہی ہر جا یہ اپنا اپنا مسلک ہے
جو میں کعبہ میں ہونگا بتکدہ میں برہمن ہوگا

کھلے بندوں کہے جاتی ہے ابتو قلقلِ مینا
زمانے میں نہ ساقی سا کوئی پیماں شکن ہوگا

پہنچ جاؤں گا میں بھی اُس پتے سے جس جگہ تیرے
ترا نقشِ قدم ہی رہبرِ راہ و وطن ہوگا

نگینِ شاعری کیونکر نہ ہو بیقدر عالم میں
نہ اکبر سا شہنشہ اور نہ ایسا نورتن ہوگا

قدر اس کی ہے زیادہ کہ قرنوں اُس کا وقا
لیلۃ القدر بھی ہے کھول کے جوڑا دکھلا

آسماں کو بھی بہت عقدِ ثریا پہ ہے ناز
آج تو اپنے گلے کا اُسے مالا دکھلا

دلِ بیتاب ہتیلی کا پھپھولا ہے مجھے
وہ یہ کہتے ہیں کہ پھر اُس کا تڑپنا دکھلا

دل یہ کہتا ہے کہ پھر بزمِ حسینا میں چل
آنکھیں کہتی ہیں کہ پریوں کا اکھاڑا دکھلا

جوے شیر اُسکو فلک تو نے تو لانے نہ دی
خون فرہاد سے بہتا ہوا دریا دکھلا

پھر نظر میں نہ سمائیگا یہ گلشن اُس کی
باغباں کو بھی کسی دن قدِ رعنا دکھلا

دیکھکر اس کو بہت آگ ببولا ہو گا
چرخ نیلی کو بھی گلنار ڈوپٹا دکھلا

یدِ بیضا کے جو قائل ہیں کسیدن اُن کو
اے پریزاد ذرا اپنا کفِ پا دکھلا

تُو بہت شوخ ہے اے برق جبھی سمجھونگا
بیقراری کا مری کھینچکے نقشا دکھلا

اے خدا جلد پہنچ جاے خراساں میں **سفیر**
جیسے جی اُس کو تو اب مرقدِ مولا دکھلا

نہ ہوا حیف گذر یار پری پیکر کا
روز دروازہ کھلا رکھتا ہوں اپنے گھر کا

دھیان ابرو کا بھی ہے اور مژہ دلبر کا
زخم نیزہ کا جو ہے گھاؤ بھی ہے خنجر کا

باغباں رنگ ہی گلشن کا بدل جائیگا
رُخِ رنگیں سے اگر یار کے آنچل سرکا

اہلِ تمکیں کو نہیں خوف فرومایہ سے
برق خاطف سے ضرر کچھ نہیں خاکستر کا

باغِ عالم میں کلی دل کی مرے کھلتی نہیں
غنچہ بھی چٹکا تو یہ اندوہ گیں ہو جائیگا

باعثِ ایذا رسانی ہوگا وحشت میں لباس
آستیں کا تار مارِ آستیں ہو جائیگا

ایک دن ہونگے تہ و بالا زمین و آسماں
یہ بنے گی آسماں اور وہ زمیں ہو جائیگا

آگ لگ جائیگی اس پردے کو اے پردہ نشیں
دل جلوں کا جو نفس ہے آتشیں ہو جائیگا

دل میں اُلفت کا پریرویانِ عالم کی نقش
داغ دل مہرِ سلیماں کا نگیں ہو جائیگا

ذرّے افشاں کے جبیں پر دیکھکر آئیگا رشک
گھٹ کے اک تارے سے کم مہرِ مبیں ہو جائیگا

دل سے نکلیگی نہ کچھ آواز فریاد و فغاں
کشتۂ تیغِ نگاہِ سرمگیں ہو جائیگا

آئینہ ہو یا کہ پشتِ آئینہ دونو ہیں ایک
پیار سے دیکھو گے تم جسکو حسیں ہو جائیگا

غیر بھیجے گا اُنہیں لکھ لکھ کے خطِ اشتیاق
دور آنکھوں سے جو ہے دل سے قریں ہو جائیگا

فرقتِ ساقی میں بھی آئیگا میخواری کا لطف
ہر لہو کا گھونٹ آبِ آتشیں ہو جائیگا

مصرعِ استاد لکھ رکھنے کے قابل ہے سفیر
دبتے دبتے آسماں اِک دن زمیں ہو جائیگا

آسماں تک تو گذر رہے نالۂ شب خیز کا
آزماتا ہوں کہاں تک دم ہے اس شبدیز کا

ہے تصوّر دل میں کس کے ابروئے خونریز کا
جو نفس ہے کام کر جاتا ہے تیغِ تیز کا

بسملِ مژگاں کے سینے پر چھڑک دی مشکِ ناف
زخم اچھا کس طرح ہو دشنۂ خوں ریز کا

۱۷

ردیف ن

اہلِ دول پر کیجئے نہ اپنا سکہ آشکار
یک قلم طرزِ عمل سب ہے نمائش کا فسوں

اے سفیر اشعار میں میرے بھی ہے کچھ آب و رنگ
تصویر میں اس کی یا بلبل تری ہے طرزِ خوں

ردیف ل

بے زبانی نے مری افشا کیا ہے راز کا
حاشیہ سر مہر کی نکلا ہے دیدۂ غماز کا

بہار بستاں میں اثر ایسا تری آواز کا
جان دیتا ہے ہر اک بلبل پہ گل پرواز کا

باغ میں طاؤس بھی عاشق ہے اس کے ناز کا
اس کے پر کا ہے یہ صدقہ جو بنا ہے تاج ساز کا

ہو گا طاؤس بھی بسمل اس کی آوازِ رسا کا
نہیں بندوق کی آواز سے کم صید پر اثر

قم باذنی کی صدا سے جی اُٹھے عاشق تمام
کیوں لبِ جاں بخش کو دعوٰے نہ ہو اعجاز کا

اپنی سیلِ اشک سے خانہ خرابی کی دلیل
حال اب معلوم ہوگا مفسدہ پرداز کا

ہمتِ مرداں کے شامل ہو گئی تائید رب
کوہِ غم سر پر اُٹھانا ہے اُٹھانا ناز کا

مرغِ ہمدردی کریں انساں کی اللہ رے وفا
کام دے پہرے کا جوڑا ہو جو گھر پرواز کا

نسرِ طائر ہو گیا ہے آکے ٹکڑی میں شریک
عرش پر ہے اب دماغ اُس کے کبوتر باز کا

داستاں اپنی کہاں تک میں سناؤں گا اُسے
ناک میں دم آ گیا مجھ سے مرے دمساز کا

جب تو پینے کو ملیگا بادۂ خلدِ سفیر
ہم بھی ٹھیکہ لیں گے چلکر خطۂ شیراز کا

غزل ۱۸

شاہدانِ باغ کی خاطر جو دل آوارہ تھا
دامنِ گلچیں ہمارا دامنِ نظارہ تھا

گردبادِ دشت کا سر پر پشتارہ تھا
بن کے میں یک پُرِ واں صحرا میں جو آوارہ تھا

عالمِ طفلی ہی سے ہوں صاحبِ عزّ و وقار
آشنائے لنگر تمکیں مرا گہوارہ تھا

شب کو ہم نے اُس کے باغِ حسن کی لوٹی بہار
دامنِ امید میں اپنے گلِ نظارہ تھا

ساتھ انہیں دونوں نے دزدانِ اشکبار میں دیا
شمع اک ہمدرد تھی میری تو اک فوّارہ تھا

جو گذرتی مجھ پہ تھی صحرا میں تھی اُسکو خبر
خضر میں سمجھا تھا جس کو یار کا ہرکارہ تھا

موسمِ گل میں اُجاڑ آشیاں اُس کا عبث
باغباں گلشن میں کیا بلبل ہی اک بیچارہ تھا

تقدیر کے حوالے کیا میں نے اپنا کام
عاجز جو تھک کے وصل کی تدبیر سے ہوا

اُلٹی نقاب چہرۂ زیبا سے اُس نے کیا
روشن زمانہ مہر کی تنویر سے ہوا

پیشِ خدا بھی عذر رہا اک نہ اک اُسے
نادم کبھی نہ اپنی وہ تقصیر سے ہوا

برسوں کے بعد آج نظر آئی شکلِ وصل
شاید کہ سہو کاتبِ تقدیر سے ہوا

بے فیض سے نہ فیض پہونچنے کی رکھ امید
حاصل ثمر نہ دانۂ زنجیر سے ہوا

معشوق و مے حلال ہے عہدِ شباب میں
معلوم یہ سفیر کی تفسیر سے ہوا

شبابِ حُسن کی مستی سے زور چل نہ سکا
سنبھالتے تھے ڈوپٹہ مگر سنبھل نہ سکا

کسی کی زلف کے حلقے سے دم نکل نہ سکا
قضا کا وقت جو آیا تھا سر سے ٹل نہ سکا

خیال تھا کہ نہ بھر جائے دامنِ قاتل
رگِ گلوئے بریدہ سے خون اُچھل نہ سکا

غضب ہے قہر ہے آفت ہے فتنہ گیسو
چراغ سانپ کا بھی جسکے آگے جل نہ سکا

چڑھائی اُس نے جو تیوری تو کھنچگئی تلوار
فلک بھی رنگ مانے کا یوں بدل نہ سکا

کفن میں میں تھا حنا بند میں تھے اُسکے ہاتھ
مرے لئے کفِ افسوس بھی وہ مَل نہ سکا

جمالِ یار دکھائیں گے ہم تمہیں موسے
زباں سے پھر نہ یہ کہنا کہ میں سنبھل نہ سکا

تمہارے عشق میں جل جل کے سوختہ تھا دل
جلایا برقِ تجلّی نے بھی تو جل نہ سکا

ولہ

ہوں جو دیوانہ ترے رخسار پر تنویر کا
جوہر آئینہ حلقہ ہے مری زنجیر کا

رو کیگی خون سر فرسا دہتا دیکھکر
ذکر شیریں کو بہت بھاتا ہے جوئے شیر کا

نالۂ پر درد سے صیاد بسمل ہو گیا
کام منقار عنادل نے کیا ہے تیر کا

شب کو اب اہل محلہ کب جلاتے ہیں چراغ
سب کے گھر میں ہے اجالا نالۂ شبگیر کا

تلخکامی تھی حلاوت عہد طفلی میں مجھے
ذائقہ پستان حنظل سے ملا ہے شیر کا

یار نے وقت تکلم پیار سے ڈالی نظر
باتوں باتوں میں نشانہ بن گیا میں تیر کا

جان کر دیوانہ اپنا اس نے پھیری مجھ سے آنکھ
گرد شش چشم پری حلقہ بنا زنجیر کا

تیشۂ فرہاد گر دیکھے ہو پانی شرم سے
کوہ میں در آتا ہے نالہ مری زنجیر کا

عالم رویا کی حالت پوچھ لیں گے یار سے
منھ سے یوسف کے مزا ہے خواب کی تعبیر کا

مرد پابند علایق رہ نہیں سکتے کبھی
سلسلہ شیروں کو کب بھاتا ہے اس زنجیر کا

چشم حسرت سے تری جانب دیکھے کسطرح
کہکشاں کو کب ملا سونا تری زنجیر کا

آسیا کی طرح میں بھی ہو گیا عبرت گزیں
مجھکو گھر بیٹھے پہنچتا ہے مری تقدیر کا

اپنی اپنی عقل دوڑاتے رہے کج فہم سب
حل ہوا تدبیر سے کب مسئلہ تقدیر کا

مجھسا وحشی ایک عالم کے مرقع میں نہیں
کھینچکر رکھا تو خاکہ اڑ گیا تصویر کا

تری تصویر میں نیرنگیٔ عالم دکھاتا ہے
اُجالا صبح عارض کا اندھیرا شام گیسو کا

مجھے ہر ہر قدم پر آج بوئے مشک آتی ہے
صبا نے کیا چمن میں عطر کھینچا اُس کے گیسو کا

دو رنگی اے سفیر اب چھوڑ کر یکرنگ ہو جاؤ
لگا رکھا ہی پیچھے اپنے کیوں جھگڑا من و تو کا

کھلنے نہ دیگی مہر خموشی وہاں مرا
کس طرح ہوگا راز نہفتہ عیاں مرا

مشکل ہے صید گاہ جہاں میں مفر مجھے
پیچھا کئے ہوئے ہے وہ ابرو کماں مرا

وہ خاکسار ہوں جو ملے اُس کے دل میں جا
اونچا ہو نہ فلک سے بھی آستاں مرا

ہر وقت میری بات کو وہ کاٹتا رہا
اُس کے خیال تک بھی نہ پہونچا گماں مرا

ٹھنڈا ہوا کبھی نہ علم اپنی آہ کا
لہرا رہا ہے اوج فلک پر نشاں مرا

مرنے کے بعد خاک جہاں گرد ہو گئی
بنکر ہما اڑا ہے ہر اک استخواں مرا

خانہ بدوش ہوں انہیں کیا گھر کا دوں پتا
موج ہوا ہے سیل رواں ہے مکاں مرا

سر پیٹ لیگی اپنا جو دیکھیگی اُس کو برق
صیاد نے اُجاڑ دیا آشیاں مرا

جب بال و پر غبار تمنا سے پاک ہوں
کیوں شاخ گل پہ ہوگا گراں آشیاں مرا

قسمت سو گئی تھی الٰہی شب وصال
دشمن رہا ہے آٹھ پہر آسماں مرا

کوٹھے پہ اُن کو کوئی سنبھالے رہے ذرا
ہوگا اُسیطرف سے جنازہ رواں مرا

خاک کر دیگی جلا کر جو اُسے برقِ نظر
دل نہ پہلو میں نہ دل میں غمِ جاناں ہوگا

اکرمِ التفیف پہ گر اُس کا عمل ہو جائے
میزباں حسن سا نے عشق سا مہماں ہوگا

اک کھٹک سی مرے پہلو میں رہا کرتی ہے
چھپ کے بیٹھا ہے جو دل میں ترا پیکاں ہوگا

فکرِ حداد کو کیوں طوق و سلاسل کی نہو
پھر بہار آئی مرا چاک گریباں ہوگا

ایک بھی میری نہ مانی بتِ کافر نے سفیر
میں یہ کہتا ہی رہا خون مسلماں ہوگا

رخ ہو اُس جانب جو میری آہِ عالم سوز کا
رنگ تمیا جائے خورشیدِ جہاں افروز کا

پاس خوبی نے سدا رکھا گرو کر رکھا مجھے
ورنہ ہوں اُستاد پیرانِ ادب آموز کا

فتح پائی کوہ کن پر خون کی ندی بہی
واہ کیا کہنا ہے شیریں خسرو فیروز کا

اُن کے ابرو کے تصور میں جو شب کو سو گئے
عالمِ رویا میں چاند آیا نظر نو روز کا

یارسے تاریکیٔ شب میں ہی وعدہ وصل کا
جلد منھ کالا ہو یارب شامِ غم اندوز کا

داغِ دل ہونے لگا زینت فزائے بزمِ یار
ہی شبستاں میں اُجالا شمعِ شب افروز کا

زہر بھی دیجے تو کھانے میں نہیں مجھکو دریغ
میرے مرنے سے اگر مٹتا ہے جھگڑا روز کا

دیکھکر زخمِ جگر کو گر پڑی سوزن سفیر
ہاتھ یہ کانپا ہے جراحِ جراحت دوز کا

یہ بھی اک مصلحت تھی غیروں میں
میری جانب نہ تھی نگاہ تو کیا

دل میں بھی چاہیئے کچھ اُس کا یقین
کہدیا مُنھ سے لا الٰہ تو کیا

وصل کی رات کٹ گئی ساری
اب وہ ہوتا ہے عذر خواہ تو کیا

ہوں بباطن فقیر مستغنی
ہے جو ظاہر میں جُبّہ جاہ تو کیا

رنگ جمتا ہے اس طرح سے سفیر
یوں ملے اُس سے گاہ گاہ تو کیا

جو نور افزائے شمع زندگانی ہجر اُس کا تھا
شب تاریک میں روشن چراغ داغ سودا تھا

بدل جاتی تھی ہر دم تلخیٔ دشنام لذت سے
میرے لب سے قرین اُس کا لبِ لعلِ شکر خا تھا

گلا اُس کا حریفِ رویہ کیوں مجھ سے کرتا ہے
وہ تھا اک بیوفا ظالم نہ میرا تھا نہ اُس کا تھا

طبیبوں کے اٹھائے ناز اٹھا بھی نہ میں سمجھا
کہ جسپر جان جاتی تھی وہی میرا مسیحا تھا

نہ اُف تک میں نے کی ظالم تری جور و جفا سہکر
مرا بھی دل تھا اے ظالم یہ میرا بھی کلیجا تھا

بدن پر بار تھا سر کٹ گیا اچھا ہوا خوش ہوں
یہ قاتل کا بھی نشتر تھا قضا کا بھی تقاضا تھا

لڑائیں چپکے چپکے تجھ سے آنکھیں چار نے شب بھر
جو تیرے موتیوں کا ہار ہمرنگ ثریا تھا

حباب آسا جو میں نے ایک دم کی زندگی پائی
مری چشمِ حقیقت بین میں قطرہ تھا نہ دریا تھا

کہاں کا عشق کیسی عاشقی جھگڑا ہی مٹ جاتا
شبِ فرقت کی بیتابی سے مر جاتے تو اچھا تھا

لوگ گئی آنکھ کسی ترکِ سمرقندی سے
چھوڑ کر ملک دکن قصد ہے ترکستاں کا

صبح سے شام ہوئی شام سے پھر صبح ہوئی
اُن کا آنا بھی نکلتا ہے مرے ارماں کا

زیبِ دستار کروں خاطرِ احباب سے کیا
بارِ سر ہے مرے پھول بھی اک احساں کا

اُس کو سمجھاؤں کہاں تک یہ سمجھتا ہی نہیں
وہی حافظہ ہے محبت میں دلِ ناداں کا

شب کو محفل میں جو آ بیٹھے تو اے شمعِ مراد
کارِ فانوس کرے دور ترے داماں کا

آگ کو آگ جلاتے نہیں دیکھا ہم نے
کیا ضرر ہوگا جہنم سے دلِ سوزاں کا

اُس کا گیسوئے مسلسل ہے ہر اک شعر سفیر
خالِ محبوب ہے ہر نقطہ مرے دیواں کا

خفقان تھا جنوں تھا مجھے سودا تھا
اک فقط عشق ہی اُس یار پریوش کا تھا

نہ کھلے تیغ کمالات کے جوہر افسوس
گوشہ گیری ہی کہ باعث میں کمان آسا تھا

دائرے ہی میں رہا عشق و محبت کا اسیر
مثلِ پرکار میں سرگشتہ و پا برجا تھا

چشمِ میگوں کی محبت نے کیا تھا سرمست
شوریک راوقِ دل قلقلِ مینا تھا

اُس سہی قد کی محبت میں ہوئی ہم رسوا
طوقِ گردن میں تھا قمری کی طرح لالا تھا

شکنِ زلف سے تھا سلسلۂ وحشتِ دل
میرا ہر حلقۂ زنجیرِ جنوں فرسا تھا

بھر گیا موتیوں سے دامنِ دلدار سفیر
اشک جو آنکھ میں میرے تھا در یکتا تھا

عشاق کو بریوں کے یہ کیوں ہوتی ہے تعزیر
ایسا کوئی فرمان سلیماں نہیں دیکھا

دوزخ سے ڈریگا وہی اے زاہد ناداں
جس نے کہ عذاب شب ہجراں نہیں دیکھا

یوں لخت دل آنکھوں تلک آتی نہیں دیکھے
یوں سایۂ مژگاں میں چراغاں نہیں دیکھا

ہوتی ہے یہاں سیر جنوں خیز حقیقت
دیکھو جو کبھی دل میں بیاباں نہیں دیکھا

ہے خندۂ صد عیش گل زخم بدن میں
کھلتا ہوا یوں غنچۂ پیکاں نہیں دیکھا

اخگر ہو تو خاکستر ذلت بھی ہے عزت
عریاں ہوں کسی نے مجھے عریاں نہیں دیکھا

جینے کا جو بیمار محبت کے یقیں ہے
کیا نبض کو اے عیسئے دوراں نہیں دیکھا

سیلاب خیال اس کا گذر جاتا ہے دل سے
رستے میں ہے گھر اور اسی ویراں نہیں دیکھا

بہکی ہوئی باتیں تو ہیں زاہد کی کسی نے
خمیازۂ کش بادۂ عرفاں نہیں دیکھا

کم سن سہی کیا پاس نہیں ان کو زباں کا
دھاگے کیطرح ٹوٹتے پیماں نہیں دیکھا

سنتا ہے یہ دل عشق و محبت کی کہانی
ایسا بھی زمانے میں پُر ارماں نہیں دیکھا

بیمار محبت کا خدا ہی ہے نگہباں
دنیا میں تو اس درد کا درماں نہیں دیکھا

کیا اس کی طرف عرش کی آنکھیں نہ لگی تھیں
اللہ کے محبوب کو مہماں نہیں دیکھا

چپکے سے مرے دل کو سر راہ اٹھا لیں
پھر اس پہ یہ تکرار کہ ہاں ہاں نہیں دیکھا

دروازہ نہیں گر تو دریچہ بھی کھلا ہو
مستوں کو ابھی آپنے رضواں نہیں دیکھا

۲۵

روشنی صبح بنا گوشِ حسنم میں ہے سفیر
شام کیوں کر نہ ہو گیسوئے دوتا سے پیدا

میں الفتِ گیسو میں جو اچھا نہیں ہوتا
کیا جن کا کسی شخص کو سایا نہیں ہوتا

تو پیرِ مغاں پیرِ خرد کا بھی ہے اُستاد
کس روز یہاں حل معما نہیں ہوتا

برچھی جو چلی جاتی ہے اب کجروئے چرخ
باتوں سے بھی کمبخت یہ سیدھا نہیں ہوتا

مانا کہ دعا آتی ہے چوتھے فلک پر
مسجود ملائک تو مسیحا نہیں ہوتا

دکھلائے اثر ضربِ تولے پنجۂ یوسف
تو شانۂ کش زلفِ زلیخا نہیں ہوتا

مے پی کے میں کب سیر دو عالم نہیں کرتا
کب جام میں صد گونہ تماشا نہیں ہوتا

وہ کونسا دل ہے جو گدازِ ہوسِ خوشی سے
کس روز میرے آپ کے جھگڑا نہیں ہوتا

رہتا ہے سیہ خانۂ دشمن سے ہویدا
پنہاں وہ چراغِ رخِ زیبا نہیں ہوتا

اس عشق و محبت کے زمانے میں ہے چرچا
میرا نہیں ہوتا کہ تمہارا نہیں ہوتا

الفت میں سفیر آپ بھی پر ختم ہوا صبر
ایسا تو کسی کا بھی کلیجا نہیں ہوتا

عشق گر حضرتِ یوسف کو نہ رسوا کرتا
چاک کیوں دامنِ ناموسِ زلیخا کرتا

دستِ رنگیں سے جو وہ زلفیں حنا کرتا
طائرِ رنگِ حنا دامن میں چھپکا کرتا

یار کی نظر مستانہ سے یہ حال ہوا
دل تڑپ کر یہ پکارا کہ میں پامال ہوا

خط نے دی بھی تسلی تو تشفی نہ ہوئی
سبزۂ خط کو جو دیکھا تو عجب حال ہوا

دیکھی جب چین جبیں حسن و لطافت کی بہار
یہ مسرت ہوئی چہرہ بھی مرا لال ہوا

بوسہ عارض کا لیا رخ سے ہٹا کر گیسو
کوکب بخت سیہ تیرا اقبال ہوا

یا علی کہہ کے جو رکھا رہ الفت میں قدم
آئی آواز کہ دشمن تیرا پامال ہوا

ہو گیا ابر بہاری بھی ندامت سے خجل
موسم گل میں جو ترا شکوں سے دل لال ہوا

بیقراری کی بھی حالت جو لکھی تھی اس میں
چاک ہر جا سے مرا نامۂ اعمال ہوا

جتنا دے جاؤ گے اس سے بھی سوا پاؤ گے
راہ حق میں نہ یہ سمجھو کہ تلف مال ہوا

اس کے مخمور کو کافی یہ تجمل ہے سفیر
چتر اگر آئی نہ سایہ تو تہی اسحال ہوا

تخلص جس پہ کبریا کا ہو گیا
وہ ابھی ادنا سے اعلیٰ ہو گیا

تو جمال دخترِ رز کو تو دیکھ
زاہد ادھر کو بھی اندھا ہو گیا

میں جہاں جاؤں مری منزل ہو ساتھ
بخت کیا ریگ رواں کا ہو گیا

شیر نر کا آج کھیلا ہے شکار
ضیط پر قابو ہمارا ہو گیا

مہر خاموشی نہ ٹوٹی یار کی
بات کرنے کا نوشتا ہو گیا

اے نامہ بر وہ بات تری مان جائیں گے
ہر وقت تو نہیں ہیں نہیں ہاں میں ہاں ملا

اے میکشو یہی ہے وسیلہ نجات کا
صدقہ شکر آستانۂ پیر مغاں ملا

مجنوں سے درس عشق کا لیتے رہے ہیں ہم
اُستاد بھی ملا تو ہمیں مہرباں ملا

کس پر پڑیگا صبر جوانی کا یہ بتا
ہمکو ابھی نہ خاک میں لے آسماں ملا

ہوگی نہ الرحیل کی آواز گوش زد
کیا فائدہ جہاں میں جو طبل و نشاں ملا

دل معرکے میں عشق کے ثابت قدم رہا
ایسا رفیق ہم کو الٰہی کہاں ملا

اس کی خبر نہیں تمہیں جائیں گے گور میں
خوش ہو رہے ہیں رہنے کو دو گز مکاں ملا

دیکھو سفیر موت ہے اس عشق کا مآل
دل پر چلیں گے تیر جو ابرو کماں ملا

کشتی بنا ہے عشق جناب امیر کا
بحر الم سے پار ہے بیڑا سفیر کا

اہل خلاف کی نہیں کمظرفیاں پسند
نشہ ہے مجھکو بادۂ خم غدیر کا

ہوتے ہیں آکے دفن یہاں تخت چھوڑکر
شاہوں کے بخت میں بھی ہے تکیہ فقیر کا

پیٹی پڑائی غیر نے گو میرے باب میں
اللہ کو تو علم ہے ما فی الضمیر کا

ہے احتراز باد حوادث سے یہ خطر
ہو جائے گل چراغ نہ مہر منیر کا

دکھلائے سو کرشمے تو بدلے ہزار رنگ
میں معتقد ہوا نہ کبھی چرخ پیر کا

نقاہت نے نہ دستی سمجھے نہ قاتل سیر کمانے کو
دھری تو ہی پر پرواز مرغ روح بسمل کا

جو قاتل ہو سبک ساران عالم کا تتبع کر
بعیر بار بر کی پشت پر ہے بوجھ محمل کا

ہوا ہے عاریہ برق بلا ہی وجہ خاموشی
ہی جوہر تیغ کا سرمہ زبان زخم بسمل کا

اڑایا ناقہ مجنوں سے اس نے رنگ بیتابی
حجاب لیلئے ناقہ نشیں پردہ ہی محمل کا

کھلے بندوں سفیر اشعار کی بندش کہتی ہے
مزا آتا ہے کانوں کو صریر کلک بیدل کا

نہیں گر کوئی تو خدا ہے کسی کا
نہ ہوگا نہ کوئی ہوا ہے کسی کا

کرے غیر خالق خدائی کا دعوا
جہاں میں یہ کب حوصلا ہے کسی کا

یہ ہے ہم کو منظور ہو جائے یارب
ضرر میں جو اپنے بھلا ہے کسی کا

ہے دشمن سے بھی دوستی چار دن کی
وہ دو دن بھی ہو کر رہا ہے کسی کا

زمیں کوئے قاتل کی بھی کربلا ہے
ہے بسمل کوئی سر جدا ہے کسی کا

جو بگڑو گے تم کیا نہ گذرے گی اس کی
خدا کیا نہیں ہے خدا ہے کسی کا

جو دشمن کو دیکھا وہی بات نکلی
میں سمجھا تھا دل آگیا ہے کسی کا

یہ دیکھیں گے شان کرم کیا کریگی
بلند آج دست دعا ہے کسی کا

تو ٹھنڈا کرے گا اسے آسماں کیا
ہمیشہ سے دل جل رہا ہے کسی کا

مرتا ہے چکور ماہ پر گر
ملتا نہیں پڑھ نے والا کوئی
جو داغ پڑا ہے اپنے دل میں
بوسوں کی مجھے تو رٹ لگی ہے
کہتے ہیں وہ مجھ سے ہوگی بڑھکر
اے چرخ تجھے پڑے گی مشکل

عاشق ہوں میں چاند سی جبیں کا
مطلب نہ ملا خطِ جبیں کا
اک نقش ہے یار کے نگیں کا
ہے شور اُدھر نہیں نہیں کا
کرتا ہوں جو ذکر حور عیں کا
نالہ مرا فتنہ ہے زمیں کا

محبوب خدا سفیر جو ہے
عاشق ہوں ازل سے اُس حسیں کا

رتبہ اہل صفا عشق میں حاصل ہوگا
دو گل اندام گلستاں میں جو داخل ہوگا
راستی خواہ ہیں رندان صفا کیش مدام
خال خط چہرے پہ اس کے ہے یہ چشم و ابرو
ڈوب کر بحر محبت میں مرے ہیں عاشق
بوسے مشک آئے گی ہر ایک نفس سے میرے
بیڑیاں پہنے ہوئے آئیں گے دیوانہ وار

داغ دل اپنا چمک کر سہ کامل ہوگا
میرا نالہ ابھی گل بانگ عنادل ہوگا
زرق و طامات سے کیا شیخ کو حاصل ہوگا
ماہ کس منہ سے ترے رخ کے مقابل ہوگا
دفن لاشہ بھی جو ہوگا لب ساحل ہوگا
دل اگر طرۂ طرار پہ مائل ہوگا
عرصۂ حشر میں بھی شور سلاسل ہوگا

جبکہ وہ دیکھتے ہیں جسم پر اُس کے ازرہ
کہتے ہیں مہر جہاں تاب ہے بسمل میرا

اہل محفل سے کسی نے نہ مدد کی میری
میں یہ کہتا ہی رہا اے چلا دل میرا

اُس یم حُسن کے نظارے رہے دریا پر
پردہ پوشش آج ہوا دامن ساحل میرا

مستِ چشم سے اُس شوخ کی واقف ہو نہیں
رفتہ ہو نگہاں جان گیا دل میرا

باغ میں غنچے کو جس وقت چٹکتے دیکھا
یاد آیا مجھے ارمان بھرا دل میرا

باغ میں نغمہ سرا مجھ سا نہ آئیگا کوئی
نام نے کے پکاریں گے عنادل میرا

بے رخی کی جو ستمگر نے مری جانب سے
دیکھکر رہ گیا منہ خنجر قاتل میرا

توڑ کر سنگ لحد برق طپاں بس کے چلا
نہ رہا پر نہ رہا زیر زمیں دل میرا

نہ شہادت کا ہوں طالب ہوں محتاج گواہ
خوں سے رنگیں ہے صرف دامن قاتل میرا

خوب واقف ہے یہ ارباب طرب سے ضمیر
میں جو مشغول ہوا کیا دل نہیں شاغل میرا

لوئے گل تو ہے تو غنچہ گل دل میرا
رشک لیلیٰ ترے قابل ہے یہ محمل میرا

شیشہ مے کی طرح زنگ ہزاروں بدلے
طاق میخانے کی زینت نہ ہوا دل میرا

خضر بھی دوڑیں گے پیچھے تو نہ پائیں گے پتا
صورت ریگ رواں سیکڑوں منزل میرا

تیغ کے گھاٹ اُتارا ہے مجھے قاتل نے
آج پہونچا ہے سفینہ لب ساحل میرا

۳۱

ان کا دیوان میں کھلانے کلاب تو ضمیر
تازہ فہرست میں بھی ہوگی داخل میرا

قلم

ہے سر فلک پہ نزاکت سے خم نیا کا
پنجہ ہے تیرے بعل رخ اقوا کا
تیری طرح سے میں آنکھوں پہ تیرے بھی خط
ہے از دھام یہاں آہوان حرم کا

شراب کھینچتا آگے اگر مجھے ساقی
میں خوشہ تاک کے ہوں طارم ثریا کا

خدا کے واسطے پہنچا صبا سلام نیاز
پتا ملے جو تجھے اُس غزالِ رعنا کا

نصیر مردہ دلی اس سے دور ہوتی ہے
ہے روح تازہ مجنوں پیام لیلا کا

رخ وہ مصحف ہے اُس پری کا
جو ہو شش ہے گم زمخشری کا

چھوا نہیں ڈر کے زلف کو میں
سایہ ہو جائے گا پری کا

لے ماہ اُتر کے چرخ سے آ
دعوا جو ہو اُن سے ہ سری کا

بلبل ہوا میرے نغموں سے بند
دعوا تھا بہت نواگری کا

دل پس گیا چشم سرگیں پر
سایہ مجھے ہو گیا پری کا

ہے مانع قتل واں نزاکت
منہ دیکھ کے رہ گئے چھری کا

دل کی میرے کیا لگائے قیمت
ہے، حوصلہ پست مشتری کا

ساقی نے مجھے سکھا دیا ہے
شیشے میں اتارنا پری کا

اے خضر بتا دو کوچۂ یار
حق کچھ تو ادا ہو رہبری کا

لو آگیا مرغ نامہ بر بھی
قائل نہ ہوں کیوں سبک پری کا

آنسو جاری ہیں لب پہ ہے آہ
مالک ہوں میں خشکی و تری کا

دل کے لئے وار ہے چھری کا — یہ ناز سے دیکھنا کسی کا
پہروں وہ مجھی کو گھورتے ہیں — کیا رنگ جما ہے بیخودی کا
دشوار اگر ہے اُن سے ملنا — آساں نہیں تھامنا بھی جی کا
دُکھڑا رونا پڑا ہر اک سے — دو دن کی اپنی زندگی کا
شکوہ نہ کیا کسی سے تیرا — یہ پاس ہے مجھکو دوستی کا
اُن کے مہتاب رُخ کے آگے — پھیکا ہے پھول چاندنی کا
سر بطر کا خوے بد تو کچھ نہیں غم — باقی ہے نشاں تو بیکسی کا
رہنا خاموش کیا گنہ ہے — دل توڑ رہے ہو کیوں کسی کا
دم توڑ رہا ہوں نزع میں میں — یہ وقت نہیں ہے دل لگی کا
دوستے میں ہے یاد چشم میگوں — بارش میں مزہ ہے میکشی کا
اُن پر جو شریف مر رہے ہیں — پائیں گے مزہ بھی عاشقی کا

ہے دل میں سفیر عشق احمد
کلمہ پڑھتے ہیں اسم نبی کا

اگر اشکوں کا تھمنا ہجر میں دشوار ہو جاتا — ہر اک موئے مژہ اپنا بھی دریا بار ہو جاتا
شہادت خواہ ہو کر اُس کے کوچے میں گیا ہوتا — نہ کرتا قتل گر وہ تن پہ سر یہ بار ہو جاتا

میرؔ اُس کی شکل سے تا زندگی بیزار ہو جاتا
جو آئینہ بھی صورت آشنائے یار ہو جاتا

بہارِ موسمِ گل کی ترقی جب سمجھتے ہم
جو چبھتا پاؤں میں کانٹا وہ دل کے پار ہو جاتا

ترے ہی ابرو سے خمدار تھی ہوا تھا
ترا ہی سبزۂ خط مرہمِ نگار ہو جاتا

کبھی تو باندھ کر گھنگرو وہ رقصاں سطرنج ہو آتے
ہمارا طالعِ خوابیدہ بھی بیدار ہو جاتا

اگر اے چاند دو دن اُس سے تو کسبِ ضیا کرتا
پھلنے میں نگاہیں یار کا رخسار ہو جاتا

تمنا ہے کہ مست بادۂ دیدار ساقی ہوں
جو پڑتی اک نظر مجھ پر تو پھر سرشار ہو جاتا

مرے غنچہ دہن سے باغ میں چوٹ اگر آتا
میں شبنم کی طرح گل کے گلے کا ہار ہو جاتا

اگر وحشت میں ہوتی ہمکو منظورِ نظر زینت
گل داغِ جگر بھی طرّۂ دستار ہو جاتا

عیادت میں مرے وصلت کے ملجاتے مرے دلکو
وہ عیسےٰ بن کے آتا اور میں بیمار ہو جاتا

اگر اُس رشکِ گل سے ہمکو صحبت جاوداں رہتی
ہجومِ داغ سے دل غیرتِ گلزار ہو جاتا

لبِ جاں بخش قاتل سے جو ہوتا عشق اکو بھی
مسیحا کے لئے جینا بہت دشوار ہو جاتا

ہیں شادی مرگ ہو جاتا جو مجھ پر لطف تم کرتے
تمہارا پیار بھی حق میں مرے تلوار ہو جاتا

سفیرؔ اُس کی محبت میں رنگیلا ہے جو دل اپنا
وہ ترکِ جنگ جو بھی نادر افشار ہو جاتا

کس سرو قد کے شعلۂ رخ کا ظہور تھا
گلزار میں ہر ایک شجر نخلِ طور تھا

چھایا ہوا جو چار طرف ایک نور تھا
اپنے سیاہ خانے میں کس کا ظہور تھا

آئی تھی حور ساغر کوثر لئے ہوئے
کب اُس پری کے ہاتھ میں جام طہور تھا

دریا بھی اُس کو دیکھ کے پیچھے سرک گیا
سینے میں جذر و مد تھا یہ کا وہ غور تھا

ٹھہرے ہوئے تھے رات کو دو شعلے بزم میں
اک شمع کا تھا نور تو اک اُن کا نور تھا

آئی ہے بندہ سیکدے میں مجھکو چین سے
دستِ سبو میرے لئے زانوئے حور تھا

اُس رشکِ مہر تک تھی پہنچنے کی جستجو
بیتاب مثلِ ذرہ دلِ ناصبور تھا

تیرِ نظر کا خود بھی نشانہ ہوا ہے دل
کہتا ہے مجھ سے اب کہ بچانا ضرور تھا

غفلت تھی بادشاہوں کو سمجھے نہ تھے اسے
قابل جو ٹھوکروں کے سرِ پر غرور تھا

ظلم و ستم بھی سہکے ترا دم بھرا کیا
ترکِ وفا کروں یہ محبت سے دور تھا

جس وقت سامنا ہوا عفوِ کریم سے
زاہد قصور وار تھا میں بے قصور تھا

اس وجہ اپنی شق شناہے بڑھی ہوئی
دریا سے بے سفینہ کے قصدِ عبور تھا

ساری رعیت اپنی سلماں ہے اے سفیر
ہر وقت پال کفر سے اسلام پور تھا

آپ کا وعدہ نہیں ہوں کہ جو ٹل جاؤں گا
نہ گریبانِ سحر ہوں کہ نکل جاؤں گا

وادیِ عشق میں ٹھوکر جو لگے گی مجھکو
یا علی کہکے وہاں بھی میں سنبھل جاؤں گا

۳۵

طبع کو میری تنوں سے تنفر ہے سدا
میں مزاج ان کا نہیں ہوں جو چل جاؤں گا
حضرت نظم سے یوں ہوگی ملاقات پھر
ہیرا اصلاح میں لیکر یہ غزل جاؤں گا

شبِ فراق اک بُری بلا ہے یہ نوٹ دے کر چھپا رہا ہے
فلک پہ چمکا جو کوئی تارا گماں ہوا چشمِ اہرمن کا

میں مر کے بھی کوئے یار میں ہوں صبا کے کب اختیار میں ہوں
ہوئی نہ برباد میری مٹی غبار بنکر رہا وطن کا

ہر اک کو اپنی پڑی ہوئی ہے کہاں کی جنت کہاں کا دوزخ
میں شیخ محشر کو جانتا ہوں کہ شمہ اک حشم سخر فن کا

جو سبزہ خط پہ ہاں دمیدہ تھی اثر لبِ یار سبز گ ہے ظالم
لحد میں رکھتے ہی اپنا مُردہ ہلا ہوا رنگ بھی کفن کا

نہ چشمِ دشمن میں ہوں کھٹکتا نہ زیبِ دستارِ دوستاں ہوں
نہ خارِ صحرا ہوں اے سفیر اور نہ پھول ہوں میں کسی چمن کا

سب کو پابندِ رضا بقضا کا دیکھا
ایک ہی حال یہاں شاہ و گدا کا دیکھا

یاد بیضا کو بھی خاطر میں نہ لایا اے دوست
جس نے جلوہ ترے نورِ کفِ یا کا دیکھا

قتل تو نے جو کیا پائی حیاتِ جاوید
باغِ جنت میں اکڑتا شہدا کا دیکھا

طبعِ رنگین نے مضامیں کی دکھائی ہے بہار
رنگ دل میں نفسِ بادِ صبا کا دیکھا

کیوں خجل ہو تا مسیحا کی میں کر کے منت
درد کو اپنے نہ محتاج دوا کا دیکھا

باندھ لی کفر پرستی پہ کمر زاہد نے
شب کو کیا حُسن بتِ ہوشربا کا دیکھا

محفلِ یار میں اکھڑا ہوا پایا سب کو
رنگ جمتا ہوا دیکھا تو جما کا دیکھا

بتکدہ جانے سے کیوں روکتا ہے شیخ حرم
تو نے کعبہ میں بھی کب نورِ خدا کا دیکھا

غیر کے دست نگر ہوتے نہیں عالی ظرف
آب و دانے کو نہ محتاج ہما کا دیکھا

آہ برج اسد تلک کو گئی — شیر گردوں ہوا شکار مرا
نام سے میرے جنکو نفرت تھی — ذکر کرتے ہین بار بار مرا
دامن یار پر جگہ نہ ملی — کیون نہ اوڑتا پھرے غبار مرا
سب کے آنکھون میں اب جگہ کرلی — طوطیا بن گیا غبار مرا
نظر آئیگا آسمان حباب — ہو اگر دیدہ اشکبار مرا
کش مکش سے جنونکی تنگ ہونمین — یہین ہو جائیگا فشار مرا
آسمان تک یہ پہنچ گیا ہے غما — خاک ہو کر بھی ہے وقار مرا

الفت زلف مین ہوا ہون سفیر
مشک ہو جائیگا غبار مرا

سر کے بل چلنا ہے لازم شاہراہ طوس کا — کوکبہ کوسون سجیا ہے تاج کیکاؤس کا
حال یون ظاہر کیا داغ دل مایوس کا — خط کے بدلے یار کو بھیجا ہے پرطاؤس کا
بت پرستی کی یہان تک پڑگئی عادت مجھے — ننگ ہوا بانگ اذان برنالۂ ناقوس کا
چومتا ہون اسکو جہانسے لگاتا ہون اسے — شیشۂ وساغر سے لطف آیا کنار و بوس کا
کیا عجب حملہ صف مژگان سے کردی یک بیک — کام لیتا ہے نظر سے اپنی وہ جاسوس کا
لب شستہ شہ کے گردش سے زمانیکی بچا — حال زار اب رحم کے قابل ہے زار روسکا

کس غضب کی آگ ہو اسمیں کہ بجھتی ہی نہیں
گرم آہوں سے ہمارا قلب مجمر ہوگیا

نامہ بر کے قتل سے ہاتھ اسکے نگیں ہوگئے
آج کیا رنگ حنا رنگ کبوتر ہوگیا

قدر در بار سلیماں میں ہوئی ست سے زیاد
سادہ میں بھی اُس پری پیکر کو زیور ہوگیا

فکر یہ زندہ نکوی جنت میں تو بہتی نہیں
کیا کریں گے پھر جو خالی حوض کوثر ہوگیا

اب شکایت یار کی ہی اور نہ شکوہ غیر کا
ظلم سہتے سہتے دل اپنا بھی خوگر ہوگیا

دوست رکھتا ہو فلک تجھکو بھی شاید اے پری
جو سے ٹوٹا جو تارا وہ بخیہ در ہوگیا

شرم سے پانی ہوئی گلشن میں سرو جوبیاں
یار کا بوٹا سا قد بر کہ صنوبر ہوگیا

ایک یم خوبی کی الفت میں جو موت آئی ہمیں
دامن سیلاب ہی مرقد پہ چادر ہوگیا

مجھسے یوں میخانہ عالم میں عبرت نے کہا
ٹھوکروں سے جو رجم کا کاسۂ سر ہوگیا

کردیا ممتاز کیا نوں میں حق نے اے صفیر
جو نہیں اپنا پیگانا اب جو ہیچ سر ہوگیا

فصل خزاں کے آتے ہی گلشن اجڑ گیا
بلبل غریب اپنے وطن سے بچھڑ گیا

نکلا نہ کام آہ سحر عہد فراق میں
کوڑا بھی کہا کے ابلق ایام اڑ گیا

سوز غم فراق کا لکھا کبھی جو حال
مضمون اپنا شعر سر آتش کے ڈر گیا

کوسوں ہی دور رہا نشہ ابھی ساحل مراد
بیڑا ہمارا جا کے تلاطم میں پڑ گیا

دام گیسو سے جو چھوٹا تو نظر بند ہوا
مرغ دل کو مرے یوں رشتہ بپا رہنا تھا

دم ٹھہر کر تو ذرا وہ صف مژگاں لیتی
اپنا میداں انہی ترکوں سے بھرا رہنا تھا

دل کو کیوں اپنی حکایت کی بری ہے عادت
شامل مرہ ارباب وفا رہنا تھا

خامشی میں مجھے کیا عشق کی لذت ہے سنیر
دل میں الفت ہے اگر لب پہ گلا رہنا تھا

ہے کشمکش میں روح عجب حال ہو گیا
گیسو کا عشق جان کا جنجال ہو گیا

او مست ناز چال یہ اتنا نہ کر غرور
مڑ کر تو دیکھ دل مرا پامال ہو گیا

در پردہ اس سے ہو نہ لگی اب تو چھیڑ چھاڑ
ای عشق تو ہی بیچ کا دلال ہو گیا

کی اوسکے رخسے جب گل بازی نے ہمسری
اتنے طمانچے کھائے کہ منہ لال ہو گیا

آئی مرے ہمیں بھی امار نکے گھر میں
بوسیدہ جامہ رشک دہ شال ہو گیا

ایمان اب کہاں بت کافر بغل میں ہے
ماہ صیام غرہ شوال ہو گیا

اعمال نیک و بد سے بشر کا ہے امتیاز
مہدی ہوا کوئی کوئی دجال ہو گیا

ارائش اپنے حسن کی چاہی جو سرو نے
طوق گلوئے فاختہ خلخال ہو گیا

چھاتی پہ لوٹتے رہے سانپ آکے رات بھر
دیکھو جو انکے بال عجب حال ہو گیا

ہچکی جو بیٹھ جائیگی اوس بدمزاج سے
شکر خدا ملاپ تو فی الحال ہو گیا

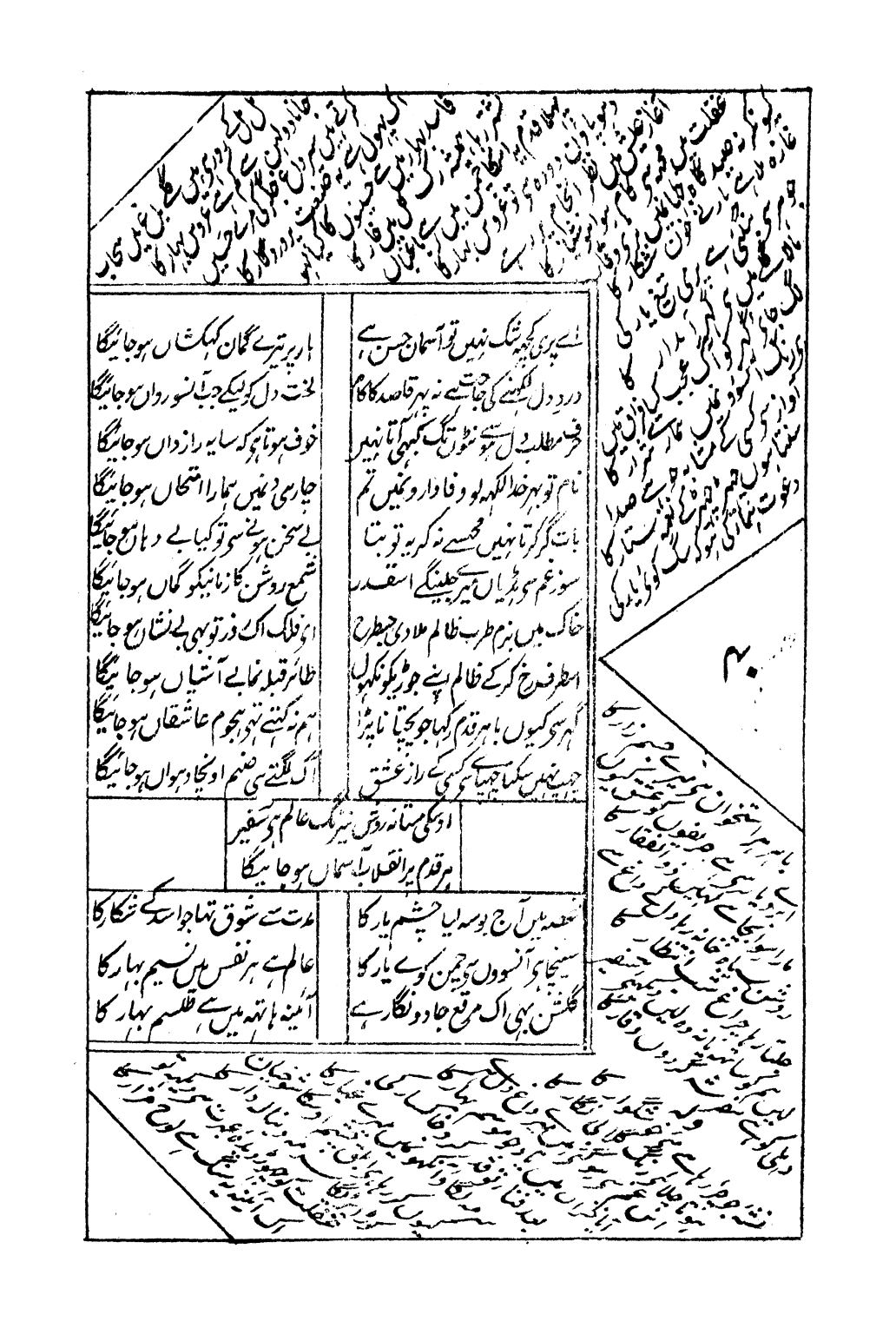

کب سوزِ غم سے دہر میں خالی ہیں سنگ دل
پاتا ہوں قلب سنگ میں ہر کن شرار کا

دل تھام کر وہ رہ گئے بسمل کو دیکھ کر
خود ہی شکار ہو گئے اپنے شکار کا

سہرہ بنا ہے رخ کا عرق مس بہار کے
آنچل لٹک لٹک کے ہے گلنار کا

بلبل ہے داد خواہ اگر باغباں نہ ہو
سر پر خزاں کے خون رہے گا بہار کا

آئی ہے موت آج بیاباں میں قیس کو
ماتم کریگا کون غریب الدیار کا

بلبل کو عشقِ گل میں جو آکر رولا گئی
چھوڑا ہو لے یہ بھی شگوفہ بہار کا

ہیں فاتحہ کو جمع جیں سارے اک طرف
پریوں سے بھر گیا ہے کنارا مزار کا

تیر نظر چلے اسی طاؤس مست پر
کھیلو شکار آکے دلِ داغدار کا

تنکر غبار کاش پہنچا رکاب تک
رہوار رہے ہوا پہ مرے شہسوار کا

وہ دل جلا ہوں وادی غربت میں اے سفیر
لپٹا ہے مجھ سے دوڑ کے سایہ چنار کا

دل یہ کب شیفتہ چشم پر فن ہوا
ہاتھ کب سرمہ کش نرگس جادو نہ ہوا

قدر تیری بھی تو ہوتی کبھی افسونِ نیاز
تو کسی آنکھ کا چلتا ہوا جادو نہ ہوا

ٹوٹتا آکے شب ہجر مری چھاتی پر
تو بھی اے مار سیہ یار کا گیسو نہ ہوا

پنجۂ شیر کا شانہ مرے سر میں ہوگا
جوش وحشت میں اگر فرق سر مو نہ ہوا

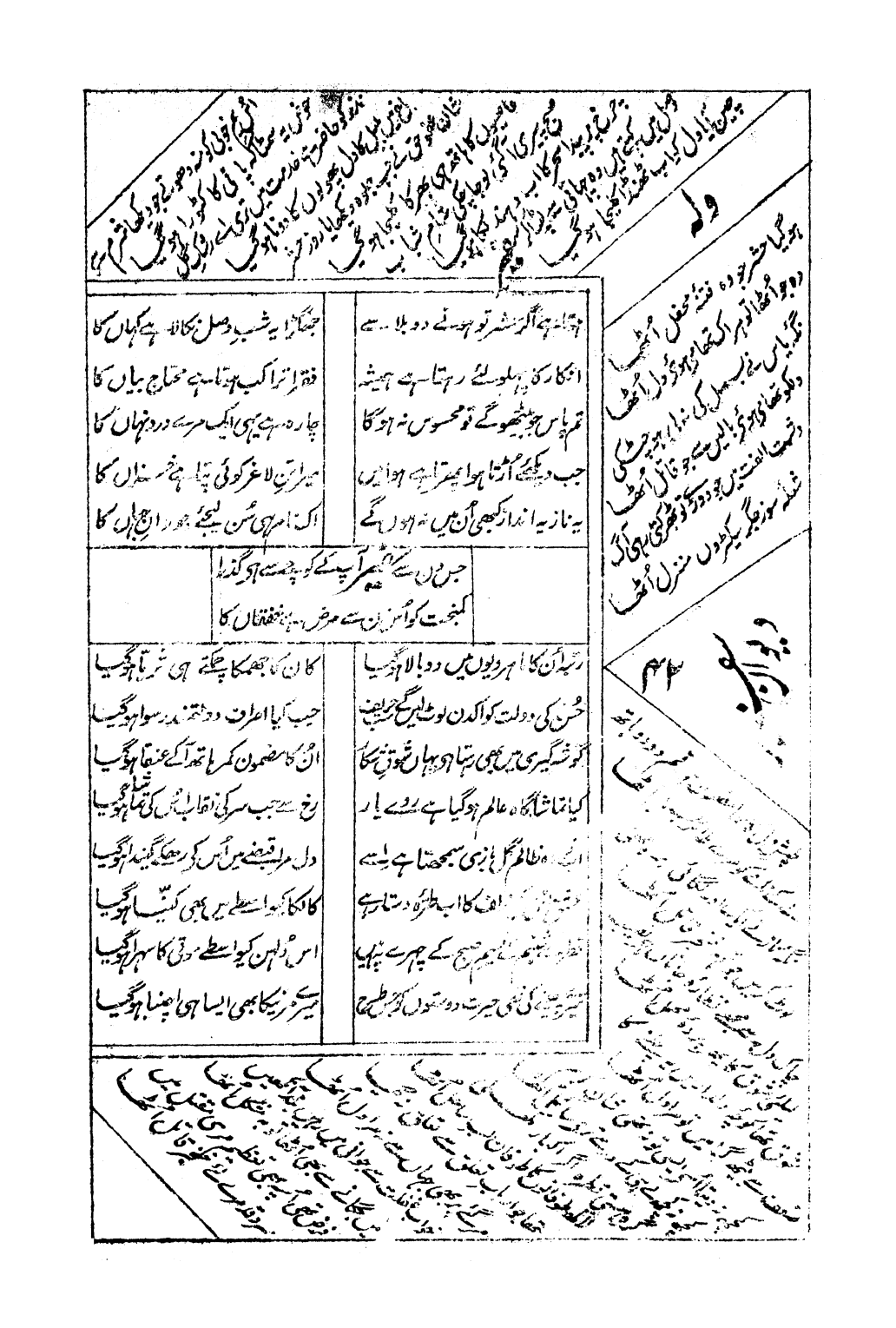

اُس پرویش کو جو زندانیں کبھی دیکھا لیا
خاک ہے قافلے والو کسی درماندہ کی
دے رہا ہے خبر بر ہی بزمِ طرب
ہاتھ ملتا ہوا جو شور جلا جل اُٹھا

کیا صفت مجھسے شہ ناصر و یں کی ہو سفیر
خاک ایران سے عجب سرو و باذل اُٹھا

باغِ عالم میں نہیں کیا تجھسے بڑھ کر دوسرا
گھومتے رہتی ہے میر ہی سیہ خانے کی گرد
بانرے گھیرا نہ ہو وہ راستہ بھٹکا نہ ہو
لاکھ درگاہوں کی اک درگاہ ہے درگاہِ دل
شکوۂ بیدادگر دوں ہے بہ بھجیں اہلِ صبر
شے گدائے نہ القاہ دیر مغاں میں چلکے دیکھ
اک پیالے میں کہیں نشہ ہوا ہے ساقیا
کیوں بھیجوں یار کو قاصد پہ نامہ خط پہ خط
طعن بھی کی اُس ستم ایجاد نے گالی بھی دی
یہ ہنر ہے فاقلو روشنگری کیا ارث ہے

دھونڈھ لیں گے ہم بھی اے ترکِ صنوبر دوسرا
شامِ ہجراں کو نہیں ملتا کوئی گھر دوسرا
لکھ رہا ہوں نامہ بھیجوں گا کبوتر دوسرا
دھونڈھتی پھرتی ہے کیوں حرصِ گدا در دوسرا
دیدۂ پُرخون سے ہو رنگِ سخن گر دوسرا
ایک پر تر جیح رکھتا ہے تو لنگر دوسرا
دے مئے گلرنگ کا تو بھر کے ساغر دوسرا
بعد پیغمبر نہیں آتا پیمبر دوسرا
ایک نشتر کھا چکا دل ہے یہ نشتر دوسرا
ایک دنیا سے اٹھا پہنچا سکندر دوسرا

دھونڈھتا پھرتا ہوں بازار دوں میں
ساری دنیا میں کہیں ایسا نہ ہو
کیا کریں ہجر میں ہم کیا نہ ہو
ایک ہے ایک سے بڑھ کر دوسرا
ہے مغنی نامہ اس کی نہ ہو
ہے مغنی نامہ اس کی نہ ہو

غزل

جنبشِ ابرو سے ظاہر کنارہ ہو گیا
رازِ دل افشا کیا تو آشکارا ہو گیا
حسن جب حاصل نہ ہو تو کاشکارا ہو گیا
خاکِ ما کس کے دلِ صد چاک کی ہے آرزو
پھول جب گلشن میں کھلا وہ ہزارا ہو گیا

عاشقوں کے کام آنوں ہے اک شرارا ہو گیا
دانۂ خال سیہ پر اُن کو غدر
دشت میں مجنوں سے میرا بھائی چارا ہو گیا
ہو گیا فیضوں کو مشکل نظارا ہو گیا

کرتی ہے تلوار کا اب کام ہر موجِ شراب
قتل پر اُس چشمِ میگوں کا اشارا ہو گیا

دل کو مژگاں ہی ذرا کالے چلی تھی یار تک
ڈوبتے کو آج تنکے کا سہارا ہو گیا

عرش کی قندیل بنکر اب یہ چمکا ہے سفیر
ایسا اونچا میرے طالع کا ستارا ہو گیا

دل پہلے مجھسے صاف تھا میرے حبیب کا
اُس نے بُرا کیا ہے بھلا ہو قریب کا

کافر بنا دیا بتِ ترسا کے عشق نے
جو دل میں داغ ہے وہ نشاں ہے صلیب کا

کاتب کی آنکھ ہے کہ لفافہ کی مہر ہے
مکتوب ہے یہ عاشقِ حسرت نصیب کا

میرے طرف سے کوئی بھی کہتا نہیں اُنہیں
دل توڑتے ہیں آپ سدا اُس غریب کا

خُلقِ نبی و خلقِ حسن آشکار ہے
ریور یہی ہے مرد شریف و نجیب کا

ڈالی ہے اُس نے پیار سے آئینہ پر نظر
منہ دیکھکر اُٹھا ہے کسی خوش نصیب کا

خوانِ کرم سے اُس کے سدا فیضیاب ہیں
صدقہ ہے روز ہم کو ہمارے نصیب کا

رہتا ہے تا بزیست ندامت کا داغ
ہے اشرفی سے بڑھکے طمانچہ ادیب کا

موت آکے پھر نہ جائے مجھے اس کا ہے خیال
بھیجنا ہے میں نے بھاڑ کا نسخہ طبیب کا

ہر بیت سے سفیر بلاغت ہے آشکار
چھپتا نہیں ہے رنگ کلامِ ادیب کا

ظلمات کی طرف یہ سکندر رواں ہوا
یا دل کو عشق طرۂ جنب فشاں ہوا

اپنا حریم قدس میں جب امتحاں ہوا
دل سالک مسالک راز نہاں ہوا

جلوہ فگن ہو دل میں ہمارے خیال دوست
آراستہ اسی کے لئے یہ مکاں ہوا

دریا دلی سے پیر مغاں کی تھا آب آب
باغ ارم میں چشمۂ کوثر نہاں ہوا

آتیں یہ نغمہ سنجیاں خالق کو بھی پسند
سدرہ کی شاخ پر نہ مژآشیاں ہوا

بوسہ بھی ان جبینوں سے ملنا محال ہے
اب ہی کے نرخ حسن کچھ ایسا گراں ہوا

رنگ عروج آبلۂ دل میں تھا نہاں
پہلے بنا حباب تو بعد آسماں ہوا

دل ہل کے خاک ہو گیا حیرت کی بات ہے
اس میں لگی نہ آگ نہ اونچا دھواں ہوا

بت بھی صنم کدہ میں الٰہی بگڑ گئے
نالہ کیا تو شبۂ بانگ اذاں ہوا

ناوں نے میرے چرخ کو دیدی شکست فاش
دیکھو وہ سرنگون علم کہکشاں ہوا

کشتے جو تیغ ابروئے قاتل کے جی اٹھے
شرمندہ لعل لب سے مسیح زماں ہوا

اب دیکھئے جواب بھی آتا ہے یا نہیں
خط لے کے نامہ بر تو الٰہی رواں ہوا

کی میں نے دل سے آہ وہ تڑپا زمین پر
گویا حریف کشتۂ نوک سناں ہوا

دیکھا ہوا ہے وامق و مجنوں کا حوصلہ
دشت جنوں میں کون مرا ہم عناں ہوا

خم سے جو اس نے شیشے میں کی جلوہ گستری
بنت العنب پہ لال پری کا گماں ہوا

پیری میں یہ نعم کا قد راست بہکا کب
خم آج ستوں ہو گیا عبر سے محمل کا

نیت ہو مری پاک سمجھتے ہیں حسیں سب
حوروں میں بھی شہرہ ہے مرے حسنِ عمل کا

بسمل کا تڑپنا بھی نہ دیکھا گیا اس سے
غش آگیا قاتل کو مرے خون ہے حل کا

افسوس مسلمانو نہیں کیا چھوٹ پڑی ہے
سکہ ہے زمانے میں نصارا کے عمل کا

الکوں سے شگفتہ ہے گلِ داغِ محبت
لیجائیے لیجائیے پہہ پھول کنول کا

مریم کو سرِ دست یہ گلشن میں گلہ ہے
عیسیٰ نے مداوا نہ کیا پنجۂ شل کا

ہم جوٹتے ہیں ہاتھ نجاؤ ابھی یہاں سے
تڑکے کو بڑی دیر ہے ابتک ہے دھندلکا

آلہے نظر اب لبِ شیریں پہ خال
ہر وقت مجھے خوف ہے زہرِ عسل کا

شمشیر ہی کے گھاٹ اتر جائیں گے عشاق
ابرو کا اشارہ بھی اشارہ ہے اجل کا

اے دشنۂ غمزہ سے وہاں فوج مژہ لیس
اندیشہ بہت کستورِ دل کو ہے خلل کا

تم دل کو مرے طرہ کاکل کے عوض لو
ہے گلشنِ عالم میں مزہ پھیر بدل کا

گر سینہ ہو پر داغ تو ہے گلشنِ جنت
کھلجائے تو دل غنچہ ہے اسرار ازل کا

ناصح کا ہر اک بات پہ جھنجلا کے وہ کہنا
کیا جانے گا ان باتوں کو بچہ ہے تو کل کا

یہ زخم نہیں تنہ پہ مرے پھول کھلے ہیں
لیتا ہوں مزہ کیا میں تری تیغ کے پھل کا

پہنچا ہے کہاں تک ترے ابرو کا اشارہ
شہرہ ہے زمانے میں بہت جنگ و جدل کا

آئی بہار شور نہ ہو بلبلوں کا کیوں
گلدستہ داغ دل کا ہمارے مہک گیا

پروانہ غیر ہے رخِ روشن کا جب سنا
شعلہ کی طرح میں بھی اُسی دم لپک گیا

ملتا ہے نقد عیش ترے بینوا کو کب
کھودی جہاں زمیں کہ خزانہ سرک گیا

بوسے بھی مل گئے مجھے روئے مسیح کے
پہلو میں بیٹھتے ہی ستارہ چمک گیا

اُس پر گمان ہوا دل صد پارہ کا مجھے
بے یار کے چمن میں جو غنچہ چٹک گیا

آیا جو فاتحہ کے لئے شمع رو نصیر
شعلہ چراغ قبر کا میرے بھڑک گیا

نالہ جو تیرِ بن کے دہن سے نکل گیا
دیکھا تو پار چرخ کہن سے نکل گیا

ماتم کروں نہ کس لئے یارانہ فرقہ کا
آتا نہیں جو دانت دہن سے نکل گیا

بہلانے دل گیا تھا اُن آنکھوں کی یاد میں
نرگس کے پھول لیکے چمن سے نکل گیا

حاجت پڑی نہ ہم کو کفن کی ہزار شکر
غربت میں کام رختِ کہن سے نکل گیا

زنداں اُجاڑ ہو گیا کچھ اس میں شک نہیں
دیوانہ تیرا رنج و محن سے نکل گیا

ہے اسمیں رنگ وا دے مینو سرشت کا
کب آکے کوئی ملکِ کہن سے نکل گیا

اُس چشم سرمگیں نے ٹھہرنے دیا کسے
آہو چرا کے آنکھ ختن سے نکل گیا

شکل حبیب آئی سامنے تو یا علی کہا
یہ اسم اعظم اپنے دہن سے نکل گیا

اے ہمسوار دیکھتا اُس دن میں تیری شان
بنواتا میری آنکھ سے حلقہ رکاب کا

بجھتے ہوئے وہاں نفس سرد جائیں گے
محشر میں نخم ہیں طپشِ آفتاب کا

ہے بحرِ حسن سیر کو دریا پہ چل کے دیکھ
کس طرح بیچ رہا ہے کٹورا حباب کا

چپکا ہے قطرہ سمک کا رگِ چشمِ مست سے
یاد آگیا ہے مجھکو بھی کھینچا شراب کا

تھا لطف سیکشی کا مرے دم قدم کیا
اب کھا پڑا ہوا ہے قدح آفتاب کا

الماس کا رغم ہے جگر کو ہر ایک بوند
ہے زہر زخمِ غیر میں پینا شراب کا

اُس ہجرِ حسن کے ہو مکاں کا یہی پتا
دیگا دکھائی دور سے گنبد حباب کا

عالی ہے جسکا طرف تو اعلیٰ ہے اُسکا فعل
آئینہ دیکھتا ہے فلک آفتاب کا

دل کی نظر جو دیکھ پڑی یاد آگیا
طاؤس مست پر وہ جھپٹنا عقاب کا

دریائے عشق کا ہے شناور یہ دل مرا
ماہی کو خوف کچھ نہیں طوفانِ آب کا

ہم جس کو آفتاب سمجھتے ہیں اے سفیر
ہے تاجِ خسروی سرِ خشتِ آب کا

دیکھے گی خلق جلوہ رخِ لاجواب کا
گوشہ بنا ہے دامنِ محشر نقاب کا

ہو دل میں داغ گیسوئے پر پیچ و تاب کا
دیتا ہے بوئے مشک دھواں اس کباب کا

ایسا مرے سوال پہ گھبرا گئے ہیں وہ
ہے انتظار غمزۂ حاضر جواب کا

دم قدم سے قیس کے رونق ہر دشتِ نجد کی
پہلے یہ ویراں تھا اب کیسا سُہانا ہو گیا

مجھ سے دلدار ملکر نہ لے محبوب سیم اندام زر
جنگ سے شاہ ہو نکا بھی خالی خزانہ ہو گیا

شکر ہے انصاف پر ہو طبع ہٹ دھرمی نہیں
جو گلہ ہم نے کیا وہ دوستانہ ہو گیا

دیکھکر محراب ابرو کو جھکے سجدے میں ہم
یوں ادا کعبہ میں فرض پنج گانہ ہو گیا

اگلے سے وہ اہلِ فن ہیں اور نہ وہ صاحبِ کمال
کیسے کیسے لوگ تھے خالی زمانہ ہو گیا

لاتے آتے رک رہے وہ میں نے جب ٹوکا سفیر
اونگتے کو مچھلیاں کا اک بہانہ ہو گیا

سفاک تیرے کوچے میں جب سو گذر ہوا
سمجھے دیارِ خانہ خرابی میں گھر ہوا

افسوس ہے کہ دل میں کسیکے نہ گھر ہوا
میں چشمِ خلق میں نہ تمہاری نظر ہوا

دیں دل کو اضطراب میں کیا کیا تسلیاں
شوقِ وصال مرہمِ زخمِ جگر ہوا

آنکھ سے اوجھل کے گر اطفال اشک آج
محبوب سب میں کیوں میرا نورِ نظر ہوا

عاشق ہوا ہوں جب سے تمہیں حکمراں ہے
کب دل پہ اختیار قضا و قدر ہوا

پوچھا نہ اُس مسیح نے بیمارِ ہجر کو
کیا کیا ہمارا حال نہ نوع دگر ہوا

کہتی ہے روح پڑ گئی آزاد یوں یہ خاک
جب سے کہ میرا قالبِ خاکی میں گھر ہوا

عاشق سے اپنے بات نہ کی اُس نے وصل میں
روتے ہوئے غریب کو پھسلا پھر ہوا

لے خبر تو بھی تو جادو کے جگانے والے
دم نکلنے کو ہے اس شیفتہ جادو کا

اور بڑھ جاتی ہے وہ چند جلا آئینہ کی
عکس پڑتا ہے جو اے شوخ ترے زانو کا

بوریا گوشۂ عزلت کا ہوا تخت شہی
ہو گیا بال ہما نفش سریر پہلو کا

وہ مری دشت نوردی وہ سہانا جنگل
اور رہ رہ کے ہمکنا وہ گل خودرو کا

پھر اُترنے کا نہیں عقرب ابرو کا زہر
سانپ سے بڑھ کے مجھے خوف ہے اس بچھو کا

خال ابرو پہ جو دیکھا تو یقیں آیا مجھے
اب تو کعبہ میں بھی ہوتا ہے گذر ہندو کا

صبح ہو جاتی ہے پر نیند نہیں آتی ہے
دل یہ کہتا ہے کہ تکیہ ہو اسی زانو کا

صبحدم شکل نسیم آیا جو گلشن میں وہ شوخ
لیکے انگڑائی اُٹھا سبزہ کنار جو کا

دن مسرت میں گذر جاتا ہے اللہ اللہ
آرسی اوجھتی ہے منہ دیکھ کے کس خوشرو کا

یاد جب آتی ہے پس پس کے یہ رہ جاتا ہے
دل میں ایسا ہی اثر سرکش جادو کا

دل کا جو کلمہ توحید وظیفہ ہے سفیر
شہر بھی آج نظر آتا ہے میداں ہو کا

ہوئی ذلت پہ ذلت ہمکو عشق یار میں کیا کیا
پھرے آوارہ ہو کر کوچہ و بازار میں کیا کیا

ہوئی ذلت پہ ذلت ہمکو بزم یار میں کیا کیا
رہا ہے ذکر اسکا مجلس اغیار میں کیا کیا

پھپھولے دل کے پھوٹے ہیں جو پھوٹے پاؤں کے چھالے
مرے وحشت کدے آئے وادی پرخار میں کیا کیا

ساتھ دیگا کون تنہائی کی شب میں یہ نجیا
میرا سایہ تو ابھی سے بے نشاں ہونے لگا

جوہرِ شمشیر تاروں کی طرح آئے نظر
عکسِ تیغِ یار دھکر کہکشاں ہونے لگا

آگیا اُس کو پسینہ جب سوال وصل پر
حسن کی گرمی سے چہرہ درفشاں ہونے لگا

اپنی بخشش سے جو مجھ کو یاس سی ہونے لگی
آیۂ لا تقنطوا ورد زباں ہونے لگا

بدگمانی کس قدر ہے حسن کی تعریف پر
پھر نہیں سن تے وہ ذکر اُس کا جہاں ہونے لگا

ذکر مجھ وحشی کی جو خانہ خرابی کا سنا
گردبادِ دشت کا اونچا دھواں ہونے لگا

اونچہ رہا تھا کیا قیام حشر اُس قد پر سفیر
تو قیامت آگئی قد کا بیاں ہونے لگا

حسن زائل ترا لے آئینہ رو ہو جائے گا
چار دن میں رنگ عارض اڑ کے بو ہو جائے گا

تیرے دروازے پہ خونِ آرزو ہو جائے گا
آج جو ہونا ہے وہ اے جنگ جو ہو جائے گا

نامہ بر کے قتل سے تو سرخرو ہو جائے گا
ہاتھ کی مہندی کبوتر کا لہو ہو جائے گا

دیکھکر تیرے رخِ روشن کو ہو گا آب آب
مہر کا چشمہ چھلک کر آب جو ہو جائے گا

مثلِ شبنم مہر تک پہونچائے گی افتادگی
چرخ کے ہمپایہ پائے جستجو ہو جائے گا

تم نے کی مجھسے دغا یا بیوفائی میں نے کی
فیصلہ اسکا خدا کے روبرو ہو جائے گا

لوٹتے ہی لوٹتے پڑھ لیں گے ہم مثل نماز
خون ہے اپنے ہی بس اپنا وضو ہو جائے گا

دل ہدف ہونے کو موجود تھا ہر وقت یہاں
چھوٹ کر تیر نہ ابرو کی کماں سے آیا

دیکھکر بزم میں اپنی مجھے کہتے ہیں سفیر
بے بلائے ہوئے مہماں کہاں سے آیا

تجھ سے خلوت میں بھی کہہ سکتے نہیں راز اپنا
ہو گیا رعب ترا سرمۂ آواز اپنا

اے کبوتر تجھے خط لیکے پہنچنا ہے وہاں
روز سب صرف نہ کر دی دم پرواز اپنا

مشورہ ترک محبت کا نہ دیتا تھا کبھی
دشت وحشت میں فقط قیس تھا ہم راز اپنا

ترے انداز بلا ہیں ہمیں معلوم نہ تھا
کر لیا تو نے تو اے چشم فسوں ساز اپنا

کون بولا پس چلمن مجھے معلوم ہوا
کر گئی کام مرے دل میں وہ آواز اپنا

اپنے سایہ سے بھی نفرت ہے یہی تو یہ
جوش وحشت میں ہوا ہے عجب انداز اپنا

سب سخن ساز بنائے گئے واں تو صد حیف
منہ دیکھا ئیں گے نہ اب مفسدہ پرداز اپنا

لٹ گئی ڈاک پڑا راہ میں ڈاکہ اس پر
اب کھلا جاتا ہے اوپر دہ نشیں راز اپنا

تھے جو ہمراہ رکاب اک بت ترسا کے سفیر
اور بن بن کے چلا اب سبک تاز اپنا

عشق ہے دل کو یا رجانی کا
وہی حافظ ہے زندگانی کا

خون ہوتا ہے شادمانی کا
قصد ہے غم کی مہمانی کا

ہاں مرے شعر داں کے ذوق زباں
کیوں نہ قائل ہوں قدر دانی کا

خاک میں تو ملا چکا مجھ کو
اب بھی دعویٰ ہے مہربانی کا

حال دل پوچھتا ہے کیوں ہمدم
کیا تماشہ بنا ہے بے تابی کا

ہو گئی اس کی زیر تیغ ادا
صید بسمل ہے تیز دستی کا

ہے سفیر اس کی بھی وہ جوانی کا
وقت ہے جس میں سستی و جوانی کا

بجا یا بہ سے قیس عامر نمی کو سر رحلت کا
مرے سر ہے کہ شیدا انتظار مہلک وحشت کا

دیا ہے اُس نے جارہ کھیکر انداز قامت کا
کلام کفر ہو شکوہ کروں گر اپنی قسمت کا

مراقب جانتے ہیں لطف کچھ رشک و قابت کا
مزا آتا ہے مجھکو خانقاہوں میں عبادت کا

معاذ اللہ ٹھکانہ بھی ہے کچھ گرد کدورت کا
مرا دل جیسے پہلو میں نہیں شیشہ ہے ساعت کا

سمجھکر مجھکو دیوانہ مری باتوں پہ ہنستے ہیں
پریزادیوں کو پھر دعوا ہے اسپر آدمیت کا

پس مردن بھی یوں لاشوں کو دفنایا شکر نے
عدو کی پائینتی رکھا سرہانا میری تربت کا

مرے داغ جگر سے آفتاب حشر چمکے گا
میرے بالوں میں ہوگا گرم ہنگامہ قیامت کا

معافی قل ہو اللہ احد کے کچھ نہیں مشکل
اٹھا دینا فقط کافی ہے انگشت شہادت کا

میں شاہ ہفت کشور ہوں بوقت میکشی ساقی
کھلا رہتا ہے سر پر چتر میرے ابر رحمت کا

ہوئی روز ازل جب حسن کی تقسیم عالم میں
ترے اندام نے تیرا اٹھایا ہے نزاکت کا

سہری پر جو لیٹے گا لب بام آکے وہ گلرو
بنے گا قرص مہ کل تکیہ زیر خواب راحت کا

مجھے کچھ غم نہیں اپنا اگر غم ہے تو یہ غم ہے
مرے مرنیسے پردہ فاش ہوگا شام غربت کا

دھندلکا صبح کا وہ تنگ کوچہ اور وہ گھبراہٹ
یہی تو وقت ہے موقع ملا صاحب سلامت کا

نکیساں دھوپ ہوتی ہے نہ یکساں چھاؤں ہوتی ہے
زمانہ یکطرف رہتا نہیں ہے رنج و راحت کا

مرا دل صاف ہے مجھسے حسیں بھی بے تکلف ہیں
بشر کو خلق میں ملتا ہے ثمرہ حسن نیت کا

دیکھا طلسمِ غنچۂ نرگس میں راز کا
یہ بھی کرشمہ ہے شررِ نیم باز کا

کیوں آتشِ نفس سے نہوں شعلہ زیرِ پا
قایل کبھی ہوا نہ دلِ بے گداز کا

کیا خوف ہے تلاطمِ امواج کا مجھے
طوفاں میں ناخدا جو خدا ہے جہاز کا

افسوس ہم نے صرف کیا اُس کو بیدریغ
ورنہ دل و دماغ خزینہ تھا راز کا

سنتا ہوں روز نغمۂ بالِ جبرئیل
طوبےٰ کے زیرِ سایہ مزہ ہے نماز کا

اس در پہ آبرو نہیں جاتی سوال سے
دریا ہے جوش پر کرمِ دل نواز کا

بھولے گا شیوہ ہائے ہوس آفریں کو دل
پرتو فگن جمال تو ہو بے نیاز کا

واقف غرورِ حسن نہیں جذبِ دے سے کیا
اس کبکِ مست کو نہیں ڈر شاہباز کا

پایا ہے اس نے کوزۂ سربستہ کا دماغ
ساقی کی خامشی میں بھی نکتہ ہے راز کا

بحرِ جہاں میں چاہئے انجام پر نظر
ہر موج آئینہ ہے نشیب و فراز کا

شرم و حیا ہے لازمِ آغاز دلبری
پہلا سبق یہی ہے مرے سرفراز کا

پیری جگا کے کہتی ہے تڑکا قریب ہے
اٹھو سفیر وقت اب آیا نماز کا

میں اسکی بزم ناز میں جب دل کو کھو چکا
تقدیر کو نصیب کو قسمت کو رو چکا

اب ہاتھ پاؤں مارنے سے فائدہ نہیں
سیلابِ حسن و عشق کا مجھکو ڈبو چکا

سفیر
۵۵

کبھی ہم کو بھی تھی موجِ طراوت نزہتِ خاطر
وہ گلگشتِ چمن وہ شور کرنا آبشاروں کا

چمن میں جاتی ہی یاد آگئی کیرنگ یارکی
بہت بہایا مجھے نظارہ پھولوں کے قطاروں کا

مرے قلبِ جگر کی آگ نے بھڑکا دیا انکو
خبر کیا تھی جہنم منتظر تھا دو شراروں کا

ضرورت پلٹنوں کی توپخانوں کی ہی میدانیں
سفیر اب جنگ میں رہنا نہیں لازم سلاروں کا

بندہ تسلیم نے پایا ثمر تسلیم کا
آتش نمرود ہے یا باغ ابراہیم کا

حق سمجھتا اُسے تیری ہے کیا گونہ نظر
خطِ جدول خود ہے بطلان صفحۂ تقویم کا

ہو اگر فکر بہشت اس ہاتھ دے اُس ہاتھ لے
پُل بنا دستِ کرم کو کوثر و تسنیم کا

شامتِ اعمالِ ما ہم صورتِ نادر گرفت
اب نظر آنے لگا اُلٹا اثر تعلیم کا

ہو نصیحت تلخ رکھ اُس کے فوائد پر نظر
فائدہ شربت نہیں ہوتا ہے گر نیم کا

تو بسر کر اپنی مثل جوہر فرد اے سفیر
مال دنیا میں کوئی جھگڑا نہ رکھ تقسیم کا

حسنِ عالم سوز کس کا تھا کہ جاں پرور ہوا
کس نے یہ صورت بنائی کون صورت گر ہوا

مرغِ دل کو آشیانِ لامکاں سے ربط ہے
پھر ٹھکانا ہی نہیں جب آپ سے باہر ہوا

حضرتِ زاہد کے اعمالِ ریائی کے لئے
صفحۂ پہلو کو نقشِ بوریا مسطر ہوا

طوفاں ہوا کریں گے محشر بپا رہے گا
آنکھوں میں تیری جبتک جادو بھرا رہے گا

کبتک جدا تو مجھ سے اے بیوفا رہے گا
دل خون ہو رہا ہے پھر مجھ میں کیا رہے گا

اُس سے وہی ہے واقف جس سے پڑا ہے پالا
وہ آشنا بھی ہو کر نا آشنا رہے گا

کہتے ہیں تیر مژگاں ہم دل کو چھاندیں گے
پہلو میں چھپ رہا ہے کبتک بچا رہے گا

عاشق کا دل چرا کے ہوگی نہ کچھ ندامت
پھر سب میں سرخرو وہ وزدغا رہے گا

دل کو سفیر اپنے سمجھائیں اب کہاں تک
جائے گا ایک دن یہ یا خود وہ آ رہے گا

تھا سائل مراد سے بیرا لگا ہوا
جس دم محیط عشق میں شوق تنا ہوا

پائی ہے قتل ہو کے شہیدوں نے زندگی
ہر قطرہ آب تیغ کا آب بقا ہوا

وحشت تو دیکھئے شب تاریک ہجر کی
سایہ بھی دور جا کے کھڑا ہے چھپا ہوا

ہیں فاقہ مست اور در میخانہ پر جبیں
چھوٹی کوئی نماز نہ روزہ قضا ہوا

گل کی طرح شگفتہ ہوا داغ آرزو
آئی بہار زخم جگر کا ہرا ہوا

میں در دہاں کہنی سے بچا ہو گئی نجات
خنجر کا دستہ حلق پہ دست دعا ہوا

اس خاکسار کا یہ کمال عروج ہے
سر پر زمین تو چرخ مرے زیر پا ہوا

آتا ہے دوست دوست سے ملنے کیواسطے
آپ اے اتنی دور مرے گھر تو کیا ہوا

ولا

بڑھایا حسن دو ہاتھ اور بھی ہاتوں کو پھیلا کر
حریفِ روسیہ کے گھر گیا وہ آس اب ٹوٹی
گلے کا ہار ہو جاتی ہے جسکو تاک لیتا ہے
اجل سمجھی ہوئی ہے تو اشارہ چشمِ قاتل کا

خجل ہے تیری انگڑائی سے ہالہ ماہِ کامل کا
بھروسہ دو گھڑی آگے تھا کیا کیا نقش کامل کا

سفیر اب اس غزل میں تم بھی بہرِ قافیہ کہدو
لکھا ہے خواجہ منصور نے بھی نام بسمل کا

ہوا ہو شوق ان کو بھی نہ آبِ تیغ قاتل کا
شبِ تاریک ہی میں ملگیا آخر پتا دل کا
فلک نے چارہ سازی کی ہے کسدن ہم غریبوں کی
خضر کے بھیس میں آکر لے رہزن عجب کیا ہے
ہمیں بھی یاد آجاتی ہیں وہ بیتابیاں اپنی
ہیں دیوانہ ہوں اسکی چشمِ فتاں کا عجب کیا ہے
یہ کیوں شاخِ قلم پر بھی گماں بیدِ مجنوں ہو
ٹھہر کر میرے عارض پر پہنچ جاتے ہیں دامن تک
تمہاری مانگ تو گیسو سے بڑھکر راہزن نکلی
گدائی کی جسے خو پڑ گئی جاتی نہیں سچ ہے

کہ موجوں میں بھی عالم ہے مری بیتابیٔ دل کا
ترے زلفوں نے کھولا کہل سکے عقدہ میری مشکل کا
بنا کسدن یہ پایا زخم دامندار بسمل کا
غبار اٹھ اٹھ کے دھوکا دیرہا ہے مجکو منزل کا
لہو رلواتا ہے دل کو تڑپتا مرغ بسمل کا
شباہت آنکھ کی پیدا کرے حلقہ سلاسل کا
رقم کرتا ہے مضمون صفحہ کاغذ پہ بسمل کا
طریقہ جانتے ہیں اشک بھی قطع منازل کا
مجھے تو خوف ہے شب سے زیادہ دن کی منزل کا
فلک کسدن نہ نکلا لیکے کاسہ ماہِ کامل کا

بیقراری سے جو ہر وقت میں چھو لیتا ہوں
ہنس کے کہتے ہیں دوپٹہ مرا میلا ہوگا

لالہ رو بدلی مجست جو رہیگی مجھ کو
داغ دل رشک دہ لالہ حمرا ہوگا

شیشہ خالی یوں ہی پھیکو نگا جوبی پی کے کشرا
ایک ان صحرا چمن گنبد مینا ہوگا

عادتیں اُس سے برائی کی نہ جائیں گی سفیر
اپنی قسمت سے جو اوسنے کوئی اسلے ہوگا

یہاں یہ گرم ہے بازار خود نمائی کا
کہ اب تو وقت نہیں قسمت آزمائی کا

گلہ سفیر سے کرتے ہو بے وفائی کا
یقین آگیا تم کو سنی سنائی کا

ٹلے تو توڑ سو بندھ کے لے آؤں تیشۂ فرہاد
پہاڑ بنگیا ہے آج دن جدائی کا

کوئی جوانوں سے پوچھے تو اُن کی دلکی اُمنگ
عجیب لطف ہے آغاز آشنائی کا

فراق میں یہ جمایا ہے رنگ نالوں نے
کہ زرد ہو گیا چہرہ شب جدائی کا

میں اُس کی تیغ پہ کیوں نقد جاں کروں نثار
چلن جہان میں دلبر کی ہے روٹھائی کا

بغیر آنکھ لڑائے وہ رہ نہیں سکتے
بڑا ہوا ہے جنھیں ذوق آشنائی کا

کبو کر دیا گردوں کو میرے نالوں نے
کہ رنگ چھوٹ کے نکلا شب جدائی کا

چمن میں دیکھ کے آتا ہے مجھکو پیار بہت
ہے شاخ گل میں جو عالم تری کلائی کا

جو چھالے پھوٹتے ہیں خار ہوتے ہیں سیراب
مجھے قلق نہیں اپنے برہنہ پائی کا

۵۹ اشتہار

بڑھ کے ہو خوان خلیل اللہ مرا خوانِ رزق
میہماں کثرت سے آئیں غل ہو بسم اللہ کا

بٹکدے والوں سے کچھ دل کی خصوصیت نہیں
اُس طرف بھی جا نکلتا ہے فقیر اللہ کا

ساعقِ افگن ہے کس دل سوختہ کی آہ گرم
چاندنی راتوں میں جلجاتا ہے خرمن ماہ کا

بہرِ عبرت قبر جب کھودی کسی درویش کی
گور کن کہتا ہے دیکھا میں نے مُردہ شاہ کا

دل مرا ہنگامِ عسرت بھی غنی ہے اے کریم
بانٹ کر کھاتا ہوں میں صدقہ تری درگاہ کا

طفل بازی کوشش کی صورت نہیں دل کی قرار
ہے دبستانِ جہاں پر شک جویازی گاہ کا

ایک شب تو چین سے سونے دے مجھکو اے لحد
میں تھکا ماندا مسافر آرہا ہوں راہ کا

امن آسایش ہماری ہے اسی سے اے سفیر
دم غنیمت ہے دکن میں شاہ آصفجاہ کا

آئینے میں دل کے میں عرفاں کا جوہر لیچلا
زندگی خضر و اقبال سکندر لیچلا

ایک جا رہنے سے کیا خانہ بدوشوں کو ہی کام
سیل کے ماند میں کاندھے پہ بستر لیچلا

ہم نے نقد صبر سی دولت نہیں دیکھی ہیں
مانگ کر محتاج سے جس کو تونگر لیچلا

پھر لبِ شیریں سے دی تو نے مجھے دشنام تلخ
پھر تری محفل سے میں قندِ مکرر لیچلا

یک بیک چمکی ہے قسمت مجھکو حیرت کیوں نہ ہو
بزم میں اک آئینہ رو کی مقدر لیچلا

نکہتِ گیسوئے جاناں لیچلی موجِ نسیم
شمع محفل کا دھواں لغزش سے گھونگر لیچلا

شب کو مرقد پر ہجوم شمع رویاں بڑھ گیا
فاتحہ پڑھنے جو آنکلے چراغاں بڑھ گیا

ہاتھ میری نبض پر رکھتے ہی بولا اٹھا طبیب
دل لگی کس سے ہوئی جو سوز پنہاں بڑھ گیا

میں یہ سمجھا مجھ سے پریاں جھک کے جب ملنے لگیں
آج کل کچھ عدل سرکار سلیماں بڑھ گیا

پیشوائی کو تری وحشی کی آتے دیکھکر
اپنی حد سے سایۂ نخل مغیلاں بڑھ گیا

ہم ضعیفی میں جوانی سے ہیں بڑھکر روسیاہ
سر ندامت سے نہیں خم بار عصیاں بڑھ گیا

اشکِ غم سے دل تہ و بالا ہوے عشاق کے
کشتیاں سارے ہی ڈوبیں گی کہ طوفاں بڑھ گیا

دیکھکر ابرو چھپا خورشید برجِ قوس میں
ماہ نو سے جب ترا عکس گریباں بڑھ گیا

سرکشی بھی دہر میں ہے عین پستی کی دلیل
بجھ گئی جب شعلۂ شمع شبستاں بڑھ گیا

جو ہیں پاکیزہ گہر بختی سے گھبراتے نہیں
قید میں یوسف ہے رتبہ و چنداں بڑھ گیا

تکتے ہی صورت کو اوس کی رہگئے جو ملک
سر پہ رکھکر بار دونوں سے انساں بڑھ گیا

یہ نہ دیکھا پیچھے پیچھے ناقہ کے مجنوں بھی ہے
شعر کچھ پڑھتا ہوا آگے ہر سخواں بڑھ گیا

رنگ کب جمنے دیا طاؤس کا رفتار نے
تجھ سے کسدن چال میں کبک خراماں بڑھ گیا

کرتا ہے تسخیر شاہوں کو فقیر اس نقش سے
بورے سے میرے کب تخت سلیماں بڑھ گیا

جوش گریہ میں جو میں نے شکل اپنی دیکھ لی
دیدۂ آئینہ میں آشوب طوفاں بڑھ گیا

زلف نے رونق بڑھادی عارض پر نور کی
آیتیں اتنی ہوئیں نازل کہ قرآں بڑھ گیا

اُن کے قدموں کی گرمی تھی اُڑ کے کیا صحرا خاک
اور زخمِ سرِ چشمِ غزالاں بڑھ گیا

وہ نہ پوچھیں میرے آنسو پر خیال اسکا کریں
خلق کو زحمت ہو بے ہنگامِ باراں بڑھ گیا

اس میں سو سو رنگ کی وحشت نمود کھلائی ہے
دامنِ گل سے مرا چاکِ گریباں بڑھ گیا

تھا میں بجو و حیرتِ حسنِ عرق آلود سے
دیدہ و دل میں صفِ آئینہ چیراغاں بڑھ گیا

اب تو کانوں میں بھی آواز جرس آتی نہیں
اتنے پیچھے رہ گئے اتنا ہدیخواں بڑھ گیا

دہر میں ہر طرح عزیزی ہے ترقی کی دلیل
دیکھ کتنا رتبۂ محمود گاواں بڑھ گیا

اُس پری نے رقص میں گھونگھٹ نہ لاکھوں کے کھلے
آسماں کے دور سے بھی دورِ داماں بڑھ گیا

اُس کی اُلفت میں بنا ہے دل کا میدانِ نشاط گاہ
گرم جولاں ہوتے ہی ارماں سے ارماں بڑھ گیا

وادیٔ وحشت میں جب شوقِ تجلی لے چلا
برق سے میں راہ میں افغاں و خیزاں بڑھ گیا

ہاتھ کھینچا میں نے لیکن حرص نے پھیلائے پاؤں
آستیں کو جب کیا کوتاہ داماں بڑھ گیا

دارِ ماتم ہے جہاں غم کو ہے یاں نشو و نما
سرو بستاں کی طرح سرو چراغاں بڑھ گیا

لمعۃ لنعالین جب عرش پہ پہنچے سفیر
تھا فرشتوں کے بھی دل میں کہ انساں بڑھ گیا

تم ہے گر ہو تجھے نہ غافل خیالِ مطمورۂ بدن کا
حضورِ جسمِ فقیر دیدل ہے پستیِ پایۂ نشیں کا

ہوا ہے واعظ سے جھگڑا اسا ہو تو نے بھی پیا کیا
کلیجہ ہو گا کچھ تو ٹھنڈا پلا دے جام آبِ آتشیں کا

غرورِ حسن کی اللہ رے آتش افروزی
نگہ کو برق کیا برق کو شرار کیا

خدا نہ بخشے گا کیا مجھکو اُس کے صدقے میں
جسے کہ فخرِ عرب فخرِ روزگار کیا

ہٹا کے زلف کو چومی ہے چشمِ خشم آلود
اندھیری رات میں یوں شیر کا شکار کیا

گرج کے ابر نے کی دل میں گدگدی پیدا
اسی بہار نے مجھکو شراب خوار کیا

رکاب تھامنے کو دوڑی حسرتِ پابوس
بخوں نے توسنِ وحشت پہ جب سوار کیا

خدا کے ہاتھ میں دونوں کے دل تھے کیا کہتے
اُسے قرار دیا اِس کو بے قرار کیا

اشارے چشمِ سخنگو کے دل نے کیا سمجھے
اسے بھی درسِ اشارات میں شمار کیا

سنبھالتے ہوئے احباب لے چلے گھر کو
کسی نے تیرِ نظر سے جگر فگار کیا

تو ہی نے ڈالی ہے آزادیوں پہ خاک اے چرخ
اسیر تو ہی نے اے نیلگوں حصار کیا

خجل ہے اخترِ سبع نشور دُور سے تو سے
کچھ ایسا پرتوِ عارض نے آبدار کیا

اگرچہ بزم میں تھا رُعبِ حسن کا مانع
نگاہوں سے مرے دلکو بے قرار کیا

لگائے بازوے ہمت نے زور کچھ ایسے
محیطِ عشق سے بیڑے کو میرے پار کیا

بغل میں جو کہیں آ نہ جائے اے قاتل
شہیدِ ناز کو تنہا تہِ مزار کیا

وہ مجھ سے کہتے ہیں اللہ ری پاکدامانی
لگا کے ہاتھ مجھے کیوں گنہگار کیا

مرے نصیب کی خوبی تو دیکھ اے ہمدم
ہوا وہ دشمنِ جاں جس کو میں نے پیار کیا

۶۴
نفیس پریس
واقع ان انارکلی

حسنِ ملیح ہند نہ چمکا رہا کہیں
چین و فرنگ میں بھی یہ غورش فگن ہوا

اب یہ زمین کا ہے نہ ہے آسمان کا
نالہ نکل کے دل سے غریب الوطن ہوا

دل کا صفائے قلب سے مردم میں ہے وقار
یہ آئینہ بھی زیبِ وہ انجمن ہوا

مجھ رند کا تو رنگ نہ کرنا تھا اختیار
بلبل بھی آج مست بہارِ چمن ہوا

روتا ہوں جا کے گورِ غریباں میں روز و شب
احباب سارے اُٹھ گئے خالی وطن ہوا

بہلاتا دل کو وادیِ غربت میں کس سے میں
سایہ ہی اُٹھ کے مجھ سے مرا ہم سخن ہوا

اے چرخ بڑھ گئیں تیری نیرنگ سازیاں
فیروزہ رنگ لانے لگا جب کہن ہوا

کیا زخم خار سے ہو خطر گرد باد کو
اُٹھ کر جہاں وہ بیٹھ گیا بس وطن ہوا

یوں حلۂ بہشت کی آئی مزار میں
اُس کا بسا ہوا جو دوپٹہ کفن ہوا

تہذیب کے خلاف ہے ناصح نہ مجھ پہ ہنس
دکھلائی دینگے دانت اگر خندہ زن ہوا

رہ جائی یادگار تری باغ میں سفیر
مقطع کبھی نہ مصرعِ سہرو چمن ہوا

مقبول اب حسینوں میں اپنا سخن ہوا
آیا جو نقشِ لب پہ عقیقِ یمن ہوا

تیرِ نظر کسی کا نہ بھٹکا کہاں کہاں
آتے ہی میرے دل میں وہ جزوِ بدن ہوا

جادو کی کیا بساط ہے معجز کے سامنے
گوسالہ سامری کا تڑپ کر ہرن ہوا

چومونگا اُن کے مصحفِ رخ کو ہزار بار
زاہد ہے مجھکو پاس کلامِ مجید کا

جنگل میں بھی مرے لئے منگل ہے جان لو
جس روز تم ملو ہے وہی روز عید کا

نسلِ امامِ عصر ابھی تک ہے دہر میں
ناپید خانوادہ ہے ہارونِ رشید کا

کہتا ہے دل کہ حلقۂ خاتم کی زیب ہوں
حاضر ہے لیجئے یہ نگینہ حدید کا

شاہوں کے ہاتھ کانپتے ہیں وقتِ فاتحہ
ابتک وہی جلال ہے اُن کے شہید کا

میں منکر و نکیر سے اُٹھ کر گلے ملا
دھوکا ہوا کفن پہ مجھے صبح عید کا

اللہ کس طرح سے کٹیگی شبِ فراق
پھر آج سامنا ہے عذابِ شدید کا

جراح دیکھ پھر شفقی پیرہن ہوا
ٹوٹا ہے ٹانکا زخمِ دلِ ناامید کا

ہے آج بند قفلِ درِ میکدہ تو کیا
لے کام موجِ بادہ سے ساقی کلید کا

آلِ نبیؐ کی چشم ہوی ہے بہادری
بچوں سے بھاگتا پھرا لشکر یزید کا

قاصد پہ کیا گذر گئی کیا جانے راہ میں
خود بھی نہ آیا خط بھی نہ بھیجا رسید کا

جب چاہے آؤ شام رہے یا سحر رہے
ہے تمکو اختیار سیاہ و سپید کا

افسردہ دل بہار میں لالہ رہے نہ کیوں
اُترا ہوا ہے پھول مزارِ شہید کا

ہاں پیرِ میفروش سے صحبت رہے گی گرم
جاڑوں میں لطف آئیگا مے کی کشید کا

کیونکر چلوں قدم بہ قدم آسمان کے
کیسا ہے پیر پاس نہیں ہے مُرید کا

مدعو تھے اُن کے ساتھ سرِ شام غیر کے
آنکھوں میں نقشا پھر گیا قصرِ یزید کا

ساقی کی تیغِ ناز سے مقتول ہو گیا
شیشہ بھی ہے گلوئے بُریدہ شہید کا

جس نے کہلائے چار عناصر کے چار باغ
مشتاق ہوں میں اُس چمن آرا کی دید کا

ہیں مردِ حق پژوہ ہوں دنیا سے کیا غرض
ہمسایہ بھی نہ ہونگا کبھی زن مُرید کا

غربت میں بھی تو دل کے طلبگار ہیں حسین
رکھتا ہوں اپنے ساتھ میں توشہ فرید کا

وہ کون ہے تھکا نہ دیا جس کو عشق نے
پیچھے کلیم آگے تھا شوق اُس کی دید کا

غمزے کے ٹھاٹھ کو صفِ مژگاں میں دیکھیے
وہ ابنِ سعد ہے تو یہ لشکر یزید کا

حوروں کو دیکھکر تبسم ہوئے ہیں لب
چہرہ بھی دیکھتے نہیں اپنے شہید کا

قولِ جنابِ داغ یہ ہے لکھ رکھو سفیر
میں ہوں محبِ حسینؑ کا دشمن یزید کا

سلام

علیؑ کی بزم میں جب کوئی باریاب ہوا
بڑھا یہ رتبہ کہ ذرے سے آفتاب ہوا

سلامی آکے جو حُر حاضر رکاب ہوا
ہوا نقشِ پا تھا چراغِ رہ ثواب ہوا

جو دل کو شوقِ ثنائے ابوترابؑ ہوا
ہمارے زیرِ نگیں کشورِ ثواب ہوا

غیر کو دستِ حنائی سے پلاتے ہیں مے
خون حسرت پہ بندھی ہے کمر جام شراب

پھر وہ رونق نہ رہی بزم سے ساقی جو اُٹھا
ساتھ ہی اُس کے ہوا ہے سفر جام شراب

حد سے بے بادہ فزوں ہے مری افسردہ دلی
شوق گلگشت رہا اب نہ سر جام شراب

جتنا جی چاہے کرے شیخ مذمت اُس کی
ایسی باتوں سے نہ ہوگا ضرر جام شراب

خود بخود ہاتھ سے ساقی ترے چھلکا نہ پیے
مرے آہوں سے پسیجا جگرِ جام شراب

گردشِ چرخ نے تلوار جو کھینچی ہے سفیر
چاہیے ہاتھ میں تیرے سپر جام شراب

دیکھے جو بے نقاب رخِ انور آفتاب
غیرت سے ہو ابھی گلِ نیلوفر آفتاب

قبضے میں تیرے کشورِ حسن و جمال ہے
کہلاتا ہے فلک پہ شہ خاور آفتاب

قصرِ بلند چرخِ چہارم سے کم نہیں
ہے سر سے پاؤں تک وہ پری پیکر آفتاب

کیونکر نہ اسکو میں گل بازی سے دوں مثال
رہتا ہے گنبذے میں مرے اکثر آفتاب

کیوں کر کہوں نہ افسرِ دیوانگانِ دشت
جلوہ فگن رہے جو مرے سر پہ آفتاب

سستی میں گر میں جامِ صبوحی طلب کروں
دیگا خمِ فلک سے مئے احمر آفتاب

اُس کے لئے اگر درِ انجم طلب کروں
بہرِ نثار لائیگا طشت زر آفتاب

خادم بھی کیا حسین ہیں خدمت میں تاکی
مہتاب رات بھر ہے وہاں دن بھر آفتاب

ردیف الف

گردش میں جام بادہ نہیں ہے یہ حلقہ مو — کرتا ہے رقص بزم پری میں آفتاب
ابرو کا رخ صبیح نہیں ہے یہ زیر زلف — رہتا ہے روز کوچۂ گیسو میں آفتاب
روز وصال اُس نے جو مُنہ اس طرف کیا — سمجھا میں آگیا مرے قابو میں آفتاب
دو دن کی روشنی سے متوہم ہے سب جہاں — گردوں پہ ایک اک مرے پہلو میں آفتاب
پَرتو تمہارے حُسن کا اُس سے گراں ہے — تلچھٹ حُسن کی جو ترازو میں آفتاب
چمکنے کو دی ہے ساقیٔ گردوں نشیں نے — حیرت نہ کیوں ہو ہے مرے چلّو میں آفتاب
تشبیہ دوں میں کیا گُلِ رخسار سے سفیر — ایسا تو رنگ میں ہے نہ خوشبو میں آفتاب

ردیف التاء

عیسےٰ کی کیا مجال ہے ہے یہ سخن درست — اپنے مریض کو تو کریں آپ تندرست
خالق کے ہاتھ میں ہے عناصر کا اعتدال — کس کے کئے ہوئے ہیں یہ چار و چمن درست
رونق مکین سے ہے ہمیشہ مکان کی — جب روح چل بسے تو رہے خاک تن درست
فصلِ بہار راس نہ آئی کبھی ہمیں — ہنسنے لگا جنوں جو کیا پیرہن درست
آتا نہیں ہے شیخ اگر راہ راست پر — تیرا خیال بھی نہیں اے برہمن درست
کب مرد زال دہر کے پھنستے ہیں دام میں — اس بے وفا کا میں نے نہ دیکھا چلن درست

دونو کا ایک حال ہے وادیٔ عشق میں
اُن کو خیالِ غیر تو مجھ کو خیالِ دوست

بجلی جو چمکی یاد مجھے آئے تم بہت
مصرع یہ لکھ کے بھیجدیا حسبِ حالِ دوست

بوٹا سے قد کی شان ہی جوبن سے اور ہے
کیا باور ہوا ہے آہی نہالِ دوست

فرطِ حیا سے وصل میں وہ آب آب ہے
مجھکو ڈبو نہ دے عرقِ انفعالِ دوست

اک روشنی ہے قہر کی اور ایک لطف کی
ظاہر ہے مہر و مہ سے جمال و جلالِ دوست

الطاف نامہ اُس کا ہے پرسے بندھا ہوا
آیا سفیر ہُدہُد فرخندہ فالِ دوست

حسن پر اپنے نہ اترا تو ستمگار بہت
دل سلامت ہے ہمارا تو ہیں لاچار بہت

نظر آتے ہیں جو زنداں کے سزاوار بہت
بل کی لیتے ہیں ترے گیسوئے خمدار بہت

ترے کوچے میں ہے اتنا ہی سہارا کافی
جھانکنے کے لئے ہیں وزنِ دیوار بہت

کیا حسینوں کی کمی گر نہ ہو رسوائی کا ڈر
یوسفِ دل کے ہیں دُنیا میں خریدار بہت

دن کا ہوتا ہے گماں عارضِ روشن پہ ترے
یا دگیسو کی دلاتی ہے شبِ تار بہت

کوچۂ یار کو کیوں وادیٔ ایمن نہ کہوں
مثلِ موسیٰ ہیں یہاں طالبِ دیدار بہت

دم ترے ہجر میں گھبرائے جو شکِ چمن
دل کے بہلانے کو ہیں شہر میں گلزار بہت

چاہنے والے سے اپنے تمہیں کچھ شرم نہیں
ایک پیمانہ ہوا ٹل گئے اغیار بہت

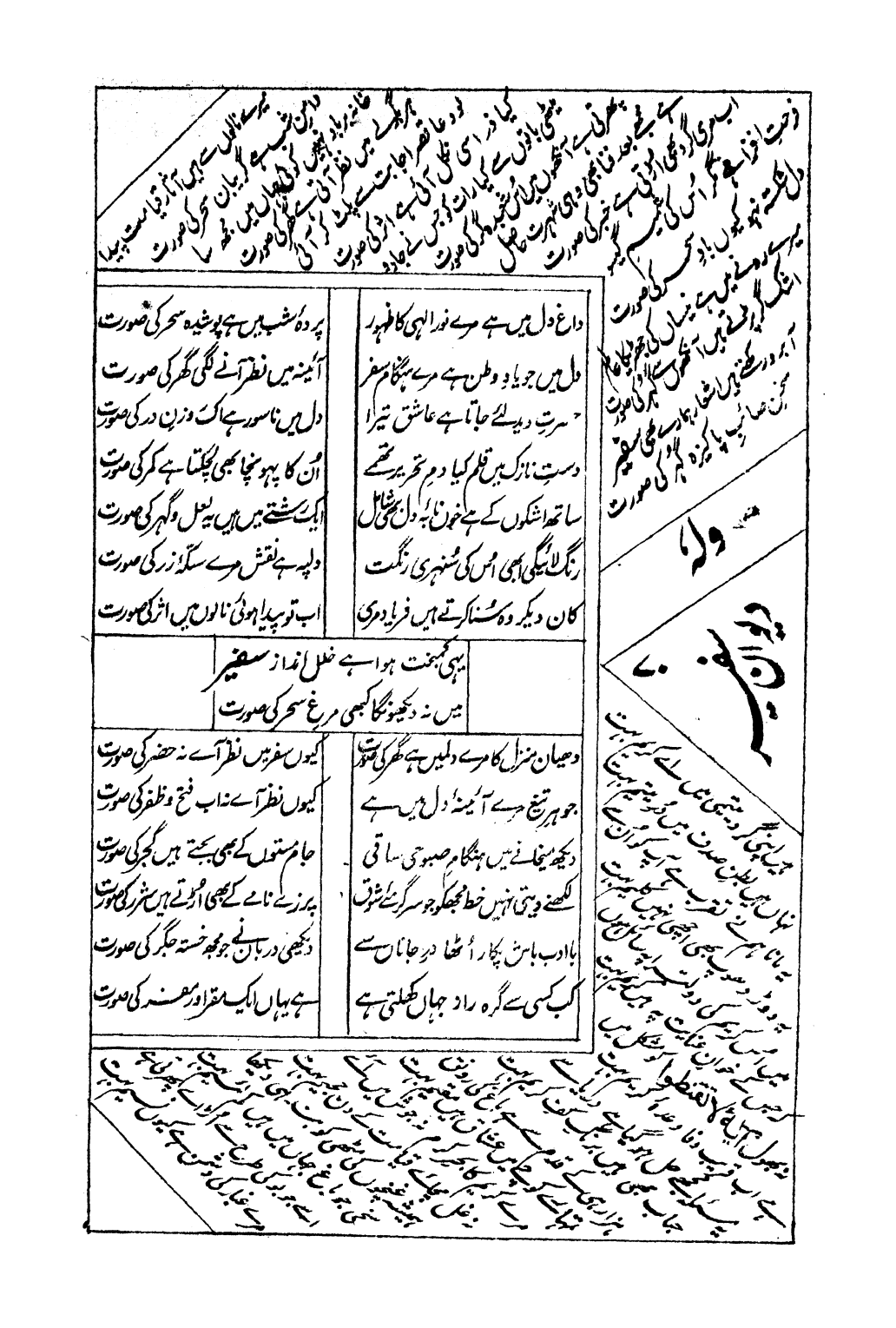

داغ دل میں ہے مرے نور الٰہی کا ظہور
پردۂ شب میں ہے پوشیدہ سحر کی صورت

دل میں جو یادِ وطن ہے مرے ہنگامِ سفر
آئینہ میں نظر آنے لگی گھر کی صورت

حسرتِ دید لئے جاتا ہے عاشق تیرا
دل میں ناسور ہے اک وزنِ درر کی صورت

دستِ نازک میں قلم کیا دمِ تحریر تھے
اُن کا پہونچا بھی لچکتا ہے کمر کی صورت

ساتھ اشکوں کے ہے خونابۂ دل بھی شامل
ایک رشتے میں ہیں یہ لعل و گہر کی صورت

رنگ لائیگی ابھی اُس کی سُنہری رنگت
دلپہ ہے نقش مرے سکۂ زر کی صورت

کان دیکر وہ سُنا کرتے ہیں فریادِ دری
اب تو پیدا ہوئی نالوں میں اثر کی صورت

یہی کمبخت ہوا ہے خلل انداز **سفیر**
میں نہ دیکھونگا کبھی مرغِ سحر کی صورت

دھیان منزل کا مرے دل میں ہے گھر کی صورت
کیوں سفر میں نظر آئے نہ حضر کی صورت

جوہرِ تیغ مرے آئینۂ دل میں ہے
کیوں نظر آئے نہ اب فتح و ظفر کی صورت

دیکھ میخانے میں ہنگامِ صبوحی ساقی
جامِ مستوں کے بھی بجتے ہیں گجر کی صورت

لکھنے دیتی نہیں خط مجھکو جو سرگرمیٔ شوق
پرِ رزمے نامے کے بھی اُڑتے ہیں شرر کی صورت

باادب باش پکار اُٹھا درِ جاناں سے
دیکھی دربان نے جو مجھ خستہ جگر کی صورت

کب کسی سے گرہ راز جہاں کھلتی ہے
ہے یہاں ایک مقرر مفسد کی صورت

ردیف ۔ ا ۔ ش ۔ ا

ہوں راہ شرع میں بارہ امام کا پیرو — پسند آئی مجھے راہِ مستقیم بہت
سفیر شانیٔ مطلق ہی دے شفا تجھکو — خدا ہی فضل کرے حال ہے سقیم بہت

ردیف تائے ہندی

دکھلاؤنگا میں آپ کو اپنے جگر کی چوٹ — مجھکو سنبھلنے دیگی جو تیرے نظر کی چوٹ
اُس روئے آتشیں سے ہے نسکین قلبِ زار — میں سینکتا ہوں آگ پہ ہر دم جگر کی چوٹ
گیند ابھی کھیلنے میں وہ مجھسے نہ خوش ملا — ہے ناگوار یار کو گلبرگ تر کی چوٹ
رُخسار دونو دیکھ کے جلتا ہے آسماں — اک شمس کی ہے چوٹ تو ہے اک قمر کی چوٹ
دیکھا تھا کس ادا سے جو یہ حال ہو گیا — تڑپا رہی ہے خاکپہ کا فر نظر کی چوٹ
مارا ہوا بچیگا نہ اُس ذوالفقار کا — دو ابروؤں کی چوٹ ہے تیغ دو سر کی چوٹ
میرا ہی سر ہے اور یہ ہمت مجھی میں ہے — کھاتا ہے روز کون ترے سنگ در کی چوٹ
شیروں کو مجھ سے بچکے نکلنا محال ہے — ڈنکے کی چوٹ کہتی ہے اُن کی نظر کی چوٹ
تلوار سے ڈراؤ نہ تم اُس کو میکشو — کافی ہے محتسب کے لئے مشت زر کی چوٹ

دل تھام کر وہ آئے مرے گھر کو اے سفیر
رکتی بھی ہے کسی سے دعائے سحر کی چوٹ

ردیف ۔ ی ۔ م ۔ ح

ہم میکشوں کو دونی خریدار دیکھ کر — کی ہے شراب بھی گراں اب کی بار کی
آجائے پوری ہاتھ کسی کے جو ایک بوند — ہے بھی غرور کی اُسے حاجت خمار کی

اللہ تیرے در سے ملے جو مجھے ملے — دنیا میں خلق سے نہ ہوا کدم کی احتیاج
ابرو سے کام لیتا ہے قطع و برید کا — اُسکو نہیں ہے خنجر خونخم کی احتیاج
پیرِ مغاں کی خیر منا تے ہیں سات دن — رندوں کو کب ہے بخشش حاتم کی احتیاج
ادنے سے فیض یاب ہوں اعلیٰ یہ ہر مجال — ہوگی نہ آفتاب کو شبنم کی احتیاج

دریا بھیجگا فرقتِ ساقی میں اے سفیر
آنکھوں کو بھی اشک دمادم کی احتیاج

کوچے سے عشق کے ہے ابھی نابلد مزاج — کرتا ہوں اُسکو پیار تو ہوتا ہے بدمزاج
مجھکو رقیب ٹھگ نہ سکا راہِ عشق میں — روباہ بازیوں میں نہ آیا اسد مزاج
بیمارِ غم کی ہوگی عیادت نہ بعدِ مرگ — پوچھیگا کون آکے میانِ لحد مزاج
جنت میں اور کوچۂ جاناں میں فرق ہے — بہلیگا حور سے بھی نہ اب تا ابد مزاج
لیجاے بھی جو کوئی نجاؤں میں اُسطرف — حرص و ہوا کے کوچے سے ہے نابلد مزاج
طینت میں عاجزی ہے میں وہ خاکسار ہوں — تجھسے بگڑ سکا نہ کلاہ مند مزاج
خود جہل کے خاک ہوتے ہیں غیر ونکے واسطے — رکھتے عجب طرح کا ہیں اہلِ حسد مزاج
سمجھا یا کیں خوشامدیں وہ مانتا نہیں — رکھتا ہے کوئی اپنے بگڑنے کی حد مزاج
یوں آئیگا نہ ابلق ایام راہ پر — نرمی ضرور ہے کہ یہ گھوڑا ہے بدمزاج

ایک سناٹا تھا ہر جا صلح ماہِ صوم تک
غرۂ شوال ہے آبادیِ میخانہ آج

صلح پر مائل ہوا ہے ہمدمو وہ جنگجو
کیوں نہ آپس میں لڑا کریں پیالہ آج

دل غمِ فرقت سے شاید ہو گیا خوں اے سفیر
آہ لب تک آ رہی ہے بھر چکا پیمانہ آج

ردیف حارِ مہملہ

صیادِ بلبلوں کی ہر خوف در جا میں روح
گلشن میں آ کے پھنس گئی دامِ بلا میں روح

بعدِ فنا بھی ہم میں پڑا تفرقہ عجیب
تحت الثرا میں جسم ہے اوجِ سما میں روح

جاں بخش تیرے لب ہیں مسیحا بھی ہیں مگر
کی تو نے بات پڑ گئی مردم گیا میں روح

زاہد شرابِ ناب ہے شیشے میں اس طرح
جس طرح سے ہے پیکرِ اہلِ صفا میں روح

پھولوں میں جب وہ آئے تو کہنا یہ دوستو
ہے بخشش کا دماغ کسے سنکر و نکہت

ملکِ بقا میں طائرِ گلزارِ قدس ہو
کیا دیں جواب اے کے پھنسی پھر بلا میں روح

منکر کے حق میں خامہ یہ چوب کلیم ہے
نکلے تیرے گدا کی جو یادِ خدا میں روح

ہے قبر تک تو ساتھ پھر اسکا کہاں پتا
رہتی نہیں ہے منزلِ اہلِ فنا میں روح

ہوئی نہ بھول کر بھی خاصہ کہاں کہاں روح
ڈھونڈھے ہے خاکِ آتش دانہ ہوا میں روح
اپنی ہے جان دیتے ہیں بلبل کہ اس چمن
ہوں گے ہمارے بعد بھی یاد اس چمن میں روح

ہاتھ سے اپنے جو وہ غیر کو دیتا ہی شراب
اپنے غصہ کو میں پی جاتا ہوں آنسو کیطرح

وہ چھپا لیتے ہیں آنچل سے جو چہرہ کو کبھی
ذرے افشاں کے چمک جاتی ہیں جگنو کیطرح

زلف کی یاد میں ہے نیند پریشاں ایسی
خواب ہے آنکھ میں بکھرے ہوئے گیسو کیطرح

وجہ درکار عداوت کی نہیں دشمن کو
غیشہ زن رہتا ہے کمبخت یہ پہلو کیطرح

چوم لینے کو جو بڑھتا ہوں کبھی اے قاتل
تری تلوار بھی کھنچ جاتی ہے ابرو کیطرح

کہتا ہوں پھیک کے میں غیشۂ خالی شب ہجر
یہ بھی بیکار ہوا اب مرے پہلو کیطرح

کاکل یار مجھے یاد دلانے کے لئے
آگیا ابر سیاہ چاند پہ گیسو کیطرح

اپنے عشاق کے سایہ سے جو وحشت ہی بیخود
رم کیا کرتے ہیں خورشید بھی آہو کیطرح

ردیف خاے معجمہ

فصل گل میں ہو گئے گلزار سرخ
لالہ کوہی سے ہیں کہسار سرخ

عاشق و معشوق ہیں پھولوں میں بھی
زرد ہیں وہ چار تو وہ چار سرخ

آگ کھانے کا اثر جاتا نہیں
کیوں ہے رنگ مرغ آتشخوار سرخ

ہمنے گلشن کی دورنگی دیکھ لی
سبز ہیں شاخیں تو ہیں اثمار سرخ

بسملوں کا روندھنا اچھا نہیں
خون کے چھینٹوں سے ہے رہوار سرخ

جو حال ہے صاف جا کے کہدے
کیا لکھے سفیر زار قاصد

جو تری بات ہی ہے اے بت خود کام پسند
مجھسا دنیا میں نہوگا کوئی دشنام پسند

گرتی تھی برق بلا بن کے دلوں پر جو نظر
ہوگئی دیدۂ تصویر میں آرام پسند

عشق میں چاک گریباں مجھے رہنے نہ دیا
اے رفوگر نہیں آتا مجھے یہ کام پسند

اُسکو دیتی ہے مزہ سنگ زنی لڑکوں کی
تجھے دیوانے کو ہے انجمن عام پسند

دل کو محفوظ رکھے عشق و محبت سے خدا
مجھکو آغاز پسند اسکا نہ انجام پسند

اپنی رحمت سے وہ بخشے تو عجب کیا ہے سفیر
ترے افعال کرے خالق علّام پسند

کرتی ہے سب کو چشم بت گلعذار صید
کسطرح ہوگا تجھسے مرد مشکار صید

ہوتے ہیں دل اسیر سدا دام زلف میں
کس دن وہ پھانس لاتی نہیں پانچ چار صید

اُس سمت جا رہا ہوں میں دلکو لئے ہوئے
صیاد سے یہ راہ میں ہوگا دوچار صید

تیر تنکا رہونے کی رکھتے ہیں آرزو
ہوتے ہیں تجھکو دیکھکے بے اختیار صید

پھر تنکا چل کہ ترے انتظار میں
باندھے ہوئے کھڑے ہیں یہ رخسار طرار صید

بچھا ہوا ہے حلقۂ زلف دراز پر
ہوجائیگا سفیر دل بیقرار صید

U1463

ردیف راء مہملہ

نہ بھروسہ مجھے اسکا نہ بھروسہ اس کا
نہ ولایت پہ مجھے فخر نہ خدمت پہ گھمنڈ

سچ تو یہ ہے کہ بُرا بول نہ بولے انساں
ہر وہ رسوائے جہاں تھا جسے عصمت پہ گھمنڈ

ننگ و ناموس کی پروا نہیں کرتے وہ حسیں
حسن سیرت کی عوض ہے جنہیں صورت پہ گھمنڈ

قبر میں ساتھ نہ جائیگی یہ نخوت ہرگز
اہل دولت کو ہے دور زر کی دولت پہ گھمنڈ

زخ روشن پہ فدا ہوں میں عرض کیا اس سے
کیوں شب ہجر کو ہے سانولی صورت پہ گھمنڈ

میری مشکل سے جو مشکل تھی وہ آسان ہوئی
کیوں نہ ہو قادر مطلق تری قدرت پہ گھمنڈ

کوئی مضمون جہاں میں نہیں بچنے پاتا
ہوں میں شاعر ہے مجھے زور طبیعت پہ گھمنڈ

مرد میدان اسد اللہ سا ہوگا نہ سفیر
تیغ کرتی تھی سدا جسکی شجاعت پہ گھمنڈ

ردیف ذالِ معجمہ

تھا سفر میں میں نہ پہنچا اُسے کیوں کر کاغذ
دست قاصد سے اُڑا لے گئی صرصر کاغذ

بزم اغیار میں قاصد کو مرے فکر یہ ہے
یا الٰہی اُسے پہنچاؤں میں کیوں کر کاغذ

پڑھ کے ابرو کی صفت قتل نہ قاصد کو کرے
ہو نہ جائے کہیں آب دم خنجر کاغذ

خط میں لکھی ہے جو میں نے صفت حسن صبیح
ورق مہر سے بڑھکر ہے منور کاغذ

غیر کیوں آتا بھلا میری عیادت کیلئے
ڈھونڈنے آیا تھا ظالم تہ بستر کاغذ

شاہ مرداں کا ہے غلام سفیر
اُس کو نکیہ ہے فضل مولا پر

گماں ہو سب کو دو آبے کا دیدۂ تر پر
کریں گے گنگ و جمن رشک اس سمندر پر

ملال کا ہے اثر قلب اہل جوہر پر
حجاب گریۂ یتیمی ہے روئے گوہر پر

ازل سے بخت میں میرے جو تلخ کامی ہے
گمان تھا شیرۂ حنظل کا شیر مادر پر

جگر کے ٹکڑے بھی کچھ آنسوؤں کے ساتھ آئے
پڑیگی آنکھ ستمگر کی لعل و گوہر پر

شکست رنگ محبت کی آ رہی ہے صدا
کچل رہا ہوں جو رکھ رکھلے دل کو پتھر پر

کبھی کٹیگی نہ گردن مری نزاکت سے
کبھی یہ ناؤ چڑھیگی نہ آب خنجر پر

ہوئی نصیب سعادت جو یار تک پہونچا
ہما کو رشک نہو کیوں مرے کبوتر پر

کہو طبیبوں سے کیوں ناتواں سمجھتے ہو
ہیں دم ہی توڑ کے رکھدونگا اجل تر پر

کسی نے پیار سے ڈالی ہے اسپر آنکھ اپنی
ہی فخر آئینہ کو طالع سکندر پر

اسی سے پار اتر جائیں گے ترے بسمل
بنا ہے جوہروں کا پل جو آب خنجر پر

میں وقت غارہ کشی شاہ ہفت کشور ہوں
پڑے گی جم کی بھی آنکھ آج میرے ساغر پر

فقط وہ داغ زر و سیم دل پہ لے کے گیا
چراغ بھی نہ جلا تربت تو نگر پر

وہ چال ہے کہ قیامت کا دم نکلتا ہے
فدا ہے فتنۂ محشر بھی اُسکی ٹھوکر پر

سفیر

غزل

خدا کے فضل سے ہے شاہ مرداں کا غلام سفیر
اُسی کو نکیہ ہے فضل مولا پر

گماں ہو سب کو دو آبے کا دیدۂ تر پر
کریں گے گنگ و جمن رشک اس سمندر پر

ملال کا ہے اثر قلب اہل جوہر پر
حجاب گریۂ یتیمی ہے روئے گوہر پر

ازل سے بخت میں میرے جو تلخ کامی ہے
گمان تھا شیرۂ حنظل کا شیر مادر پر

جگر کے ٹکڑے بھی کچھ آنسوؤں کے ساتھ آئے
پڑیگی آنکھ ستمگر کی لعل و گوہر پر

شکست رنگ محبت کی آ رہی ہے صدا
کچل رہا ہوں جو رکھ رکھلے دل کو پتھر پر

کبھی کٹیگی نہ گردن مری نزاکت سے
کبھی یہ ناؤ چڑھیگی نہ آب خنجر پر

ہوئی نصیب سعادت جو یار تک پہونچا
ہما کو رشک نہو کیوں مرے کبوتر پر

کہو طبیبوں سے کیوں ناتواں سمجھتے ہو
ہیں دم ہی توڑ کے رکھدونگا اجل تر پر

کسی نے پیار سے ڈالی ہے اسپر آنکھ اپنی
ہی فخر آئینہ کو طالع سکندر پر

اسی سے پار اتر جائیں گے ترے بسمل
بنا ہے جوہروں کا پل جو آب خنجر پر

میں وقت غارہ کشی شاہ ہفت کشور ہوں
پڑے گی جم کی بھی آنکھ آج میرے ساغر پر

فقط وہ داغ زر و سیم دل پہ لے کے گیا
چراغ بھی نہ جلا تربت تو نگر پر

وہ چال ہے کہ قیامت کا دم نکلتا ہے
فدا ہے فتنۂ محشر بھی اُسکی ٹھوکر پر

سفیر

حسینوں کی محبت میں مواہوں ہے یقیں اُن کو
سلیماں آئیں گے پریوں کو لیکر میرے مدفن پر

بنا رونے مداومت غازہ خود روئے زلیخا کا
رہا ہرگز نہ رسوائی کا دھبہ پاک دامن پر

گلے شکوے کہاں تک ہوں گے اے جام و صراحی لا
الا یا ساقیٔ مہوش گھٹا چھائی ہے گلشن پر

سیہ چشمان ہندی کی محبت میں مواہوں میں
چریں گے سبزہ آکر آہوئے چین میرے مدفن پر

کلید گنج مقصود آج اپنے ہاتھ آئے گی
دعا مانگیں گے ہم پڑھ کر نماز اوس گل کے دامن پر

ہلال عید جو نگ شفق میں جلوہ فرما ہے
شہید وکل لہو بھی جگمگا شمشیر آہن پر

بہار آئی ہے بے موسم یہ کیسے شاخ نیں ہیں
کھلے ہیں پھول لالے کے کہ تھے عاشق کے دامن پر

جو رشک ہمسری کی اُس نے پھینکا توڑ کر اسکو
رہا گیا خون آئینہ کا روشن گرکی گردن پر

چڑھیں فاتحہ پڑھنے سے آنکھیں اُس ستمگر نے
بھری ہے چوکڑی دو آہوؤں نے میرے مدفن پر

بجھانے کو ہی سیل اشک بھی موجود فرقت میں
جو سوز آہ سے بجلی گری دل کے خرمن پر

رنگ گل لگتا گلچیں نے اپنی جھولیاں بھر لیں
نہ لوٹیں بلبلیں کیوں آتش سوزاں گلشن پر

لہو اڑتا ہے جب وہ بسملوں کو ذبح کرتے ہیں
نہاروں سیکڑوں یا قوت نکلتے ہیں اُس دامن پر

سفیر اب مانتے ہیں اسکو بھی گوشہ محل والے
کریں گی رشک انکی پلٹنیں اس اپنی پلٹن پر

بہار موسم گل میں گرے بجلی جو گلشن پر
گماں ہو شاخ نخل طور کا میرے نشیمن پر

اجل ہر اک سے گلے مل رہی ہے مقتل میں
جو صبح عید کا دھوکا ہے روئے قاتل پر

بتوں نے داغ محبت نہیں دیا یہ مجھے
سیہ غلاف چڑھایا ہے کعبۂ دل پر

پسند آگئی ہے میرے دل کی بیتابی
پھڑک رہی ہیں وہ انداز مرغ بسمل پر

ملیگا پردہ نشینی کا لطف اے لیلےٰ
جو چشم قیس کا پردہ ہو تیری محمل پر

بہار میں یہی کہتے ہیں مجھ سے برگ درخت
سفیر چاہئے بیعت کف جلا جل پر

ترجیح ہے صفات کو انسان کی ذات پر
فانوس یہ بنے ہیں چراغ حیات پر

ہر دم ولائے ساقیٔ کوثر سے مست ہوں
موقوف میکشی ہے نہ دن پر نہ رات پر

دل میرا اُن کی آنکھ سے بھی بڑھکے شوخ ہے
وہ اپنے داؤ پر ہے تو یہ اپنی گھات پر

ہے فصل گل چمن میں قفس میں مے خزاں
گنتی کے رہگئے ہیں یہاں پانچ سات پر

اگلی سے الفتیں ہیں نہ تعظیم ہے نہ خلق
انگلیں نکالتے ہیں وہ اب بات بات پر

کیوں کر لکھوں نہ میں لب شیریں کا اُس کے وصف
حافظ بھی جان دیتے تھے شاخ نبات پر

لیتا ہوں صبر و شکر سے میں کام ہر گھڑی
تکیہ ہے جب سے قادر مطلق کی ذات پر

اوس چشم خشمگیں کا جو میں لکھ رہا ہوں وصف
لکھی بھی بیٹھنے نہیں پاتی دوات پر

شامل ہے خون اوس میں علمدار شاہ کا
پیاسا ہے سفیر نہ کیونکر فرات پر

برق نظر کے نذر ہی ہو جائے ایک ں
پہلو سی ہو کہیں یہ دل بقرار دور

میں جانِ دل سے بستۂ فتراک یار ہوں
آنے تو دو ابھی ہے مرا شہسوار دور

گذری ہے اپنی دشت نوردی میں عمر سب
کیوں کی بنے نہ شہر سے اپنا مزار دور

ہے عاجزی بھی باعث آرام و عافیت
گلشن سے کب ہے شجر میوہ دار دور

تم دل سے ہو قریب رہوں میں کسی جگہ
اپنی زبان سے کہتے ہو کیوں بار بار دور

صبح وصال اے خدا وہ بھی دن کرے
ہو جائے اے سفیر شب انتظار دور

بار غم سر پہ اٹھانے کو ہے انساں تیار
غم فزا واں ہے تو ہے کلبۂ احزاں تیار

روح لحنے کی نہیں اب جسد خاکی میں
اپنے گھر جانیکو ہو بیٹھا یہ مہماں تیار

اے پری ہو گا نہ جاں بر ترا دیوانہ کبھی
ہے گلا گھونٹنے کو طوق گریباں تیار

بوریے پر جو کبھی چار حسیں آ بیٹھے
ہو گیا میرے لئے تخت سلیماں تیار

کسب جمعیت خاطر کرو دنبل ہی میں کیا
پھانسی دینے کو ہے یہ زلف پریشاں تیار

ہوتی ہے کشتی ارباب ہمم غرق کہیں
سر ساحل ہے پہنچ جانیکا ساماں تیار

دست وحشت میں مجھ کوئی بھی مٹی دیدے
قبر ملجائے تو ہے گنبد گرداں تیار

کوئی آساں نہ تھا نظارۂ برق خاطف
بھر دیدار ہوئے موسیٰ عمراں تیار

زلف جاناں کا خیال آیا مجھے ہنگام قید
بر گئی پیچیدگی زنجیر ہے زنجیر پر

بے گناہوں کی ہوا ہے جانکاہی ہاں وہ آج
ہنس رہا تھا کل تلک جو حور چرخ پیر پر

آئینے میں زلف اس کی کیوں نہ لہرائے سفیر
سانپ پر اک سانپ ہے زنجیر ہے زنجیر پر

ناز ہے اس کو دل صد پارہ نخچیر پر
سر خرد کیوں کر نہ پیکاں ستم ہو تیر پر

مجھکو بسمل دیکھکر گھبرا گئے غش آ گیا
خون قاتل رہ نجائے گردن نخچیر پر

غیر سے میں کُن نہیں سکتا تیرے ابرو کا وصف
تیغ چل جائے گی ذکر کوچۂ شمشیر پر

چوکتا بھی ہے نشانے سے کہیں تیر نظر
صید گہ میں جا نہیں نخچیر ہے نخچیر پر

چھپ نہیں سکتے ہیں سیر جرم تجھی شان عفو
مجھ سے تو تقصیر ہی ہوتی رہی تقصیر پر

جو ہے بے فیض اُس کو کوئی فیض پہنچا تا نہیں
پُل نہ سونے کا بندھا آب دم شمشیر پر

کر کے خوں ریزی ہوئی تیغ کی گردوں ہے خم
چاہیے انسان کو نادم رہے تقصیر پر

بوسۂ لب دیا تھا میں نے جو برہم ہوا
سر مرا قاتل نے کاٹا کونسی تقصیر پر

بزم دلبر میں اٹھایا کس نے خاموشی کا لطف
خاتمہ تہذیب کا ہے مجلس تصویر پر

کیا عجب مثل کتاں صد چاک ہو اسکا بھی دل
ماہ کیوں گردیدہ ہے اس چاندسی تصویر پر

یار نے دست حنائی سے کیا مجھکو اسیر
ہاتھ سے چھوتے ہی سونا چڑھ گیا زنجیر پر

۸۱

دیوان سفیر

شاخِ گل پر کبک ہے غنچوں کے چٹکنے کی صدا
کھل کھلا کر ہنس رہے ہیں آج طفلانِ بہار

مصرعِ سرِ دیں ہے مصرعِ موزوں سفیر
برگِ گل کیوں کر نہوں اوراقِ دیوانِ بہار

مئے اڑاتے ہیں سلطنت کو وہ شکل تیور تنگ کر
جو توڑ کر اپنا پاؤں بیٹھے ہیں سارے عالم سے تنگ کر

ستارہ دو دو نب تھا نالہ جو نہ سنی ہم دل جلوں کی نکلا
نکل گیا عرش سے بھی آگے نظامِ شمسی سے تنگ ہو کر

وہ حسن آفت وہ جوشِ مستی ادا وہ بانکی نگاہ ترچھی
لگائی غمزہ نے بڑھ کے برچھی نظر لڑی خانہ جنگ ہو کر

نہیں ہے دو فلک میں راحت ہی میری حالت محلِ عبرت
فلاخن دہر میں پہنسا ہوں پڑا ہوں گردش میں سنگ ہو کر

لگائے سنبل نے تازیانے خیالِ گیسوئے ابر بار میں
ہر ایک غنچہ جگر پہ سیکڑوں چمن میں بیٹھا خدنگ ہو کر

یہ سیکڑہ ہی خوشی کا مسکن ہر اک جگہ شور ہائے و ہو ہے
عجب نہیں جام مے ہما ہے اگر جلیں تنگ ہو کر

وہ حسن خوبی میں شہر کتا وہ ہر جگہ مہوشوں کا جلوہ
مجھے بہت اونچے حسرتی جو آئے لاکھ تنگ ہو کر

فقط اسی سبل کی خوشی نے اثر دکھایا ہی دونوں جانب
ہمارے دل پر ہیں سنگ ہو کر تمہارے چہرے پہ رنگ ہو کر

کروں جو دریا میں بھی سفر میں رہے یہ بیجاں خطر میں
کہیں ولٹ دے یہ موج کشتی اجل نہ کہلائے نہنگ ہو کر

مجھی ہی بخشش ہی بس زیادہ نہ اب ہیں جلبی شغل بادہ
حریف سے صلح ہو گئی ہی حضور کیا جلد جنگ ہو کر

بھلا ہو اس کاوشِ مژہ کا لحد میں بھی کب یہ جنازہ
میں مر کے کوئے صنم میں پہنچا جو راہ نکلی سرنگ ہو کر

غضب ہی آنکھوں کی یہ اشارے ستم ہیں ابرو کے یہ کرشمے
گلے پہ تلوار یت و نگاہیں پڑے ہیں خنجر سے تنگ ہو کر

واعظ میں اور شیخ میں ہی جب سے اختلاف
ناز اں ہی پیر میکدہ اپنے مرید پر

اب حشر میں برآئے گی شاید مراد دل
ہر وقت ٹالتے ہیں وہ عہد جدید پر

وہ کاٹتے ہیں کند چھری سے مرا گلا
کانپ اٹھتے تھے جو ذکر غدا شدید پر

تعویذ پر ہے نقش سلیماں کھدا ہوا
پریاں اُتر رہی ہیں مزار شہید پر

اس بزم میں شہید تبسم دیت ہوں میں
وہ بجلیاں گراتے ہیں مشتاق دید پر

گلہائے زخم جامے سے باہر ہیں اسلئے
نازاں ہی تیغ یار کی قطع و برید پر

نظارہ اسکے مصحف رخ کا ہے اور ہم
ہر وقت ہی نگاہ کلام مجید پر

واعظ ہے آج سامنے قاضی کے دیکھنا
جھگڑا ہوا تھا کل بط مئے کی خرید پر

قاصد تجھے بھی لاگ ہی مجھے یہ کیا خبر
ہے دستخط حریف کا خط کی رسید پر

وہ کہتے ہیں کہ دیکھنگے ہم کہتے ہیں نہیں
اک معرکہ ہے داور محشر کی دید پر

نازاں ہی تیغ یار پہ میرے جگر کا زخم
ہنستا ہے چاک پیرہن صبح عید پر

دشمن جو اہلبیت محمد کا ہو سفیر
لعنت خدائے پاک کی ہے اس پلید پر

عید کے دن تو مو مجھے مژہ بجاں جھک کر
کیا نہیں ملتا ہے انساں سے انساں جھک کر

کشور حسن میں کب رعب حکومت کو دخل
خود ہی ملتے تھے حسینوں ہی سلیماں جھک کر

جس دم نقاب چاند سے چہرے سے ہٹ گئی
شرما کے برق چھپنے لگی آسمان پر

بوسہ لیا تو ابرِ شے جاناں میں بل پڑا
چلّہ بندھا مراد کا اُن کے کمان پر

جس دم میں خاکسار ہوا ہو گیا عروج
سر سر کشوں کے جھکنے لگے آستان پر

آیا جواب وصل کا وعدہ بھی ہو چکا
کیوں کر نہ صدقے جاؤں میں خالق کی شان پر

رو رو کے تو نے راز نہفتہ عیاں کیا
کہتے ہیں میرا صبر پڑے تیری جان پر

وہ بات کر کہ جس سے شگفتہ رہیں قلوب
مثل بہار قبضہ ہو تیرا زبان پر

کیسا دلیل اُن کو سمجھتے ہیں اغنیا
مثل مگس جو گرتے ہیں نعمت کے خوان پر

مرنے کے بعد لاش بھی میری جلائیں وہ
جھگڑا سگ وہاں میں نہ ہو استخوان پر

لاتا ضرور آج کبوتر جواب خط
ہے ہے چھری ہی پھر گئی اُس بے زبان پر

ہے خوش بیان حریف جبھی تو وہ محو ہیں
گر بس چلے تو مہر لگا دوں زبان پر

اعلیٰ ہیں تیرے میکشوں کے ظرف ساقیا
پیتے ہیں مے بھی بیٹھ کے اونچی دکان پر

دیکھی لہو کی دھار تو غش آگیا انہیں
لینے کے دینے پڑ گئے ہیں امتحان پر

افسانہ اپنے غم کا سناؤں نہ کیوں صفیر
ظالم کا دل بھی لوٹ ہے اس داستان پر

پہنچ جائیں گے بسمل بھی عدم کی پہلی منزل پر
قضا پل بنگئی آب دمِ شمشیر قاتل پر

یاد عارض میں مرے داغ جگر کا چھالا
رہ گیا دیدۂ خورشید میں آنسو ہو کر

رشک چشم سیہ یار سے کیوں ہے نرگس
کیوں مہکتی نہیں تو نافۂ آہو ہو کر

مانع سحر ہیں کافر کی فسوں ساز آنکھیں
کوئی نقصہ نہیں چلتا مرا جادو ہو کر

آج میخانہ میں گذرے گی شب ہجر اپنی
خم مئے کیوں نہ رہے تکیہ پہلو ہو کر

کوچۂ عشق میں ہمت ہی سے لو لگتی ہے کام
ہاتھ تھامیگی یہی قوت بازو ہو کر

ساتھ گلزار کو روتا ہوا میں چلتا ہوں
تھم رہیں آپ نہ شمشاد لب جو ہو کر

نظر اپنی جو پڑی یار کماں ابرو پر
رہ گیا تیر نظر دیکھیں ترازو ہو کر

جان دینے میں تامل نہیں عشاق کو کچھ
موت آئے بھی تو محبوب پر زانو ہو کر

پھول پتے کو بڑی دھوپ میں جاتے ہیں حضور
چمپئی رنگ نہ اڑ جائے کہیں بو ہو کر

بے حجاب اتنے ہوئے لاشہ وہ دشمن کی
گر پڑے شرم و حیا آنکھ سے آنسو ہو کر

اسکی خوشبو ہی ذرہ بیچ میں لاتی دل کو
آج سنبل بھی نہ مہکا ترا گیسو ہو کر

دل شوریدہ جو قدموں سے لگا رہتا ہے
رہ گیا حلقۂ پازیب میں گھنگرو ہو کر

میں وہ وحشی ہوں سفیر اب کہ بقول استاد
سامنے بیٹھتے ہیں شیر دو زانو ہو کر

ہے گماں پرواز کا اپنے دل بیتاب پر
تولتا ہے ہر گھڑی یہ طائر سیماب پر

شاید نقاب یار کے رخ سے سرک گئی
اک برق ہی چمک کے گری کوہ طور پر

جنت کا ذکر کیجئے واعظ کے سامنے
چائے گا ہونٹھ ذکر شراب طہور پر

آتا ہے کیوں دکن میں مجھے یاد اے سفیر
لعنت خدا کی ہو صنم رامپور پر

نظر سے اُس کی چلے دل بچا کر
کہ جیسے صید جائے چوٹ کھا کر

فلک سے حیف اتنا بھی نہ پوچھا
تجھے کیا مل گیا ہم کو مٹا کر

نہ تھی اُمید دھوکے کی وگرنہ
روانہ کرتے قاصد کو جتا کر

مدد دستِ سُبو سے کیا نہ ملتی
جو گرتے میکدے میں لڑکھڑا کر

نصیحت ہر گھڑی اچھی نہیں ہے
تو ناصح ہوش کی اپنے دوا کر

اگر جھوٹوں بھی وہ مجھکو کرے یاد
ابھی اُڑ جاؤں یاں سے پَر لگا کر

سفیر اُس نے جو بھیجا ہے لفافہ
رکھو اس کو کلیجے میں چھپا کر

دل بھی وہ مانگے جو اُس سے کبھی تکرار نہ کر
فتنہ خوابیدہ ہے تا تک اُسے بیدار نہ کر

سنگدل سود کو تو چوم آتا ہے ہر دم اے شیخ
مجھ سے کہتا ہے طواف در خمار نہ کر

چشم جاناں کو یہ تعلیم دیا کرتا ہے ناز
رکھکے بیمار بھی پرہیز تو زنہار نہ کر

تھک گئی بالکل ستارہ وقت مغرب ہے سفیر
جھوم کل نیرنگ بازی چاہئے شبدیز پر

زاہد ہے ٹوٹ گرنگے بزم شراب پر
تار نظر کا ڈور ہے سیخ کباب پر

مدت سے دل میں جن کے تمنا تھی قتل کی
رکھ دے گلے تیری تیغ خوش آب پر

ان کی نظر لڑی ہے مرے دل کے داغ سے
گویا چمک کے برق گری آفتاب پر

کانٹے بچھا کے سوتے ہیں دشت جنوں میں ہم
پھولوں کی بدھیاں ہیں دماغ خواب پر

ہم بھی ہیں صید گاہ میں ہمراہ آپ کے
گھوڑا اٹھا ہے اپنا رکاب پر

بیمار سوز عشق کی حالت تو پوچھتے
لکھتے مسیح خط ورق آفتاب پر

اس مہروش نے مجھ پہ جو ڈالی نگاہ مہر
سمجھا میں چڑھ گیا نظر آفتاب پر

ہوگا خفیف مہر جو ٹوکیگا محتسب
قبضہ تو کر لیا ہے خم بے شراب پر

مجھ سے گناہگار کو بھی بخشوا دیا
رحمت خدا کی شافع یوم الحساب پر

وہ رحمدل ہوں نشتر ہیں بھی آنکھ تر ہوی
آیا جو رحم گریۂ چشم کباب پر

بھر جہاں میں رکھتے ہیں ہمجنس اتحاد
بدلی ہیں کب حباب نے آنکھیں حباب پر

ہو جائے عید رخصے جو سرکا دو تم اسے
آنکھیں لگی ہوئی ہیں تمہاری نقاب پر

آگہ نہیں ہے علم حقیقت سے کا اپنی کیا
ہنستے ہیں دوسروں کے جو حال خراب پر

ہوا سے موجوں سے گرداب سے نجات ملی
نہ آئی کونسی آفت میرے سفینے پر

دبا ہوا ہوں تہہ سنگ بس نہیں چلتا
یہ بارِ عشق نہیں سِل ہے میرے سینے پر

یہ اُس سے کہدو کہ بامِ کمال نظم ہے دور
ابھی تو پاؤں رکھا جس نے پہلی زینے پر

جو ذکر چور کیا اُنسے وہ نہ کچھ سمجھے
کہ استعارہ تو موقوف ہی قرینے پر

جب آبگینگی تو یک قطرہ خوں ہوگا دریغ
اُنہیں جو دیتے ہیں جاں آپکے پسینے پر

بس ایک جام میں ہی ہی بہک گیا زاہد
خدا کی مار ہو ایسی شراب پینے پر

کسی کا ہو کے رہا ہے یہ چرخ دوں گردوں
پھر اعتبار کیا میں نے اس کمینے پر

سنبھالتے ہیں دوپٹہ سنبھل نہیں سکتا
اُبھار رہنے نہیں دیتا اُس کو سینے پر

سفیر چھوڑ کے مے چل دیا ہے مال اپنا
جگر پہ داغ نہیں مُہر ہے دفینے پر

جاتی ہے جان اپنی اک شوخ گلبدن پر
کیوں کر نہ پیار آئے نسرین و نسترن پر

ہنگام میکشی کیوں بوسہ لیا تو بگڑا
مانند شیشہ ساقی کیا مُہر تھی دہن پر

دل سے جو لگی ہے ہرگز نہیں بجھے گی
پروانے گر رہے ہیں کیا شمع انجمن پر

وہ اُس سے گو قریں ہی یہ اُس سے دور کب ہے
شیریں کا ہے تصرف پرویز کو کہن پر

یکبار تو بلا سے اللہ نے بچایا
پھر آنکھ پڑ رہی ہے اُس زلف پُرشکن پر

پھر مرے درد جگر میں رات کو شدت ہوئی
پھر وہی رویا شمع کو بالیں پہ گریاں دیکھکر

دہر میں ہے کون مجھسا طفل نو آموز عشق
یاد اُستاد آگئی پھر چوب درباں دیکھکر

رات کو میں نے اگر سو پیرہن پھاڑے تو کیا
پھر خجل ہوں صبح کا چاک گریباں دیکھکر

پھر سُنگر کو ہوا ہی آج کل شوق خرام
پھر گلے لاکھوں کٹے رفتار جاناں دیکھکر

پھر رہیں شعر میں فکر رسا جولاں ہوئی
پھر ہوا بیتاب یہ تو سن بیاباں دیکھکر

باغ عالم کی دورنگی یاد پھر آئی سفیر
گل کو خنداں دیکھکر شبنم کو گریاں دیکھکر

حسن بے پروہ کو اُس کے گرم جولاں دیکھکر
میں بھی عریاں ہوگیا شعلہ کو عریاں دیکھکر

پاؤں پھیلے خود بخود خار مغیلاں دیکھکر
اسپ مفرش یاد کب آیا بیاباں دیکھکر

دیکھئے کیا زہر اگلیں اب تو ساکت ہیں حریف
آگ تلوں سے لگی ہے عہد و پیماں دیکھکر

چھیڑ تا ہے وہ پریوش آکے مجھ دیوانے کو
شوق چوگاں بڑھگیا گوئے گریباں دیکھکر

منت دوواں کلیک تنکا بھی ہے مجھکو بھاری
دب چلا ہوں سر پہ اپنے بار احسان دیکھکر

سمجھے ہم رنگ عشق اور اسکا ماخذ ایک ہے
خون ہی رنگین ستمگر تیرا داماں دیکھکر

مجھپہ ثابت باغ عالم کی دورنگی ہوگئی
بوئے گل کو صحن گلشن سے گریزاں دیکھکر

سوزش دل کو گھٹوں کے ساتھ کرتا ہوں ضبط
آگ بھڑکے گی چمن میں مجھکو گریاں دیکھکر

ردیف زاء معجمہ

پیر مغاں کے گھر میں ہے دربار عام روز
یہ بادہ خوار بھی ہے شریک سلام روز

وضع سبک سی پیہ مینا خفیف ہے
اُڑتا پھرے ہوا میں نہ کیونکر تمام روز

سودا گر نفع و سود و زیاں ہوں میں
اچھوں سے بھی بروں سے بھی پڑتا ہے کام روز

دیوہوا ہے دشمن خاتم ہے جان لیں
لیتے رہیں جناب سلیماں سلام روز

ہم کو بھی اس نے گنگ کی لکنت پسند ہے
ملتے اگر کلیم تو کرتے کلام روز

گلشن میں بیٹھے گلوں کے پیالے لگے نصیب
ساقی پلا رہا ہے مئے لالہ فام روز

بیٹھے ہیں سر جھکائے امیر و فقیر سب
کچھ ہے میں اُس پری کے ہوا اک ازدہام روز

یہ تاک جھانک تم سے نہ چھوٹے گی حشر تک
انکھیں تمھاری کرنے لگیں قتل عام روز

ہم کو بھی خوان چرخ سے ملتی ہیں نعمتیں
لیں مائدہ مسیح علیہ السلام روز

ہاں گھر نہیں کسی کا یہ صوسرائے دار
ہے یاں کسی کا کوچ کسی کا مقام روز

سر میں نہیں ہوائے گل و لالہ اب سقیر
تھا اک زمانہ جاتے تھے ہم باغ عام روز

صرف بیجا مانع رفتار ہے دامن دراز
بد نما معلوم ہوتا کیونکر ہو نہ پیراہن دراز

قبر کی وسعت تو اتنی ہی ہے جتنی چاہیے
فائدہ کیا ہے اگر ہو جا در مدفن دراز

میرے قاصد کو بھی ہے راہ دکھانے میں کمال
دیکھکر رہتا ہوں میں راہ نما کے انداز

رہنما اُنکی سعادت ہوئی قاصد جو بنا
آگے میرے کبوتر میں ہما کے انداز

راہ بھولے نہ کوئی دین کے چوراہے میں
چاہئے پیش نظر ہوں خلفا کے انداز

جگر و دل لے دغا دی مجھے الفت میں تری
پہلے ایسے تو نہیں تھے رفقا کے انداز

تیرے انداز کے کشتوں کی ہے جنت میں بھی دھوم
دیکھکر مرتی ہیں حوریں شہدا کے انداز

شعر لکھنے کی یہ طرز آئی کسی کو نہ سفیر
ہیں الگ سب سے امیر الشعرا کے انداز

ردیف سین مہملہ

کیوں نہ ہو مکتوب میرا قاصد بے پر کے پاس
ہی بجز وحشی خدا کیا اور پیغمبر کے پاس

حشر کا دن ہے تو ہو آپس میں کر لو فیصلہ
دیکھ لو چلنا پڑیگا داور محشر کے پاس

چیر کر پھینکو نہ گا دل کو اب تو تڑپے ہجر میں
آج اک خنجر بھی میں نے رکھ لیا بستر کے پاس

لاگ قاصد سے مرے درباں کو رہتی ہے سدا
کس طرح پہنچیگا نامہ اس پری پیکر کے پاس

دیکھئے ناصح کی باتوں ہی سے ہو دل کا حال کیا
شیشہ نازک دھرا ہے آج اک پتھر کے پاس

اُس مہ خوبی کی الفت نے رلایا اسقدر
ایک دریا موجزن ہے آج چشم تر کے پاس

اور بھی مجھ جب وفا کا امتحاں اُسنے لیا
پہلے میں نے دوڑ کر سر رکھ دیا خنجر کے پاس

روز اک فتنہ اُٹھاتی ہے وہ چشم فتنہ زا
شعبدے ایسے کہاں ہیں چرخ بازیگر کے پاس

خیال لوٹ رہا ہے متاعِ صبر و قرار
طریقِ عشق میں کب ہے یہ راہزن خاموش

ہے ملکِ نظم کی استاد نظم سے شہرت
رہیگا کب اسد بیشۂ سخن خاموش

یہ جوئے شیر ہے یا خوں کو کن جاری
خدا کے واسطے رہ اب تو پیزن خاموش

کوئی مرے کہ جئے ہے غرض اجورے سے
کبھی رہیں گے نہ غسال و گورکن خاموش

غلام مصحفِ ناطق ہی تو وہاں بھی سفیر
نہ ہوں گے تیری شفاعت سے پنجتن خاموش

نہ وہ سلک گھر سے خوش نہ وہ در رہے خوش
وہ ہے میرے داغِ جگر سے خوش وہ ہے دیدۂ تر سے خوش

مجھے لیتے اپنی وبال ہے وہی پہلے ہی کا سا حال ہے
جو ذرا بھی تم کو خیال ہے تو کرو کرم کی نظر سے خوش

جو وہاں جفا و عتاب ہے تو یہاں سوال و جواب ہے
یہ پیامبر نہ غدا سے ہے نہ ادھر سے خوش نہ ادھر سے خوش

ہے جہاں سے برسرِ کین فلک ہے عدو سے اہلِ زمین فلک
اسے دیکھ سکتا نہیں فلک جو شجر ہرا ہو برگ و بر سے خوش

تجھے تیغ کب ہے آزما تجھے بندگی سے نیاز ہے
تجھے زہد خشک پسند ہے میں ہوں اپنے دامنِ تر سے خوش

ہو جو حقیقت کا سے تو لگائے دل نہ بہلے
یہ عجب ہے بلبلِ زار سے کہ ہے گفتِ گل ترے سے خوش

وہ دوبارہ ہی گلہ مرا یہ بہار ہا ہے لہو مرا
وہ حریف ہے یہ عدو مرا نہیں دل ہی خوش جگر سے خوش

جو سفیر تھا ترا مبتلا تو فقیر ہو کے بھی دی صدا
ہوئی بار بار نئی جفا کبھی پھر ادھر سے خوش

ردیف صاد مہملہ

چھوڑ دے مت تو اے سرو گل اندام رقص — عاشق جانباز کو ہے موت کا پیغام رقص
میکدہ ہرگز نہیں ہے اک تماشا گاہ ہے — نشہ میں کرتے ہیں ہر دم رند مے آشام رقص
فائدہ جس سے نہو کیا ایسی محنت سے حصول — باغ میں کرتا ہے کیوں طاؤس بے انعام رقص
آہ و زاری کی صدا میں اب ہیں واں ایدل حیا — شام سے تا صبح تھا اور صبح سے تا شام رقص
دیکھ انسانوں میں بھی یکساں نہیں کاذب ذات — ہے جہاں میں کب پسند طبع خاص عام رقص
کہکشاں میں طارم انگور کا ہو گر اثر — کھینچ کر خنجر کریگا چرخ پر بہرام رقص
جمع ہیں پور پچے مہوش بس میں اے سفیر — بال ہے کرتے ہیں یاں محبوب شیریں کام رقص

ردیف ضاد معجمہ

اہل دولت سے نہ ہم کو صاحب سے غرض — کون کہتا ہو جہاں سفلہ پرور سے غرض
لے دعا سیراب کر دے آکے قاتل ایک دن — تشنہ گان ہجر کو ہے آب خنجر سے غرض
عاشق قامت ہیں ہم مرتے ہیں اُسکی چال پر — باغ میں ہمکو نہیں سرو صنوبر سے غرض
سنگ در تیرا ہے کافی اور تیری خاک راہ — ہمکو بالش کی نہ خواہش ہے نہ بستر سے غرض
یہ عفت کوش پہلے تھی نہ اب ہے پارسا — زال دنیا کو ہے ہر دم تازہ شوہر سے غرض
سنگ دل ہیں ان بتوں میں خاک ہے مہر و وفا — اے برہمن تیری کیا ایسی کٹھن پتھر سے غرض

تو بھی بیمار رہا کرتی ہے اے نرگسِ دوست
تجھکو بھی ہے صفت نرگسِ بیمار مرض

مشکلیں کرتے ہیں آسان غلامونکی **سفیر**
دفع ہو کہدوں جو یا حمید کرار مرض

آنکھ ہو جائے گی اُسوقت دوچار عارض
موسمِ گل میں ہیں لوٹونگا بہارِ عارض

مجھسے پوچھے کوئی اس سبزۂ شاداب کا لطف
خط نکلنے سے بڑھی اور بہارِ عارض

ایک کے ایک مقابل پہ ہے اللہ اللہ
جگر و دل ہیں مرے آئینہ دارِ عارض

آج گھوڑے سے جو ہنگام خسار اُتریں وہ
اپنے رومال سے پونچھونگا غبارِ عارض

زیبِ خط کب تلک اور جوشِ جوانی کبتک
چار ہی دنکے ہیں یہ نقشِ دنگارِ عارض

شکر الحمد ہوا خشم فرو ظالم کا
عرقِ شرم سے اترا ہے بخارِ عارض

زلفِ گیسو کو جو آتے ہوئے دیکھا سمجھا
سنبل الطیب بھی ہے آج نثارِ عارض

صبحِ عارض پہ فدا شامِ بہارِ گیسو
شامِ گیسو پہ فدا صبحِ بہارِ عارض

مثلِ بلبل کے ہوا شہرہ ہمارا بھی **سفیر**
لوگ کہتے ہیں ہمیں عاشقِ زارِ عارض

نہ ذکرِ حسن میں مسجل ہو کسطرح سے کتابِ عارض
چمک کے خالِ دنکا کہہ رہا ہے ہو لفظِ انتخابِ عارض

تھا غرقِ میں ایک حسن آرا نظر پڑا کھڑکی سے جلوہ
دوپٹہ اپنا سنبھالتا سرکتی تھی نقابِ عارض

آنکھ میں ظالم کے نقشہ کھچ گیا فرہاد کا | نقش فریادی تھا گویا اُسکے فریادی کا خط

ایک عرضی لکھکے بھیجی ہے وہاں ہم نے سفیر
دیکھئے آتا ہے کب تک میرزا ہادی کا خط

ردیف عین مہملہ

آیا دفور شوق میں جسدم اودھر سے خط | بیتاب ہوکے میں نے لگایا جگر سے خط
تھا جس کا انتظار وہ آیا اُدھر سے خط | کیونکر نہ بڑھکے چھین لوں میں نامہبر سے خط
کچھ حال اضطراب کا بھی لکھ گئے تھے ہم | کھل کر نہ گر پڑا ہو کبوتر کے پر سے خط
منظور میری دل شکنی جو اُسے نہ تھی | لکھنا پڑا چھپا کے حریفوں کے ڈر سے خط
دل بھر نہ آئے دیکھکے اُس حور وش کا کیوں | لکھا ہی میں نے ہجر میں خون جگر سے خط
غربت میں تھا میں کون مجھے پوچھتا بھلا | لکھا نہ اک غریب نے بھی مجھکو گھر سے خط
قاصد مجھے یقین نہیں تیری بات کا | جبتک نہ آئیں وصل کے پیہم اُدھر سے خط

تھم کر پڑھو سفیر جو رقت کا جوش ہے
دیکھو بگڑ نہ جائے کہیں چشم تر سے خط

ردیف ظاء معجمہ

وصل میں کیوں ہو بار بار لحاظ | بوسہ دینے میں کر نہ یار لحاظ

چاند سورج ہوں گے کیا اے حور جمع — ایک جا ہوتے نہیں دو نور جمع
عشق پر غالب نہ آئیں گے کبھی — یک جگہ ہوں گر جہاں کے سور جمع
حضرت عباس کی درگاہ میں — مومنین ہیں سب شب عاشور جمع
شورے کرتے ہیں گلشن میں حسیں — کچھ مے نزدیک ہیں کچھ دور جمع
آہ فغاں کی صدائیں کیوں نہ ہوں — کوچۂ دلبر میں ہیں رنجور جمع
دل کے زخموں کے لئے مرہم بنے — کر رہا ہوں اس لئے کافور جمع
موتیوں سے اشک کے ہے فائدہ — رکھ انہیں اے دیدۂ پر نور جمع
سو فقیر اک ملک میں رہ جائیں گے — پر نہ ہوں گے قیصر و فغفور جمع
تجھ سے بڑھکر کون ہے دیکھیں گے ہم — ایک دن محفل تو کر اے حور جمع
ہے عروسِ علیؑ و فاطمہ — حکم خالق سے ہوئے دو نور جمع
چل کے تھوڑی سی پیو تم بھی سفیر — میکدے میں رہتے ہیں مخمور جمع

ردیف عین معجمہ

دیکھکر طاؤس کو کیوں کھائے داغ — قلب عاشق میں بہت ہے جائے داغ
چاہنے والوں میں اے گلرو ترے — ایک بھی مجھ سا نہیں شیدائے داغ

بوسۂ ابروے دلبر نہیں سکتا حریف
تشنگی نامرد کی کیونکر بجھاتی آب تیغ

یا ادا بروے ستمگر میں ہوئی عمر اپنی صرف
مرد میداں جو ہیں وہ گر دلتے ہیں بے تیغ

حشر تک مرتے نہیں اُن کے شہیدان وفا
سبز کر دیتی ہے کشت زندگی کو آب تیغ

مصرعہ بیدل یہ سنکر دل پھڑک اٹھا سفیر
خون گرمم می فروزد شمع در محراب تیغ

نہیں غیر ممکن لئے ہمت مرد افگن و تیغ
خواب میں دیکھ کے ڈرتے ہیں رخ دشمن و تیغ

نفس اماّرہ خونخوار کی ہستی کیا ہے
مجھ سے کہتی ہے یہی ہمت شیر افگن و تیغ

ہجر میں خوں کی پیاسی ہیں مرے برق سحاب
کام کرنیکو ہے اپنا کف اہریمن و تیغ

سامنے داور محشر کے گواہی دیں گے
رنگ لائیں گے قیامت میں بھی یہ دامن و تیغ

سخت دل جتنے ہیں خونریز بھی ہیں دنیا میں
کس کے ہمدرد ہیں گر زور تبر و آہن و تیغ

مرد میداں اسد اللہ سا ہو تو کہیں
ناز جس شیر پہ کرتے تھے سدا توسن و تیغ

بحر عالم میں کسی سے بھی خلش دل میں نہیں
شل باہی مجھے درکار نہیں جوشن و تیغ

کہتے ہیں بروے جاناں ہے اشارے مجھ سے
تا دم حشر ہے رابطہ گردن و تیغ

مرد مسک کو جو لڑ بھڑ کے ملا مال تو کیا
ہر طرح جنگ میں بیکار ہے دستان تیغ

سر عشاق جدا ہو گئے جانینگے زخم
کہدو اوریس سے لیجائیں وہاں سوزن و تیغ

ردیف الف

خیال کیا ہو کسی یار دلستا کا طرف
مصیبتوں میں مرا دھیان ہے خدا کا طرف

درد دل تک بھی خدا کے پہونچے
اثر دعا کا طرف

اشارہ مقام اسباب تا رسا کا طرف

خدا ارے جلاہے

سرسفیر پہ ہے ظل بادشاہ دکن
کبھی نہ جائیگا وہ سایۂ ہما کیطرف

اسکی توفیق جو کھینچے مجھے عقبا کیطرف	بھول کر بھی نہ کروں رخ کبھی دنیا کیطرف
ہم بھی اک روز مصفا کے ہیں عاشق موسا	آنکھ اپنی بھی تو ہے برق تجلا کیطرف
چاک دامن کا جو ذکر آئے نہ رہنا خاموش	تم ہو یوسف کیطرف میں ہوں زلیخا کیطرف
کیا بھلا لگتا ہے وہ چرچہ ہالے میں ہے چاند	تم بھی آؤ مرے آغوش تمنا کیطرف
نزع میں وہ جو کریں آنیکا وعدہ مجھ سے	دم نکلتا ہو تو دیکھوں نہ مسیحا کیطرف
مہدی دیں کا ہو جو وقت زمانہ ظہور	اے خدا ہم بھی رہیں موکب والا کیطرف
بلغ جنت میں بھی وہ سرو سا قد یاد آیا	رخ بھی کرتے نہیں ہم سایۂ طوبا کیطرف
اثر جذب نگاہوں میں تھا کب سے پنہاں	پھر پڑے وہ جو مرے چشم تمنا کیطرف
چشم مست اُن کی مرے لکی نہ کیوں طالب ہو	آنکھ پڑتی نہیں کب جام کی مینا کیطرف

ہوں نہ دولت کدۂ قیس کے پردے یہ سفیر
گرد باد آج بہت دیکھے ہیں صحرا کیطرف

ردیف القاف

یاد لیلی سے ہوئی زینت کاشانۂ عشق	بید مجنوں ہے ہر اک کنگرہ خانۂ عشق

نقش اثر رنگ جو اُستاد کا دیواں ہے سفیر
دل مرا نالۂ ناقوس صنم خانۂ عشق

کبھی جو ہاتھ لگے وہ دریگانہ عشق
میرا اپنے زعم میں سمجھوں ملا خزانۂ عشق

خدا کے فضل سے وہ ہاتھ ہی میں پیر گئے
سمجھ رہے تھے جسے بحر بے کرانۂ عشق

ہوائے گرم عداوت ہو تو بچا یا رب
اُگے زمین ہی سرسبز ہو کے دانۂ عشق

وہ آگ اور ہے صاحب دل جلوں کی ہوگی
کہاں زبانۂ دوزخ کہاں زبانۂ عشق

قدح کشوں کی ندامت نہ چاہیے واعظ
گرے نہ تجھ پہ کہیں برق شیشہ خانۂ عشق

مسیح و خضر ہیں اس سرزمیں سے کوسوں دور
وگرنہ سنہ پہ ملیں خاک آستانۂ عشق

تڑپ کے آہ کروں گر تو کیا سبھی کیا ہو جائے
سمندر نار پہ پڑ جائے تا زیانۂ عشق

حرارت دل مضطر کی تاب لا نہ سکا
پہنچ پہنچ کے اُڑا سنگ آستانۂ عشق

ہزار بار پھرا راستے سے پیر خرد
یہ سر بلند ہے عالم میں آستانۂ عشق

خم فلک کو بھی چاہے تو دائرہ گوں کر دے
سفیر ہے وہ ضعیف شراب خانۂ عشق

ردیف الکاف

ردیف کاف فارسی

دل صد چاک کو میرے ہی بنایا چلن — شاہد پردہ نشیں تیری شرارت کبتک
شب کو مرقد پہ چراغاں ہے تمہارے دم سے — آفریں کریک شب بتا یہ ہمت کبتک
مثل غنچے کے شگفتہ ہو ہنسو بولو کچھ — سرو ساقد ہوا بدلے گی طبیعت کبتک
کچھ دنوں کشور آبادی بھی سیر رہے — اے جنوں پیش نظر وادیٔ وحشت کبتک
حشر ہو جائے سر بزم الٹ دے جو نقاب — منتظر تیرے رہیں مہر قیامت کبتک
دل کی صورت کوئی آنکھوں نہیں چھپا پیٹھا ہے — پردے اٹھ جائیں بصارت کے یہ غفلت کبتک
سنگ دل ہی ہے ترے رگ رگ میں جبتک ہے جیں — دیکھوں میں بھی تو چلتی نہیں قسمت کبتک
جنس عصیاں کا مرے ڈھیر نہیں کم ہوتا — دیکھنا تولے گی میزان قیامت کبتک
سینہ کوئی مری کم ہو جو وہ بدلیں کروٹ — صبح بھی ہو گئی بجتی رہے نوبت کبتک
خم کے خم مجھکو پلا کر یہ کہا ساقی نے — دیکھوں بھرتی نہیں کمبخت کی نیت کبتک
تنکے چلنا تو گلوں سے وہ نہ چھوڑیگا کبھی — لوں قدم باغ میں میں تیری نزاکت کبتک
لیلیا بانوئے قاتل کا لپٹ کر بوسہ — نگہ یاس میں چھپتی پھرے حسرت کبتک
پھیر دو دلکو مرے دلشکنی کیوں ہو گی — آپ عالم میں ہیں بدنام مروت کبتک
شکر کرتا ہے ادا سامنے اُن کے دشمن — اس نئے ڈھنگ سے ہو میری شکایت کبتک
حال پوچھونگا منجم سے سیہ بختی کا — میری ہی ہو کے رہیگی شب فرقت کبتک

ردیف لام

دیوان ۱۰۰

آپ ہی کی تو محبت میں یہ حالت پہونچی
ہنستے ہو دیکھکے کیا عاشق بیمار کی شکل

ہاشمی کو ہے بھلا دختر رز سے کیا کام
دیکھکر کون گنہگار ہو مردار کی شکل

سرخ انکھیں کئے میخانے میں بیٹھا ہے سفیر
قابل دید ہے اُس مرد قدح خوار کی شکل

رہیں گے کیوں نہ غنا دل خراب خندۂ گل
چمن میں کھنچتی ہے ہر دم شراب خندۂ گل

رخ صبح میں ہے آب و تاب خندۂ گل
تبسم لب رنگیں جواب خندۂ گل

ہنسیں نہ گریۂ شبنم پہ شاہدان چمن
چلے جو بلبل تو کردوں سد باب خندۂ گل

اگر اسیر قفس ہے تو رہنے دے صیاد
خیال ہر قفسہ ہے بلبل کے خواب خندۂ گل

خوشی کہاں کی گیا جوش انبساط کیساتھ
چمن میں برگ خزاں ہے نقاب خندۂ گل

بہار باغ تھی شاید مری جوانی بھی
مرا شباب تھا گویا شباب خندۂ گل

یہ اضطراب تھا کیوں باغباں قدرت نے
کتاب برق میں لکھا حساب خندۂ گل

میں لے سے لیتا ہوں مستی میں روئے ساقی کے
عرق کے قطرے ہیں موج شراب خندۂ گل

انہیں ہے رشک سدا شاہداں گلشن سے
حسیں کریں گے بھلا انتخاب خندۂ گل

بہار آئی چمن مشہد عنادل ہے
کھنچی ہی رہتی ہے تیغ خوش آب خندۂ گل

چمن میں اڑتے ہیں مستی سے ہوش بلبل کے
اثر دکھاتا ہے لعل مذاب خندۂ گل

ایک محبوب حسیں اس میں جو رہتا ہی سفیر
نام ہے دیدۂ گریاں کا مرے نور محل

ردیف میم

چھپ کے دیکھ آتے اُس شوخ دل آرام کو ہم
کوچۂ یار میں جاتے ہیں فقط شام کو ہم

یاد آتے ہیں کسی شوخ کے چشمان سیاہ
اپنی آنکھوں سے لگا لیتے ہیں بادام کو ہم

تیس روزے رکھے صد شکر گیا ماہ صیام
آج شوال ہے چومیں گے لب جام کو ہم

کسی گنڈے کسی تعویذ میں ایسا ہو اثر
پھیر لیں اپنی طرف قلب دل آرام کو ہم

اپنے قاصد کا نہیں ہے جو بھروسہ ہم کو
لکھ کے ہر بار چھپا لیتے ہیں پیغام کو ہم

پختہ ہونے نہیں پاتا ہے محبت کا خیال
رکھتے ہیں سر میں عبث اس دل خام کو ہم

عمر گذری ہی ہماری تو انہیں یاد نہیں
کیوں برا کہنے لگے زمزمۂ آشام کو ہم

نگہ ناز کا اُس کی ہے کرشمہ یہ بھی
سجدہ جانتے ہیں گردش ایام کو ہم

خضر کی عمر عطا شاہ کو ہو حق سے سفیر
باعث عیش سمجھتے ہیں اس آرام کو ہم

رہتے ہیں حسن و عشق کی مہمانیو نمیں ہم
سرگرم روز و شب ہیں مگر فانیو نمیں ہم

افسردہ دل ہیں آتش یاقوت کیطرح
اس طرح جل بجھے شرر افشانیو نمیں ہم

مرنے کے بعد بھی تو گذرتی ہے لطف سے
جسم لطیف رکھتے ہیں روحانیو نمیں ہم

ردیف نون

برق پنہاں ہے نگاہ ظالم بے پیر میں
دل کباب سیخ بنجائے نہ شاخ تیر میں

آج کل ہے گر نہ بیجے وصل کی تدبیر میں
جو مزہ تقدیم میں ہے کب ہے وہ تاخیر میں

مادر گیتی ہے کس کی دور چرخ پیر میں
بعد ایام رضاعت کیا دھرا ہے شیر میں

اس بہانے سے دعا باب اجابت تک گئی
تھا اثر پنہاں مگر نالۂ شبگیر میں

طائر بسمل سمجھ کر پھیر لو اپنی نگاہ
دل مرا اٹکا ہوا ہے کب سے نوک تیر میں

پہنچے ہیں قاتل کی سفاکی کے جو ہر جا بجا
موت بھی ڈر کر چھپی ہے کوچۂ شمشیر میں

مجھکو بسمل دیکھکر قاتل کی باچھیں کھل گئیں
سرخیٔ پان ہے لہو میرا لب شمشیر میں

وحشیو نکا مرجع امید کیسا سبز ہے
قوت نشو و نما ہے دانۂ زنجیر میں

صبح کو جس نے دیا اب بھی وہی ہوگا کفیل
ہرزہ گردی کیوں ہے رزق شام کی تدبیر میں

استخواں جتنے بدن میں تھے ادھر آئے مرے
ناوک انگن نے ہما کے پر لگائے تیر میں

قید میں جاتی نہیں ہے عارض رنگیں کی یاد
دھوپ ہی رہتی ہے ہر دم خانۂ زنجیر میں

عکس اسکا دیکھکر نکلی ہے میرے دل سے آہ
ایک لہ بنگیا ہے چاند سی تصویر میں

عید گاہ میں لاکے قاتل نے کہا ہمکو شہید
دیکھکر اٹھا تھا منہ آئینۂ شمشیر میں

اے مصور کیا نہ کرتے وہ تری صنعت کو قید
رنگ بیتابی جو ہوتا بسمل تصویر میں

اپنے ہی نالوں سے پگھلا جاتا ہے اپنا ہی دل
نغمۂ داؤد پنہاں ہے مری زنجیر میں

دل تڑپتا ہے ہمارا کھولدے کاندی پہ زلف
انتظار دام کی طاقت نہیں نخچیر میں

آکے زندانیں بھی ناصح پٹتے پٹتے بچگیا
پاؤں میرے لڑکھڑا کر رہ گئے زنجیر میں

فصل گل میں ایک چلو مئے نہیں ملتی کہیں
لٹ گیا شیراز ڈاکہ پڑ گیا کشمیر میں

محو کر دیتا ہو دل کو اُس کے ابرو کا خیال
نیند آجاتی ہے مجھکو سایۂ شمشیر میں

آپ میں دونوں جہاں میں واجب التعذیر ہیں
آپ کی بھی ہے خطا شامل میری تقصیر میں

میری حالت اُس سے بھی دیکھی نہیں جاتی ہے آج
اشک بھر آتے ہیں اکثر دیدۂ زنجیر میں

اُجلے کاغذ پر مری مانی نے جب کھینچی شبیہ
رنگ طالع کا سیاہی نے بھرا تصویر میں

یار ہائے دل ہوں کیا زیب و کاں مغیر وش
شیشہ گر ہر وقت رہتے ہیں اسی تدبیر میں

وہ جواب ساکت ہو تقتل مدتوں یہ بیتاب ہے
اضطراب اوکی افگن آگیا نخچیر میں

اے ہیں شوق شہادت میں کفن پہنے ہوئے
چاہیئے درگزریں بھی کوچۂ شمشیر میں

مرد با بند علایق رہ نہیں سکتے کبھی
شیر کو دیکھا نہ فیل مست کی زنجیر میں

او کماں ابرو نہیں کھلتی تری دلکی گرہ
تیر پیکاں بنگیا ہے سینہ نخچیر میں

تجھ پہ اے قاتل نہ کیوں تیرے شہید ذکو ہو ناز
ہاتھ میں کس ہے تو جس بھی ہے تیری شمشیر میں

اے جنوں صحرا سی وحشت کو بھی میں لایا ہوں ساتھ
چشم آہو کے بھی حلقے ہیں مری زنجیر میں

ورطۂ حیرت میں ڈالے کیوں نہ گرداب حسن
ڈوبتی ہی میری کشتی قلزم تصویر میں

کارنامے دہر میں مردوں کے چھپ سکتے نہیں
نام تو رستم کا سنتے ہیں اگر رستم نہیں

جام رو کر کہہ رہا ہے میں ہوں وہ سکی یادگار
شیشہ و ساقی تو ہیں افسوس وہ دم نہیں

کوئی مے سے نشہ دولت سے کوئی مست ہے
میں ہوں اس عالم میں اور اس حال میں کیا عالم نہیں

نفس بد سے دل مراد ہوگا نہیں کھاتا کبھی
کیوں بھورو باہ بازی شیوہ ضیغم نہیں

عندلیبوں نے کیا ہے فیصلہ اس بات کا
تو نہیں اس باغ میں صیاد اب ہم ہیں

اہل دل خلوت سے باہر ہی نہیں رکھتے قدم
شیشہ کا مسکن جوہر ہو بازار سنگ سے کم نہیں

اشکباری سے مری شبکور ہوئی الیسی خجل
صبحگاہ اڈھکر جو دیکھا باغ میں شبنم نہیں

ہر کس و ناکس کو بے مانگے بھی دیتا ہے شراب
کیا ترے پیر مغاں میں بخشش حاتم نہیں

میرے نالے کی ہوا سے کھلکیا گیسو ترا
کون کہتا ہے علم میں آہ کے پیچ و خم نہیں

اہل غفلت چونکتے ہیں اب بھی دیکھو ہیں نہیں
خاک ذلت سر پہ خواب گراں سے کم نہیں

رو رہے ہیں اہل عصیاں حال رہے ہیں جو گنہ
برج آبی سے ترازوئے قیامت کم نہیں

انس سے مشتق ہوئی ہے دہر میں انسانکی ذات
گر نہیں تجھ میں مروت پیرو آدم نہیں

ساتھ ہی رکھتا ہے صیاد اپنے سامان شکار
حلقہ دام بلا ہے کیسوئے پر خم نہیں

جوہر انسانیں جوہر ہیں نہیں انسان سفیر
آئینہ عالم میں ہے آئینے میں عالم نہیں

تابع فرمان ہوئیں پھر قاف کی پریاں سفیرؔ
بھیجے جن دیو ابھی سب ملک سلیماں کے طرف

خوبی سے جنس دعشق کا جو ساماں ہوں میں — بڑے نادان ہیں وہ جنس عصیاں ہوں میں
کیا ہے کمال کا دل کے اوسے دھری قیمت — گراں وہ بیچے ہے سکو ارزاں ہوں میں
ہوا ہی سکہ جس شیخ داغل ریکھ نہ رکھے — بلا سے جائے کوڑی اسکا مول نہ ہوں میں
جہاں میں خاص آل عبا کی روسے — گھر اشکوں کی دیکھ باغ رضوان مول لیتے ہیں
جو تو ناگ زہ دیکھ زلف کا پھلا تو بھی آوے — ڈسنے ہم اسکو دست گرد اموں لیتے ہیں
فرمایا اگر حسینوں نے گنج تا روں تو — دو عاشق میں بھی ملک سلیماں مول لیتے ہیں
قبائے صبح سی چاک گریباں ہوں لیتے ہیں

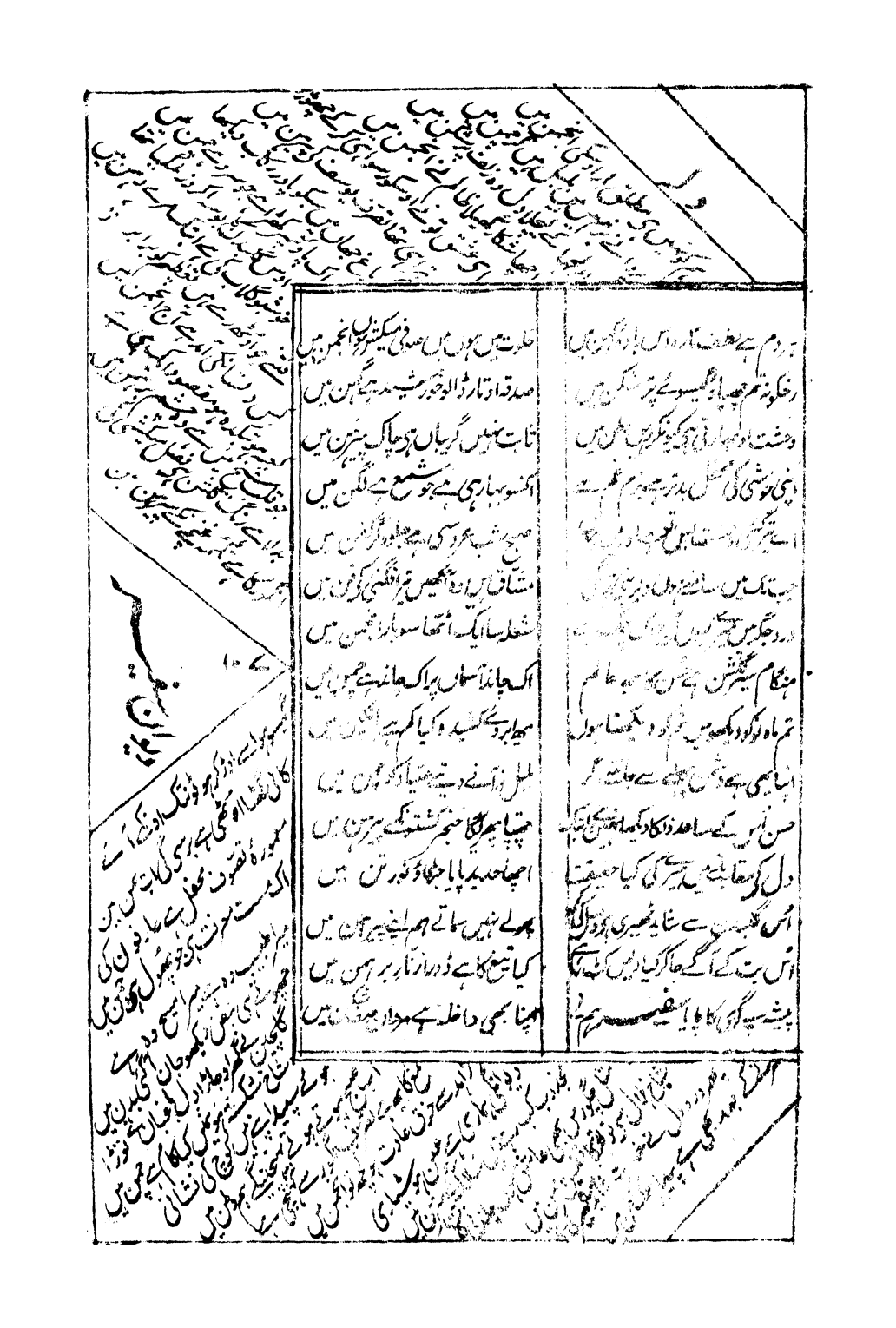

شاہانِ روزگار کا بخت رسا ہوئیں
سایہ میں میرے آئیں وہ ظلِ ہما ہوئیں

دل آئینہ ہے شکل تیری دیکھتا ہوں میں
اتنا قریب ہونے پہ تجھ سے جدا ہوں میں

ہستی کو اپنی غور سے جب دیکھتا ہوں میں
میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا ہی کیا ہوں میں

فاقہ میں بھی بھوں مگس خوان اغنیا
اُس رازق کریم کے در کا گدا ہوں میں

تیوری چڑھا کے مجھکو سرِ انجمن نہ دیکھ
کھٹکی ہے ہر اداسری نا آشنا ہوں میں

استادہ ہو رہے ہیں مری آہ کے علم
بزمِ نشاط کہتی ہے بزمِ عزا ہوں میں

اُس جلوہ گاہ ناز میں بسمل ہیں سیکڑوں
ابرو مے یا کہتا ہے تیغ قضا ہوں میں

عجلت ہے خمیر میں روزِ ازل سے ہے
کیونکر رہے زد در نجح ہوں زود آشنا ہوں میں

سالک کے ہوش اوڑ تے ہیں راہِ سلوک میں
گم کردہ راہ ہونے پہ بھی رہنما ہوں میں

جب دشت رستخیز حوادث کو طے کیا
اب موج کھا رہی ہے تری آشنا ہوں میں

بسمل گرہ میں آنسو کی کیا بوند ہے گل صفیر
اس دار بے ثبات میں موج ہوا ہوں میں

اپنے دیوانے کو وہ ہوش میں لاتے ہی نہیں
تخلیہ رنج معبر کا سنگھاتے ہی نہیں

ایسی باتوں کو زباں پر کبھی لاتے ہی نہیں
جو کہ اچھے ہیں وہ احسان جتاتے ہی نہیں

میرے احباب انھیں اس راہ پہ لاتے ہی نہیں
مرا افسانۂ غم انکو سناتے ہی نہیں

ولہ

کیا وہ خوبی ہر جو خال رخ روشن میں نہیں
ایسا دانہ تو کوئی ماہ کے خرمن میں نہیں

چوٹ کی جس پہ اوسے مار لیا گیسو نے
اسمیں جو زہر ہے اٹلی ہوئی ناگن میں نہیں

دل کا لو جو حال ہر چہرے سے عیاں ہوتا ہے
میرے کینے کی جگہ بھی دل دشمن میں نہیں

نالۂ دل کی صدا بھی مری بیخبر میں ہے
ورنہ اسطرح کا آہنگ تو آہن میں نہیں

ہائے کیا یار بھی فلک بھی بہم کر آیا
چین دم بھر بھی مجھے گنبد دفن میں نہیں

دل ترا سخت ہے پتھر سے زیادہ ظالم
ایسی سختی ترے اٹھتے ہوئے جوبن میں نہیں

نیں ہوں محمد دستار لیسے ہر محبوب غم سے نیا
اتنی خوشی تیرا گذارا مرے مسکن میں نہیں

اشک غم سے ہے فزوں اشک ندامت کا وقار
آستینوں میں جو ہوتی ہے وہ دامن میں نہیں

دیکھیے غیر سے دالاں میر سناتا ہے
وہ مرا پردہ نشیں آج بھی چلمن میں نہیں

اسکے عارض کی جھلک قرطہ ہوی
موت سے اتبو منور وادی ایمن میں نہیں

جو خداداد ہو دولت وہ لطف ہو کیونکر
درہم داغ جنوں قسمت ہر میں نہیں

زیب دیتا ہے اکڑنا تجھے اے قامت یار
سرو اس طرح کا سیدھا کوئی گلشن میں نہیں

یہ ملاحت تری یہ حسن ترا کب ہے نصیب
اک صباحت کسو کچھ بھی فرنگن میں نہیں

ہائی کیا چھوڑ گئی گوشۂ تنہائی میں
بیکسی کا بھی گذر اب مرے مسکن میں نہیں

ولہ

تا زتیرے نہ حریفوں کی اٹھیں گے ہرگز
کیوں لھو ملکے شریک شہدا ہوتے ہیں

چاندنی راتوں میں ملتا نہیں دو دو دن
جھوٹے وعدے ترے اے ماہ لقا ہوتے ہیں

سب کو یہ فکر ہے بس گو تلک بھی بچا دیں
ہم کو یہ غم ہے کہ اپنوں سے جدا ہوتے ہیں

قتل کرتا نہیں جب سے یہ سنا ہے اُس نے
ساتھ حوروں کے شہیدانِ وفا ہوتے ہیں

حال کھلجاتا ہے دنیا کی دورنگی کا سفیر
ایک ہی قبر میں جب شاہ و گدا ہوتے ہیں

ہم انکی زلف و ابرو کو نکو دشمن سمجھتے ہیں
اسی عقرب سمجھتے ہیں اسی ناگن سمجھتے ہیں

جو اُس کوچے میں سر پر آفتاب آئے تو کیوں اٹھیں
ہم اُس کو رشید کا سایۂ دامن سمجھتے ہیں

پڑے نہ تہ میں ٹکڑے جا بجا طوق و سلاسل کے
جنوں کو جو شہیدِ آہن کوکب آہن سمجھتے ہیں

نہ چوری میں کیسے اُسکو کہ صورت تو نہ دیکھی ہے
ہم آئینہ کو بھی تیرا رخِ روشن سمجھتے ہیں

خدا کیوں اسطے اتنا بھی ہمکو دق کرو اغط
تری گردن کو ہم شیشے ہی کی گردن سمجھتے ہیں

لگاوٹ کر کر شاید جان لینے کا ارادہ ہے
اشارے ہم ترے ای دیدۂ پُر فن سمجھتے ہیں

ہوا ہی قافلہ انکی مل سکتی نہیں اصلا
یہ دھوکا ہے جسے گردِ سمِ توسن سمجھتے ہیں

نہ چھوڑی قیس نے صحرا نوردی دفن ہو کر بھی
بگولوں کو ہم اُسکا گنبد مدفن سمجھتے ہیں

جو یاد آیا ہے ہنگام سحر خورشید رعنا کا
شعاع مہر کو در و ای چلمن سمجھتے ہیں

لاکھ کوشش کیجئے تقدیر اپنے ساتھ ہے
کچھ بھی اس دنیا میں بے اذنِ خدا ملتا نہیں

نام میرا لیکے وہ غیروں سے کہتے ہیں سفیر
ہم کو ایسا بھی تو کوئی باوفا ملتا نہیں

شبِ فراق مرا کوئی غمگسار نہیں
کہ چاندنی کو بھی ظلمت کدہ میں بار نہیں

تھکیگا ابلقِ لیل و نہار کاؤں میں
اگر نہ روک لوں اسکو تو شہسوار نہیں

گلے پہ اپنے چھری آج پھیر لو نکا ضد
اجل کا بھی غمِ فرقت میں انتظار نہیں

اگر وہ رک نہیں سکتی یہ تھم نہیں سکتا
تری نظر کیطرح دل کو بھی قرار نہیں

قسم ہے اس لبِ شیریں کی تیرے ای فیا
ذرا بھی تلخیِ مے مجھکو ناگوار نہیں

صحیفۂ رخِ روشن کا رکھ گیا مطلب
تو شمس بازغہ پڑھکر بھی افتخار نہیں

یہ کس کی شوخیِ رفتار نے غضب ڈھایا
کہ چین مردوں کو بھی اب تہ مزار نہیں

ادا سے صید کرو دل کو دیکھتے کیا ہو
جو چوٹ کھاکے نکلجائے وہ شکار نہیں

اشارے کرنے لگی ابر آتے ہی جست
چو میں شراب بھی پی لوں گنہگار نہیں

گندھی ہوئی ہے یہ کسطرح آنسوؤں کی لڑی
عجب یہ ہے کہ گریباں میں کوئی تار نہیں

جگر کے داغ میں ہر وقت تازگی دیکھی
یہ وہ ہے پھول جو منت کشِ بہار نہیں

کوئی مرے دلِ بیتاب سے ذرا پوچھے
مزاجِ یار ہے کیا جو تجھے قرار نہیں

کسی غریب کا دل توڑتا ہے کیوں ہر بار
ترے گلے کا یہ مالا نہیں ہے یہ ہار نہیں

خلش میں بحر جہاں میں کسی سے کیا رکھوں
کہ میرے ہاتھ کی مچھلی بھی خار دار نہیں

غم فراق کی کس دن بھلا شکایت کی
بھوکے گھونٹ ہی تو مجھکو ناگوار نہیں

پیونگا جام صبوحی تو جان آمیگی
کہ استحالہ اجل کا ہے یہ خمار نہیں

کمر سے باندھتے تلوار کس لیے نکلے
بھوبہانے کو ابرو کی ذوالفقار نہیں

بھولنگا کے شہیدوں میں ملگیا ہے چمن
یہ میرے خونکے قطرے ہیں لالہ زار نہیں

بجھا ہوا ہے یہ دل سرد مہر یوں سے بھی
ہمارے سنگ لحد میں بھی یہ شرار نہیں

اجل کی چوٹ عناصر سہار نہیں سکتی
یہ چار آئینہ کچہ جسم کا حصار نہیں

نکلکے جاؤنگا گھر سے کہاں میں جسنے دل
کھڑے ہیں دیو بیاباں میں کہ سہار نہیں

تمہیں قسم ہے جو ٹھیرو پلٹ کے بھی دیکھو
کہ فاتحہ کے بھی قابل مرا مزار نہیں

کلیدمیکدہ لگجائے ہاتھ پھر دیکھو
جو خم کے خم نہ اڑا دوں تو بادہ خوار نہیں

چڑھا جو نشہ تو ساقی سے ہوگیا گستاخ
صفیر سا بھی زمانے میں ہوشیار نہیں

شراب ناب سے خالی کسی کا جام نہیں
یہ کون کہتا ہے ساقی کا فیض عام نہیں

غدار یار پہ کب زلف مشکفام نہیں
وہ دن ہو کہ نا دنیا میں جسکی شام نہیں

مجھے یہ ڈر ہے کہ تانکے نہ ٹوٹ جائیں کہیں
کہ سکڑے کر وہ زخم جگر کو دیکھتے ہیں

جگر ہی تیر کا مشتاق دل ہی طالب ہے
یہ دیکھنا ہے وہ پہلے کدھر کو دیکھتے ہیں

چھپی ہوئی یہ شرارت چھپے گی کیا ہم سے
کہ ہم تو سنگ کے اندر شرر کو دیکھتے ہیں

شب وصال کی آرائشیں ہیں پیش نظر
نگاہ یاس سے دیوار و در کو دیکھتے ہیں

نظر وہ عقد ثریا پہ بھی نہیں کرتے
ترے گلے میں جو عقد گہر کو دیکھتے ہیں

طریق عشق میں اپنا قدم ہے آگے بڑھا
جو مرد ہیں کہیں خوف و خطر کو دیکھتے ہیں

ہم اونکی چاندسی صورت نہ دیکھ پائیں
ہزار بار نجم و قمر کو دیکھتے ہیں

سفیر ضبط یہ ہے آفت تلک نہیں کرتے
مصیبتوں میں ہم اپنے جگر کو دیکھتے ہیں

وہ بیکس ہوں کہ روئے میں جو جام سبو سوں
گیا ہے موج نے ماتم کنار آب جو برسوں

یہ تھا پیش نظر سونگھا کیے ہیں خون برسوں
گل داغ محبت سے وفا کی آبرو برسوں

محبت کی نہ آئی دردمیاں پھر گفتگو برسوں
ذرا سی بات پر بگڑا رہا وہ جنگجو برسوں

یہاں اکثر رہا ہے ربط شیر و گاؤ میش
کچھ سے آئی ہے صدیے آئے قتلو برسوں

بنایا گرم و اکدن بھی اونکو دشت وحشت نے
جناب کی ہم نے بھی کی ہے جستجو برسوں

ذرا بھی کیوں نہ ہو بہت ہے فیض نکہت
کوئیں سے آئی ہے پیراہن یوسف کو برسوں

ناپید مثل شکل خیالی ہوں دہر میں
ابتک جہان میں خبر نارسیدہ ہوں

کچھ ایسا میں نحیف ہو عشق امیں
گویا رگوں سے صفحۂ سطر کشیدہ ہوں

اصرار اد ہر سے روز اُدہر سے عتاب ہے
لکھتا ہے نامہ بر کہ میں آفت رسیدہ ہوں

بوسہ دیا ہے جب سے غضب کا حجاب ہے
کہتی ہے اوسکی آنکھ غزال رمیدہ ہوں

چرکے لگیں گے دل پہ کھلی گر زباں مری
قاتل سے میں بھی صورت خنجر کشیدہ ہوں

صحو جمال آئینہ رخ ہوں اسقدر
آنکھوں میں اپنی سرمہ حیرت کشیدہ ہوں

یہ نشہ ہے شراب سے ہی کچھ بڑھا ہوا
ناصح نہ کر خیال کہ میں برگزیدہ ہوں

ہے خانۂ غم کا قلب کو کھٹکا لگا ہوا
باغ جہاں سے اسلیے دامن کشیدہ ہوں

اللہ بزم غیر میں یہ بے حجابیاں
کہتی ہے شرم طائر رنگ پریدہ ہوں

کیا حال بختیوں کا لکھوں یار کی صفیر
خامہ بھی کہہ رہا ہے کہ میں سر بریدہ ہوں

ایسا ہے کچھ سکوت اُنھیں سب باتیں
سنتے ہیں سو کی اک نہیں کہتے جو اب میں

ہم زار زار روتے ہیں کیف شراب میں
کب خشک ہو گا دامن تر آفتاب میں

تھوڑی سی مے ہی ہم کو بہت تھی شباب میں
اب تو وہ کیف ہی نہیں ساقی شراب میں

آتی ہے بسملوں کے لہو سے جو بوئے عطر
شمشیر کیا بجھائی تھی اوسنے گلاب میں

اوس گلبدنسے وصل کی ٹھیرے ہے اسی سفیر
کپڑے پہنے آج بھاکر گلاب میں

کھوتی ہے نقد جاں بھی شناور نے آب میں
اب کیلئے ہے بحر بھلا پیچ و تاب میں

روشن کنول تھے رات کو بزم شراب میں
ہمنے بہت جلائے چراغ آفتاب میں

اشک اوسکے روبرو نہیں چشم آب میں
شبنم ٹھہر سکی ہے کہیں آفتاب میں

بس جائینگے تھ سم تو سن ہزار دل
لائیں گے رنگ پائے حنائی کاب میں

کسکو دکھائیں دلکے تڑپنے کا حال ہم
بجلی بھی سادی نہ سکی اضطراب میں

طالب تھے دین کے اونھیں دینا سے کیا غرض
تھا مشت خاک زر بھی کف بوتراب میں

عالم میں ہم نہیں ہیں یہ عالم ہمیں میں ہے
دریا میں ہے حباب تو دریا حباب میں

دریا کا شور نغمہ داؤد ہو گیا
پیدا زرہ کی شکل ہے ہر موج آب میں

بوسونکا میرے لیں بھی دونا ہے آج شوق
دوہری گرہ لگائیے بند نقاب میں

شوخی یہ کاتبان عمل کی تو دیکھیے
بوسے بھی درج ہو گئے فرد حساب میں

گالی بھی نامہ برنے سنی کو سنے سنے
ایک حرف بھی زباں سے نہ نکلا جواب میں

کیا آگئے ہیں ہاے رقیبوں کے دم میں وہ
لٹوا رہے ہیں حسن کی دولت شباب میں

واعظ مرے لھو کی قسم پیکے دیکھہ تو
کمبخت کوئی زہر نہیں ہے شراب میں

بتلاؤ گھر کے چور سے کیونکر بچے کوئی
خوش چشموں کے وصال کا اچھا نہیں مآل
اچھا ہوا خزاں نے اگر زار کر دیا
اسطرح زیر طارم انگور ہم ہیں مست
آئی جو موت ہم سے بھی وعدے پہ جان دی

کھلدستہ داغ دل کا ملا دستہ زلیں
دھوکا ہے ایک روز نہ مکنے کا ہیں
اڑتے پھریں گے بسم ہمارا بہار میں
بادل بھی جھومتے نہیں یوں کوہسار میں
تھا یہ لحاظ فرق ہوا عتبار میں

پڑھتے ہو یوں مشاعرے میں تم غزل سفیر
جیسطرح شیر گونج رہا ہو کچھار میں

جو کملیائے زمانہ ہے وہ بحر حسن عالم میں
سیہ کپڑے پھنکر جو وہ آئے بزم ماتم میں
الٰہی کسطرح سے بنکے بگڑی نوع انسانی
اہ بلبل آپس نہیں آنکھیں مری مرگ غزالاں ہے
زبان پاک قلب صاف تو پیدا کرے انساں
نگینے کو بٹھاتا ہے جوہر گر عرض یہ سن لے
نصیحت میکدہ والوں کو کیسی ناصحو سمجھو
جو یاد لب میں کرتا ہوں تو کچھ ہو جاتی ہے لکنت

جباب اوبھرے ہوئے کیونکر نظر آئیں محرم میں
جلی ہے شمع کیا کیسا مجالس ماہ محرم میں
پتا بھی آدمیت کا نہیں پاتا ہوں آدم میں
شکوفے غم کدے پھولے ہیں شاخ نخل ماتم میں
اثر موجود ہے ہر وقت غافل اسم اعظم میں
ہماری آنکھ کا حلقہ بھی چوڑے فنکے ناتم میں
خدا جانے وہ کیا کھدیں تمہیں مے کے عالم میں
یہ طفل اشک ہی بیٹھے ہو یا آغوش مژہ میں

نیرنگ روزگار سے ہے بود ر ہلال مین
رکھتے ہین تجربہ یہ کمال و زوال مین

پیش نظر یہ اہل کدورت کے جب ہوا
آیینہ دب کے رہگیا گرد ملال مین

اے میکشو شراب پیو شوق و ذوق سے
لیکن نہ فرق آئے کہین اعتدال مین

چشم سیاہ یار کا دلمین جو ہے خیال
سرمہ نگار ہا ہو نہین چشم غزال مین

اکثر اس نظم مین ہین ہمین بندیان نئی
ہر وقت تازگی ہے ہمارے خیال مین

ہے آج میکدہ مین ہجوم قدح کشان
ساقی نہ امتیاز ہو درد و زلال مین

آنکھون اسی طرح سے وہ چمکی تھی بدہین
شمشیر حیدر یکا ہے نقشہ ہلال مین

گر ہون نہ مستفید تو اپنا قصور ہے
کوئی کمی نہین کرم ذو الجلال مین

کہتے ہین ہم فقیر ہی رہتے ہین فاقہ مست
رہتے ہین با وشاہ اگر مست حال مین

سچ تو یہ ہے کسیکی کسی کو خبر نہین
ساقی ہی مست ناز ہین ہم مست حال مین

زندون کو اسکے وصل کی ہر لو لگی ہوئی
صوفی رہین مشاہدہ خط و خال مین

اوچھو نکو وہان نہین لاتا ہو نہین کبھی
اتنی جگہ نہین مرے بزم خیال مین

مل جائیگا جو بوسہ چشم سیاہ یار
پھولونگا سہرا بانہ ہینگے شاخ غزال مین

ابرو سے قتل کا یہ اشارہ نہین کیا
مارا ہے رکھہ کے ترکمان ہلال مین

اسکی روش سے فتنہ محشر بھی ننگ ہے
فتنہ قیام مین ہے قیامت چال مین

نہ حرف آئیگا کوئی پاکدامانیٔ یوسف پر
کہ عذر بیخودی شامل ہے تقصیر نیخبر میں

نکلجائیگی اوس سے خواہش دیدار مجنوں کی
غزالِ دشت لیلیٰ کو جو رم آجائے صحرا میں

گمان جوہر مشتوش گو خط سیہ پر تھا
نظر آیا مجھی عکس آئینہ اوس روئے مصفا میں

ہو ترک صحبت ہمجنس بھی ہمجنس سے مشکل
وداع موج اک ہنگامہ ہے آغوش دریا میں

قیامت میں غلط ہے یار کے دیدار کا دعوا
جگہ خورشید محشر کی نہیں ہے چشم حربا میں

نہیں ہے خوف انکی اثر در زلف سے کچھ
ہمارا نالۂ دل اک عصا ہے دست موسیٰ میں

تھے دونوں عاشق و معشوق اسکی ایک مدت سے
جو حسن یوسفی میں تھا وہی جلوہ زلیخا میں

ہوا یا خضر عاجز کو وہی میں نے پائمالی سے
جگہ دی خار کو دل میں جو رہا کف پا میں

شکست طرۂ گیسو میں اپنے دھو نہ اے بسمل
ملیگا کلب دل مجنوں غبار دشت سو میں

سفیر اس ترک کے ہمراہ کن آباد جائینگے
پھریگی رنج حافظ سے تہہ گاشت مصلا میں

بنا کون و مکاں دل ہیچ گیا جز قطرۂ خوں میں
یہ دہ قطرہ تہا دریا بنیگا گر تے ہی دریا میں

زیادہ تجتبیں ہونگے کمی ہوگر تمنا میں
مزے عقبیٰ کے سالک تجھکو آجائینگے دنیا میں

سب جانگشت حیرانی سے جو ہو اب وصل مشکل ہے
حجاب خامشی مریم کی آئی ہے مسیحا میں

دل رم آہو محبوس ہرگز رہ نہیں سکتا
شہر آسا دروں سنگ ہے یہ کوہ صحرا میں

اب تمیز حق و باطل درمیان نہیں رہی
ہوئے ہم مرتبہ اشراف و اراذل دونوں

ایک میں لطف جہاں ایک میں دریا کی سی
ہیں میرے دیدۂ و دل سیر کے قابل دونوں

ایک کو حسن دیا لاک کو بنایا عاشق
ترے بندے ہیں چکور اور مہ کامل دونوں

حسب زر دلمیں زبا پیر ہے نری نا مرضا
دین و دنیا تو نہ ہونگے تجھے حاصل دونوں

انکے ابرو کا ہلانا میں نے نظارا کیا تھا
یک بیک قتل کیوں ہو گئے قاتل دونوں

قیس و فرہاد کے قصہ کو دو سنکر بولے
ہو گئے دہر سے کیا عاشق کامل دونوں

ہے کبھی ناز کا غمزے کا تقاضہ ہی کبھی
کسکو دوں کسکو ندوں مانگتے ہیں دل دونوں

پیار کی انکی نگاہ میں نہیں دو چہرہ پن
سچ ہے دل ہی میں ہیں پر کہہ لینگے قابل دونوں

دل پر داغ ہے طاؤس کو یہ سو ہے ابر
اے سفیر ایک پر اک کیوں نہ ہوں مائل دونوں

نہیں درویش حق آگاہ کو غم بحر امکاں کا
بچھایا بوریا میرے لیے موجوں کے طوفاں کا

وہ دیوانہ ہوں رکھوں گا قدم جسہ بن گلستاں
بنا لینگے عنادل آشیاں چاک گریباں کا

ادھر جلا رات بھر تنہا کو جہ خاک گریباں
بلا کی روشنی دیکھی چراغ داغ ہجراں کا

میرے دلکے نگینے میں سمٹ کر آگیا سب
نہ اب نام کو باقی نہیں مصر سلیماں کا

پیرا ہوں مشت وحشت میں نہ طالب ایسی جنت کا
چراغ دیدۂ ضیغم رہا روشن بیاباں کا

بہار اب گلستان سے آنیوالی ہے بیابان میں
عجب کیا پھول نرگس کے کھلیں شاخ غزالان میں

تقرب خاکساروں کو ہوا ہے اسکی حسرت سے
بلاکی ہے رسائی اس غبار عرش جولان میں

ہوا شاخ بیان سے میوہ شکر غدا خالص
زبان برگ شکوفہ ہے ریاض جسم انسان میں

شب آویزہ میری روح کرتی ہے تلاش اسکی
میں شمع حسن کا پروانہ ہوں گنج شہیدان میں

زیارت کو پریدیان عالم روز آتے ہیں
عجب رونق نظر آتی ہے درگاہ سلیمان میں

میرے دل کیطرح شانہ بھی واں صد پارہ ہوتا ہے
لہان جمعیت خاطر تری زلف پریشان میں

دکن میں اے سفیر اپنے بزرگ آئے ہیں شیراز سے
ابھی تک صالح آباد اپنی ہی جاگیر ایران میں

پہنی اوسنے زنجیر غلامی اپنی گردن میں
حمایت مہر کی پیدا ہوئی برج حسن میں

بہائے رات بھر آنسو خیال روئے جانان میں
ہمارے اشک کے دانے ہی ہونگے مہر تابان میں

ہوئے ہیں دل سے شعلے آج عشق روئے خوبی میں
گریباں جلگیا ساری ہے آگ دامن میں

ہم اُنکے ساتھ ہونگے موسم گلچین جو گلشن میں
چلیگا دور مے کا اور بڑھیگی جنگ سیاہ دانان میں

جو عالی ظرف ہیں کہتے ہیں وہ دیں کہ دو تہی
بجز خاک سیہ کچھ بھی نہیں صحرا کے دامن میں

ہیں گہوارہ کو اپنے لنگر تمکیں سمجھتا تھا
قرار آیا نہ مجھکو دوش بابا پر لڑکپن میں

لپٹ کر آگئے ہیں سانپ فتنے اُس سہی قد کے
شکن ہیں آستین کے کچھ ہیں کچھ ہیں دامن میں

قاتل کے ہاتھ میں گل جوہر مہک اُٹھے
حیرت کی جا ہے خنجر آہن میں پھول ہیں

پھولی شفق سفیر وہ تارے نکل پڑے
محبوبۂ فرنگ کے دامن میں پھول ہیں

انگڑائی لے رہا ہے وہ سرو روانِ حُسن
دو ہاتھ چاند سے بھی زیادہ ہے شانِ حُسن

کیفیتیں اٹھاؤں نہ کیوں سیکڑوں میں تو
ساقی کی چشم مست ہے جادو بیانِ حُسن

بھاتی ہے کس کو خوانِ ملامت کی نعمتیں
ہو عقل گر تو عشق نہ ہو میہمانِ حُسن

نازو ادا ہی اُس کے جلیس و ندیم ہیں
بچپن ہوئی ہے سند سلطان شانِ حُسن

گوشہ میں رہ کے پائیں حسینوں کی دستبرد
غنا صفت نہ گم ہوا نام و نشانِ حُسن

ای گلرخو غرور یہ دو دن کا واسطے
ہوگی بہار سے نہ مبدل خزانِ حُسن

خورشید شاعری کو عروج اے سفیر ہے
کیوں کر نہ ہو زمینِ غزل آسمانِ حُسن

میں نقشبندِ صورتِ ماضی و حال ہوں
دل کی صفا سے آئینہ دار جمال ہوں

اوجِ کمال پر مری طبع رسا ہے اب
طغرا نویسِ ابروئے شکلِ ہلال ہوں

بوسہ لیا تو چڑھ گئی تیور جلال میں
کھتی ہے اُسکی آنکھ میں خونی غزال ہوں

کھتا ہے خال دانہ گندم ہوں خلد کا
آدم فریب ہوں میں عدیم المثال ہوں

خوف سے پنجۂ شاہین قضا کچھ بھی نہیں
طائر روح کو کسطرح نہ غافل سمجھیں

ہیں وہی اپنی حقیقت سے جہاں میں واقف
مور کو بھی جو سلیماں کے مقابل سمجھیں

دل بیمار نے تکلیف اٹھائی ہے بہت
زلف جاناں کو نہ کیوں شام کی منزل سمجھیں

مرثیہ اپنا سنانیکے لیئے آہا ہوں
اپنی محفل کو نہ وہ عیش کی محفل سمجھیں

خوں یہ ابلا ہے کہ جاری ہیں لہو کے چشمے
دہن زخم کو بسمل لب ساحل سمجھیں

روح میں آگئی پرواز کی طاقت اس سے
کیوں نہ خنجر کو پر طائر بسمل سمجھیں

پی لیں خود قاضی و مفتی بھی سئی آتش فام
اس کو کمبخت اگر گرمئی محفل سمجھیں

لیلئی روح ہے پنہاں جسد انساں میں
چار دیوار عناصر کو بھی محمل سمجھیں

لب ساحل کبھی آنکھیں جو دیوانے کی
موج دریا کو بھی دیکھیں تو سلاسل سمجھیں

دو گھڑی برق ہی آجائے سیہ خانے میں
رعد کے شور کو آواز جلاجل سمجھیں

خود پسندی ہی نہیں دیوانہ ہی کر دی ہے تجھے
اپنے گیسو کو پریزاد سلاسل سمجھیں

دل پھڑک جاتے ہیں اُستاد و نکے کیسی لیف
تیرے ابرو کو نہ کیوں مطلع بیدل سمجھیں

نفس کو حلقۂ فرماں میں جو رکھتے ہیں صفیر
شیر کو بستۂ فتراک وسلاسل سمجھیں

دکھائی داغوں نے ذلکی بہار غربت میں
بنا ہے سینہ مرا لالہ زار غربت میں

وہی بخشیگا واں بھی نعمتیں جو ہیں نمک پروردہ پائینگے حلاوت شورِ محشر میں
لگیں ہی مشتاق و تشنہ لب میں اے قاتل ملی ہے آبِ خنجر کی حلاوت شیرِ مادر میں
انا الحق کی دہائی سیکڑوں میں پھینکوں میں بھی چھکا دے ساقی منصور مرا کیسا غر میں
خراجِ ہفت کشور ہفت آرائش پہ صدقے ہے تپاں شاہوں کی بھی دل میں دُر و گوہر میں
جو خم سر تسبہ ہوتا ہے تو مئی پر زور ہوتی ہے خموشی نیکام آئی ہے اکثر بزم و دلبر میں
تجلی گاہ عرفاں بنگیا دل سوز الفت سے چراغ طور کی سی روشنی ہے اس کے گھر میں
اگر ہمت ہو گر تجھ میں قدم مانا سے آگے ہوں نہیں یہ بیٹھنے کا وقت قیس عامری گھر میں
قیامت میں اٹھیں گر حسرتِ دیدار کے عاشق وہ منہ دھونینگے اپنا چشمۂ خورشید محشر میں
ہجوم آرزو میں آجکل یوں تپش دل ہے نہاں در اشکر جس طرح ہو عرض لشکر میں
کہاں دیتے ہیں ساتھ اہل کدورت پاکبازوں کا صفا آئینہ میں ہو ہی کہاں سد سکندر میں

سفیر اچھا کہا مصرع اسیر نکتہ پرور نے
سلیماں بنگئے ہیں مورچے قاتل کے خنجر میں

بید رد کو مری شبِ غم کی خبر کہاں اب میں کہاں ستارۂ صبح اثر کہاں
کیوں کر ہو سیر باغ جو چھوٹوں قفس سے بھی جذبہ وہی ہے دل کا مگر بال و پر کہاں
ریگ رواں کیطرح ہم آوارہ ہی رہے دل میں کسیکے خانہ خرابوں کا گھر کہاں

دیوان سفیر
برگ خزاں کی طرح ہے ہستی جہان طرح
رنگ و رخ سفیر تعاقب دو اشعر کہاں
ولہ
شعلہ جاں سے گل ہوا دامن تک کہاں
رقص ایسا سے ہوئی آرائش محفل کہاں
دیکھ کر میں نازہ دا کے پیچ میں بسمل کہاں
کے چلتا تیغ کا دعوے خنجر قاتل کہاں

جب ہوائے شوق مجنوں وار باد ہر دشت میں
پردۂ لیلیٰ کی خاطر پردۂ محمل کھاں

ہو مقابل یار کے رنگ قمر داغ قمر
اسکی ایسی شکل کب ہے ایسے ایسے تل کھاں

دل پھڑک اٹھتا ہے سنکر مصرع آتش سفیر
زخم ہنستے تھے کسیکے منہ پہ ای قاتل کھاں

تامل کیوں سفیر خستہ کی حاجت روائی میں
مرے شکلکشا کیا دیر ہے شکلکشائی میں

میں صبح عید کا قائل ہوں اخلاص و صفائی میں
گلے ملتے ہیں دشمن بھی لباس آشنائی میں

وہی اچھے رہے شہ رہتے جو بیوفائی میں
کیا شکوہ توڑ دنکا بجگیا سارے خدائی میں

وصال یار سے ہرگز تسلی ہو نہیں سکتی
بہت ہیں دل کو پیچ و تاب بحر آشنائی میں

خدا نے دل کو میرے جام استغنا بنایا تھا
تبھی کے عشق نے کاسہ کیا اسکو گدائی میں

سفیر اس قحط سالی کا بڑا ہو کیا کریں چارہ
ہوا جاگیر سے حاصل نہ کچھ بھی بن چرائی میں

بھر غازہ آئیں حسین عید گاہ میں
لائیں نہ بر جھیوں کو چھپا کر نگاہ میں

ہمراہ نفس دل بھی ہے حال تباہ میں
یوسف کو لیکے کود پڑا گرگ چاہ میں

ہے اپنی آہ معرکۂ عشق میں بلند
رایت ضرور جاویگی قلب سپاہ میں

کب تیرے خاکسار کو رفعت ہو نصیب
اٹھ اٹھ کے بیٹھتے ہی رہی گرد راہ میں

روز و شب کرتی ہی ہستی ہی اشارہ رحمت سے
لطف آیا ہے ہمیں رہ کے گنہگاروں میں

اوسکے رخسارون سے تشبیہ نہ دینا تھا سفیر
پھول بھی آج گران ہوگئے بازارون میں

چمک جو در دمیں ہی آہ پر شرمیں نہیں
کچھ امتیاز مگر آپ کی نظر میں نہیں

فلک سے نوک کی لیتا ہے نالہ شبگیر
خدنگ ناز تو پنہاں کوئی جگر میں نہیں

سوائے رزق مقدر ملیگا کیا ہم کو
حضر میں کونسی نعمت ہی جو سفر میں نہیں

جو منکر صف محشر ہو دیکھ لے آکر
وہ فتنہ کیا صف مژگان فتنہ گر میں نہیں

یہ روک ٹوک ہی مستونکی کیلئے ساقی
گڑا خزانہ کوئی بیکدہ کے در میں نہیں

تھکا کے بخت مجھے لائے قبر کی جانب
اب اپنے گھر میں ہوا آرام سے سفر میں نہیں

فلک مٹائے مٹانا ہی جنکو مثل حباب
ہوا غرور و ہوس کی ہماری سر میں نہیں

شاہدے سی نمایاں ہی قدرت خالق
کرم میں اُسکے جو وسعت ہے بحر و بر میں نہیں

جھاڑ نفس سے ہوا میں قناعت کی
گذر بھی تیر حوادث کا اس سپر میں نہیں

یہ سچ ہے میں تو سیکلا رو رندہوں ناصح
چھٹا ہوا کوئی تجھسا بھی شہر بھر میں نہیں

سر نیاز جھکا حق کے آگے اے سلطاں
یہ لطف تاج مرصع میں اور چنور میں نہیں

ستم کیا غلط انگاریٔ تہمتن نے
یہ تھا خیال کہ سہراب باختر میں نہیں

۱۲۵
دیوان سفیر

بھار سبزۂ میناے مے ہے نزہت بخش
ہوائے لالہ و گل میکشوں کے میر میں ہیں

ہمارے پارۂ دل لعل شب چراغ ہیں سب
جو روشنی ہے یہاں سنگ کے گھر میں ہیں

رکھا سدا مجھے وارفتگی نے خانہ بدوش
قرار سیل کو مانند دشت و در میں ہیں

ذرا ٹٹول تو لینے دے مجھکو اے قاصد
ہمیں سے اُڑتا ہے کیوں یار خط کمر میں ہیں

وہ گل ہوں سرسبد باغ روزگار ہوں میں
ہزار شکر کہ گلچیں تری نظر میں ہیں

تڑپنا لوٹنا بسمل کا دیکھ تو اے برق
یہ کروٹیں وہ ہیں اب تک تری نظر میں ہیں

مری نگاہ سے لڑتی رہی نگہ اُن کی
اثر جو اسمیں ہے وہ غیر کی نظر میں ہیں

وہ کہہ اُٹھے خبر مرگ سنکے عاشق کی
کہ دیکھنے ہی کا پتلا ہے کچھ بشر میں ہیں

سفیر وہ دُر دریائے سرمدی ہیں نبی
یہ آبروے محیط گھر گھر میں ہیں

یوں شب غم ترے بیمار بسر کرتے ہیں
ناتواں نبض کے مانند سفر کرتے ہیں

شاد کر دیتی ہے شیریں سخنی موذی کو
ہم سلیمان دل مور میں گھر کرتے ہیں

اپنے سائے میں محبت سے بٹھاتے ہیں مجھے
دشت غربت میں یہ احسان شجر کرتے ہیں

فرق شیشہ کی طرح ظاہر و باطن میں نہیں
اسطرح رند قدح خوار بسر کرتے ہیں

اگیا باغ میں سلطان بہار کا قدم
دُم کو کھولے ہوے طاؤس جنور کرتے ہیں

بحرِ الفت میں خدا ہی دل کو دے صبر و سکوں
کس طرح کشتی تھمے جب زور لنگر میں نہیں

ہے اگر چشمِ بصیرت سیل و فوارہ کو دیکھ
عاجزی درویش میں جمع ہے تونگر میں نہیں

ہیں گراں جانوں میں ہو لیں اگر سو کوہِ غم تم
نازکی جو پھول میں ہے مضمرِ پتھر میں نہیں

ہے بیاباں بیاباں یا محبوبِ جنوں
دلیں جو وسعت ہے وہ صحرائے محشر میں نہیں

قتل ابرو کے اشاری سے ہم اے قاتل ہوئے
بانکپن جو تجھ میں ہے وہ تیرِ خنجر میں نہیں

آئینہ دیکھا تو شکلِ نا امیدی کھل اٹھی
قطرۂ آبِ بقا بخت سکندر میں نہیں

نعمتیں پاتے ہیں ایسی ناز پروردہ ترے
جو حلاوت ان میں ہے وہ شورِ محشر میں نہیں

نامہ بر کو دیکھئے سیرِ چمن بیکار ہے
کونسا وہ گل ہے جو میرے کبوتر میں نہیں

دل جو پہلو میں نہیں اعضائے تن میں مضمحل
اب تری کیونکر نہ سوزِ لشکر میں نہیں

اے پری نیا ہے اب تیرے لیے لیلیٰ نگاہ
ایسی سج دھج کا حسیں بھی ہفت کشور میں نہیں

تاج کیسا سر کٹیگا دورِ رضا کی ہے یہ
فر ہی جمشید اب طالع کے اختر میں نہیں

قائم و منجاب سمجھو گھنہ جاے کو سفیر
آبرو جو اسمیں ہے دیبائے شتر میں نہیں

ہے طوفاں جاوت جوشِ بحرِ اک کے دل میں
گرہ نجاتی ہے جو موج ہے آغوشِ ساحل میں

نہ آیا فرق اگر عشاق کی بیتابیٔ دل میں
بھینگی کشتیاں کشتوں کی آبِ تیغِ قاتل میں

شرر تیکبر عجب کیا جو ہر شمشیر اڑ جائیں
غضب کی آگ بھڑکی ہو دل بیتاب بسمل میں

تن آسانی انہیں کی دشمن جاں ایک مدت سے
صدف ساں پروش پاتی ہیں جو آغوش ساحل میں

کسی رنگیں ادا کی یاد میں اشکوں نے نیچا ہے
سدا سرسبز ہے نخل تمنا گلشن دل میں

پسند خاطر محبوب چوب خشک کیوں ہوتی
بھا رطرۂ لیلیٰ اسے آرائش ہے محمل میں

سفیر اُسکو بھی ہو معلوم جانباز الیہ ہوتی ہیں
عجب انداز سے پہنچی ہیں ہم بھی کوئی قاتل میں

کب خونِ گرم سے ہی چمکہ دل کے داغ میں
ذاتی ہے روشنی گھر شب چراغ میں

کوثر کی دھن لگی ہوئی ہی تیرے مست کو
بوئے بہشت آتی ہی ساقی دماغ میں

آشوب دہر سے نہیں بچتا کوئی بشر
ملتا نہیں ہے امن کا گوشہ فراغ میں

افسردہ مجھکو دیکھکر افسردہ دل ہیں
خاموش بلبلیں نظر آتی ہیں باغ میں

بس ہے یہی علاج خمار شبینہ کا
ساقی پلا شراب ہر کلفت دماغ میں

بے اعتبار عیش و نشاط زمانہ ہے
رنگ شکستگی ہے ہمارے ایاغ میں

دل بستگی ہے غنچہ کے مانند چار سو
دم بھر شگفتگی نہ رہی اپنے باغ میں

شاید کہ میکدہ کی طرف سے گذر ہوا
مستانہ آرہی ہے نسیم آج باغ میں

زحمت یہ کیوں ہے خضر کو بھی بلکہ پایا
گمگشتگی شریک ہی میرے سراغ میں

جو سعدی کی گلستاں دیکھتے ہیں
بہار باغ عرفاں دیکھتے ہیں

نہیں تھمتے نہیں تھمتے یہ آنسو
شب و روز ایک طوفاں دیکھتے ہیں

یہ برق و باد میں کیا دشمنی ہے
سدا دست و گریباں دیکھتے ہیں

کہلاتی تو ہے اے موج صبا گل
تجھے بھی ہم پریشاں دیکھتے ہیں

وہ کہنا میرا دیکھو دل کی حالت
وہ کہنا اُس کا ہاں ہاں دیکھتے ہیں

جو یاد آتی ہے اُس کی چاندنی شکل
تو روئے ماہتاباں دیکھتے ہیں

گرا ہے جس جگہ خون شہیداں
وہیں کان بدخشاں دیکھتے ہیں

ہمیں بھی شعر یاد آتے ہیں اپنے
جو بلبل کو غزل خواں دیکھتے ہیں

حسین جو ہے وہ دشمن جاں کا ہے
اُسی کو دل کا خواہاں دیکھتے ہیں

سفیر اُدھر یاد آتے ہیں جسدم
تو ہم حضرت کا دیوان دیکھتے ہیں

اسفند یار بھی جو عدو ہو تو غم نہیں
نالِ مرا خدنگ تہمتن سے کم نہیں

اوراقِ گل پہ حال گلستاں رقم نہیں
کیا کیجئے چمن میں دوات و قلم نہیں

بدلے درم کے کیوں نہ خزانو نہیں خاک اُڑ رہی
سرشار ہے سفیر شراب حدوث سے

فوارہ ساں جو بارش ابر کرم نہیں
کب دل میں یاد ساقیٔ بزم قدم نہیں

برہمن کیا وہ یاں نہیں ملتا ؛ جس کو تو ڈھونڈتا ہے گوکل میں
دل پرشور کو مرے باندھو ؛ یہ بھی گھنگرو بجیگا چھاگل میں
اپنے مشکل کشا کے میں صدقے ؛ مشکل آسان کی ہے اک پل میں
تشنہ میں پانگل ہوے ہیں شیخ ؛ پھنسگئے مکیدے کی دلدل میں
مشعلی کو تم اپنے حکم یہ دو ؛ خون میرا جلائے مشعل میں
ایک سے ایک بڑھ کے ہے محبوب ؛ مانگ صندل میں صندل انچل میں
وصل ہونا ہے گر تو ہو جائے ؛ فرق بتلاؤ آج میں کل میں
کچھ سمجھ میں مرے نہیں آتا ؛ کیا چھپاتے ہیں آپ آنچل میں
دیکھئے آپ اپنی جلد بدن ؛ ایسی نرمی کہاں ہے مخمل میں
ہے شب وصل باندھیے جوڑا ؛ پھر نہ اودیجھینگے بال ہیکل میں
دو دل میرا جائے کیوں برباد ؛ یہ بھی شامل ہو تیرے کاجل میں

عرس ہے کل سیفی صاحب کا
دیکھو آنا ضرور صندل میں ؛

وہ باتوں باتوں ہی میں انتقام لیتے ہیں ؛ خطا کسی کی ہو میرا ہی نام لیتے ہیں
وہ قاز شیر و نکا شیر و نکے دل سے چھے ہوئی ؛ بہادر و نکا بہادر سلام لیتے ہیں

کی جو خواہش تو گریتے ہوئے بادل آئے
کون کہتا ہے کہ مردوں میں کرامات نہیں

جامعیت کا بہت یار و نکو دعوا ہی سفیر
حضرت نظم میں جو بات ہے وہ بات نہیں

ہات جلجائے حریصو نکو مگر پیارے ہیں
لعل و یاقوت دہکتے ہوئے انگارے ہیں

بے خبر شہر کی حالت سے نہیں ہونگے کہیں
جتنے ہیں غول بیاباں مرے ہرکارے ہیں

سر بسر باد زدہ فکر سر و ساماں میں نہیں
گرد باد آج تو لے اوڑ نیکو طیارے ہیں

اپنے ہونٹوں کا کسیدن تو سنو ہے وصف
لعل رنگت میں مزے میں وہ شکر پارے ہیں

روزن در سہی یا خانہ دیوار سہی
رات دن چہرۂ محبوب کے نظارے ہیں

کوئی اغیار سے بگڑے تو بنا لیگا کیا
سب برا کہیں انہیں آپکو تو پیارے ہیں

ہوں وہ سرگشتہ میں ہمدرد ہوں کس دشمن کا
وہ بھی تو گردش تقدیر ہی کے مارے ہیں

رونے ہی رونے ہے دل کا خزانہ خالی
میری آنکھوں سے رواں خونکی فوارے ہیں

غنچے المفال ہیں گلشن میں صبا دایہ ہے
شاخیں اشجار کی ہلتے ہوئے گہوارے ہیں

یوسف دلکو یہیں دھونڈ نکالینگے سفیر
کوچۂ یار میں دو چار تو اندارے ہیں

کسیکی بزم میں ہم جان سے بیزار بیٹھے ہیں
ادھر اغیار بیٹھے ہیں ادھر اغیار بیٹھے ہیں

بنسے ہوئے تو اور نکو دشت یا نگر
پہنچ گئے کھوئے ہوئے ساتھی
جو چاہا تو نگاہوں میں جا کر لیا بیٹھے
آزادوں قفس یہ رہا یہ دیوار بیٹھے ہیں
جہاں کو بھی شل گذاشت سوال نا
کیا کہا نہیں ہم کلک گو ہر بیٹھے ہیں
تیرہ داراں یوسف میں یہ نجی ہے
آری تصویریں ہم کر بازار بیٹھے ہیں
نسخہ ہائے سفیر اصلاح تو ہو لیکن ابھی
ہیں ہمارے شعر ایسے ان کا

مثل منصور انا الحق ہی کہے جاؤں گا
جو کہ حق پر ہوں زباں اپنی بدلنیکی نہیں

بطرح آئی ہے ظالم پہ طبیعت میری
کوئی امید ہی اب اپنے سنبھلنے کی نہیں

جان حاضر ہے میری غیر سے ملنا ہی تو چھوڑ
صاف کہتا ہوں کہ یہ ضد تری چلنیکی نہیں

ہتکڑی ہو کہ ہو زنجیر پرے قتل کے وقت
ایک کے منہ سے بھی آواز نکلنے کی نہیں

سنگ در سے تری پیشانیکو رگڑیں کب تک
صبر اب آگیا تقدیر بدلنے کی نہیں

ہے نگہ اونکی طرح تیری بھی رنگیں لیکن
یہ چھری وہ ہے پر تیرے ہاتھ سے چلنیکی نہیں

دختر رز کو لگا نا کہیں منہ زاہد ؛
رنگ یہ اپنی طبیعت کا بدلنیکی نہیں

گرمی آہ مرے بس میں جو دکھتا ہے یہ بسط
شعلہ بنجائے مگر منہ سے نکلنے کی نہیں

وہی اقرار وہی قول وہی وعدہ ہے
تم بدل جاؤ زباں اپنی بدلنیکی نہیں

کس لئے کوچہ سفاک میں بیٹھے ہو سفیر
لاکھ تدبیر ہو تقدیر بدلنے کی نہیں

درد نغمہ بنگیا ساقی دل رنجور میں
موج مے کا تار ہوگا کاسہ طنبور میں

صبحدم کہلتا ہے یاد عارض پرنور میں
پھول داغ دل ہے اپنا شاخ نخل طور میں

صاحب جوہر کی ہر جا ہر محل پر قدر ہے
کون پوچھے اوس کو گر خوشبو نہو کافور میں

کیا ہوا تھا اوس کو کیوں لفظ انا الحق کہہ اٹھا
کس کا جلوہ تھا الٰہی دیدۂ منصور میں

ہجر کی شب نالے کرتا ہوں نہیں سنکر بارہا
تر تڑپ تڑپ رگ جاں ہے صدا طنبور میں

اسی صبا نکلیگا چشمہ تر سے یوں لکا لعبا
اُن دروازے کی مٹی لاکے بھر نا سور میں

صبح سے بھی میں زیادہ اسکو رکھتا ہوں عزیز
حال دلبر کیسی ظلمت ہے شب دیجور میں

شیخ کیوں طاعت پذیراں تجھ پہ ہیگا معجزا
یہ بھی ممکن ہے نہ دیں اجرت کہ مزدوری میں

کیوں ہوئی ہم سے جدا زخم میں دل کی چمک
چاندنی تھی اُسکے چہرے کی مگر کافور میں

میکدے سے ابر بھی پیکر کھیں اُٹھا نہ ہو
لال ڈورے نشہ کے ہیں دیدۂ مخمور میں

اپنا اپنا بخت ہے جنت میں بھی حسن و اعطا
سایۂ طوبے میں تو میں سایۂ انگور میں

ساعد سیمیں کف رنگیں پہ ہیں سکیش فدا
ساقیا مے انکو دینا ساغر بلور میں

فرق مجھ میں تجھ میں واعظ ہی تو اتنا ہی ہے
میں پری کی فکر میں ہوں تو تلاش حور میں

دہر میں ثابت قدم کی آن جاتی ہے کہاں
مرتے دم تک اوج ہی تھا طالع منصور میں

برق شمع طور سے بڑھکر ہے داغ دل سفیر
روشنی اتنی نہیں ہوتی چراغ طور میں

ہو نہیں سینہ چاک دور چرخ بے بنیاد میں
مثل گندم پس رہا ہوں آسیا کے باد میں

عشق شیریں کا جو شہ تھا سر فرہاد میں
پھوٹ نکلا رنگ مے جوش بہار کباد میں

غم جو اُس کا بس گیا ہے خاطر ناشاد میں
نوبت بنگ و جدل پہنچی ہے چار اضداد میں

ردیف واو

سلام

تھی نزاکت جس قدر تصویر تیری لچکی
بوجھ اب باقی نہیں ہے خامہ بھر اہیں

مان کہنا جا خدا حافظ ہے تیرا اے امید
رہکے تو اب کیا کریگی خاطر ناشاد میں

روز و شب سے کیا غرض ہے محو قد یار کو
اینٹھکر میں سو رہا ہوں سایۂ شمشاد میں

نظم سا بھی کوئی نقاد سخن ہے اسی سفیر
شعر اپنے ہیں جواہر دیدۂ استاد میں

کیا شک ہے حسن لعل بت بیمثل میں
لیکن غضب ہے دور و تسلسل دلیل میں

ہوں غرق بحر رحمت رب جلیل میں
سارے گناہ دھو گئے اشک سلسبیل میں

کیا گالیاں جہاں کی ہمیں کروگے ختم
کچھ تو بچا کھچا رہے خواں خلیل میں

رہتا ہے ہمکو روز قیامت کا سا سنا
فتنوں کو گھر ملا تری چشم کحیل میں

دنیا میں اپنی پیاس بجھائیگا چرخ کب
پانی کے بدلے خون رکھا ہے سبیل میں

موسیٰ کو پار اتار دیا کار ساز نے
فرعون کو ڈبو دیا دریائے نیل میں

عشق خدائے پاک میں ڈوبا ہوا نہیں
گو شریں ہے یہ موج زر سلسبیل میں

ہارے جو دل مقدمۂ عشق کیا عجب
ہیں کیا کروں کہ دم ہی نہیں وکیل میں

انکار پیش داور محشر محال ہے
قاتل کا عکس رہگیا چشم قتیل میں

آئی بہار داغ جگر سب ہرے ہوے
پھولونکی کچھ کمی نہیں باغ خلیل میں

بنائے مجلس ماتم ہے بھر نالہ کشی
طیور سوتے ہیں جسطرح آشیانوں کو

یہ کی امام کی اے اہل کوفہ مہمانی
یہ کس کے خون میں رنگیں کیا سنانوں کو

سخن سے دل شکنی ہو تو خامشی بہتر
خدا کے واسطے روکے رہو زبانوں کو

وہ آئے حضرت عباسؑ صف شکن دیکھو
وہ چمکی برق وہ لرزہ ہوا نشانوں کو

کڑی پڑی تھی نہ جبتک یہ زہر باطل تھا
کہ کھینچ لیتے ہیں ہم بھی کڑی کمانوں کو

سکینہ کہتی تھی دو چھین کر مرے بابا
لعین نے کر دیا مجروح آج کانوں کو

جو ضعف سے نہیں چلتے کے راستہ جانے
سناں کی نوک سے زخمی کیا ہے تانوں کو

جنھیں ہے ناز بہت دولت ابد پر
وہ لوگ بیچتے پھرتے ہیں استخوانوں کو

گماں ہو نغمۂ آہنگ لن ترانی کا
اگر سنے ارنی گو مرے ترانوں کو

لہو میں ڈوب کے انصار شاہ کہتے تھے
خضاب کی [illegible]

تجھے تو خاک میں ملنا ضرور ہے [illegible]

کریم و رازق و رزاق اسکو کہتا ہوں
[illegible]

کیا ہے نوک سناں سے قلوب کو تسخیر
ستم گروں کے اڑاتے ہیں ہم نشانوں کو

جمع دل میں حسرت تو کا [illegible]
تا کہ [illegible]

ولہ

[illegible]

ولہ

[illegible]

۱۳۵

[illegible]

ہوگا ضرور ساعقہ افگن جواں دوست
پر یہ بھی شرط ہے کہ دل داد خواہ ہو

ہو اسکی دشمنی بھی مرے حق میں دوستی
چاہے اگر خدا تو عدو خضر راہ ہو

تائب ہو زاہد خشک سے اپنی اگر توبہ شیخ
اسلام میں نہ بادہ پرستی گناہ ہو

شاہ دکن سفیر سلامت رہے سدا
بابر سے بڑھ کے صولت و اقبال و جاہ ہو

نوکری میں بھی نہ بھولے ابرو خمدار کو
نذر میں تلوار دکھلاتے ہیں ہم سرکار کو

اک نظر بھی دیکھتا ہے بار چشم یار کو
سے عصا سرسہ کا ڈورا مرد بیمار کو

عید گہ سے آج اپنا بچ کے آنا ہے محال
باڑھ دی سرسہ نے پھر تیغ نگاہ یار کو

وزن اک تولہ کا بھی شمشیر قاتل میں نہیں
کیوں نہ میں پھولوں تولوں آج اس تلوار کو

جھانکتا ہے یاں سو اکثر آکے وہ پردہ نشیں
چشم آہو جانتا ہوں روزن دیوار کو

حشر کا دن بھی ہوا لیکن نہ تو آیا نظر
ہائے پیاسا ہی رکھا اس تشنہ دیدار کو

لغزش مستانہ پر جلتا ہے طاؤس بہشت
نشہ کے عالم میں لگتی ہے نظر رفتار کو

میرے نالوں کی صدا بھی دلکش ہو کچھ ایسی ہی
چھیڑ ہاں مطرب پس تو ساز کو اب تار کو

تم تو کوٹھے پر بھی اب ملتے نہیں ہو مجھ سے صنم
طور پر حق نے بلایا طالب دیدار کو

دو بھر ہوتی ہے کوٹھے سے اترنے کے لیے
تم نے سکھلا دی نزاکت سایۂ دیوار کو

طول شب فراق سے گھبرا گیا ہے دل
شاید یہی درازیٔ روز جزا نہو

دل کا رفیق کون پریشانیو نہیں ہے
دریا پہ بھی میں جاؤں تو موج آشنا نہو

ترک خودی کا اہل فنا کو ملے نہ لطف
اُس بحر معرفت سے جو دل آشنا نہو

سب موئے تن زباں بھی جو بجائے شکر ہو
کچھ شکر اُسکے فضل کا مجھسے ادا نہو

صادق القول ہوں یہاں کا ہے دعویٰ مجھکو
مرد مومن ہوں ملی سے ہے تو لا مجھکو

خواب میں بھی نہ جدا عاشق و معشوق ہوئے
ساتھ یوسف کے نظر آئی زلیخا مجھکو

شبکو ہے وادیٔ ایمن میں تلاش اُس بت کی
ملگیا ہے جو چراغ ید بیضا مجھکو

اُس پیر و کی محبت میں یہ تو قیر ہوئی
تخت پر اپنے سلیماں نے بٹھایا مجھکو

گوشۂ دل میں مرے سیکڑوں سناٹے ہیں
دے جگہ بھول کے دامن میں نہ صحرا مجھکو

شب ہجر انکی سیاہی میں ہوں میں کیسے گم
ڈھونڈ لیتے ہیں لیکے چراغ رخ زیبا مجھکو

مثل طاؤس مری کشتی ہے ہوائی قدم سے
پیچ و تاب اپنے ہی دل کا ہوا دریا مجھکو

خال رخسار صنم کی ہے شباہت اسمیں
دل سے پیارا ہے سواد اغ سویدا مجھکو

خط لکھوں گوشۂ عرائض تو بھیجو کہکر
کون تم صد ہو کبوتر بھی ہے غنقا مجھکو

دیدکا اُسکی جو میں حشر میں قائل نہ ہوا
دیکھ کر ہنسنے لگے اہل تماشا مجھکو

ہوگا ضرور ساعقہ افگن جمالِ دوست
پر یہ بھی شرط ہے کہ دل داد خواہ ہو

ہوا سکی دشمنی بھی مرے حق میں دوستی
چاہے اگر خدا تو عدو خضر راہ ہو

تائب ہو زہد خشک سے اپنی اگر شیخ
اسلام میں نہ بادہ پرستی گناہ ہو

شاہ دکن سپہر سلامت رہے سدا
بابر سے بڑھ کے صولت و اقبال و جاہ ہو

نوکری میں بھی نہ بھولے ابرو خمدار کو
نذر میں تلوار دکھلاتے ہیں ہم سرکار کو

اک نظر بھی دیکھتا ہے بار چشم یار کو
ہے عصا سرمہ کا ڈورا مردم بیمار کو

عید گہ سے آج اپنا بچ کے آنا ہے محال
باڑھ دی سرمہ نے پھر تیغ نگاہ یار کو

وزن اک تولہ کا بھی شمشیر قاتل میں نہیں
کیوں نہ میں پھونکیں تولوں آج اس تلوار کو

جھانکتا ہے یاں سو اکثر آ کے وہ پردہ نشیں
چشم آہو جانتا ہوں روزن دیوار کو

حشر کا دن بھی ہوا لیکن نہ تو آیا نظر
ہائے پیاسا ہی رکھا اس تشنہ دیدار کو

لغزش مستانہ پر جلتا ہے اب طاؤس مست
نشہ کے عالم میں لگتی ہے نظر رفتار کو

میرے نالوں کی صدا بھی ہو کے پہنچی تا فلک
چھیڑ ہاں مطرب پس تو ساز کو اب تار کو

تم تو کوٹھے پر بھی اب ملتے نہیں ہو مجھ سے صاف
طور پر حق نے بلایا طالب دیدار کو

دودھ بھر ہوتی ہے کوٹھے سے اترنے کے لیے
تم نے سکھلا دی نزاکت سایۂ دیوار کو

طول شب فراق سے گھبرا گیا ہے دل
شاید یہی درازیٔ روز جزا نہو

دل کا رفیق کون پریشانیو نہیں ہے
دریا پہ بھی میں جاؤں تو موج آشنا نہو

ترک خودی کا اہل فنا کو ملے نہ لطف
اُس بحر معرفت سے جو دل آشنا نہو

سب ہوئے تن زباں بھی جو بجائے ای سفیر
کچھ شکر اُسکے فضل کا مجھسے ادا نہو

صادق القول ہوں ایماں کا ہے دعوے مجھکو
مرد مومن ہوں علی سے ہے تولا مجھکو

خواب میں بھی نہ جدا عاشق و معشوق ہوئے
ساتھ یوسف کے نظر آئی زلیخا مجھکو

شبکو ہے وادیٔ ایمن میں تلاش اُس کی
ملگیا ہے جو چراغ ید بیضا مجھکو

اُس پیر پرو کی محبت میں یہ توقیر ہوئی
تخت پر اپنے سلیماں نے بٹھایا مجھکو

گوشۂ دل میں مرے سیکڑوں سنا ٹے ہیں
دے جگہ بھول کے دامن میں نہ صحرا مجھکو

شب ہجر انکی سیاہی میں ہوں میں کیسے گم
ڈھونڈھ لیتے ہیں لیکے چراغ رخ زیبا مجھکو

مثل طاؤس مری کشتی ہے ہوائی قسم سے
پیچ و تاب اپنے ہی دل کا ہوا دریا مجھکو

خال رخسار صنم کی ہے شباہت اسمیں
دل سے پیارا ہے سواداغ سویدا مجھکو

خط لکھوں گوشۂ عرائض تو بھیجوں کیوں کر
کون قاصد ہو کبوتر بھی ہے عنقا مجھکو

دید کا اُسکی جو میں حشر میں قائل نہ ہوا
دیکھ کر ہنسنے لگے اہل تماشا مجھکو

بلتی نہیں سفیر کیکی بہادری
ہو عشق شیر کو بھی تو غم کا نوالہ ہو

کیا روز و شب سے بخشے ہے جب لاجواب ہو — تم گھر میں ہو چراغ چمن میں گلاب ہو
بزم حبا نہیں ہے وہ سعادت تجھے نصیب — سن لے اگر تو جل کے ہما بھی کباب ہو
دھوئے جو اپنے پاؤں وہ یہیں بن کہی — خورشید آفتابہ لگن ماہتاب ہو
کرتے ہمارے ساتھ رفاقت تو جانتے — تم رشکِ آفتاب ہو یا ماہتاب ہو
ایسا گنا ہگار ہوں پھینکا اچھال کے — کھتی ہے گور کیوں مری مٹی خراب ہو
آجائے لطف دونوں سمندر اگر لڑیں — دریا اُدھر ادھر مری چشم پر آب ہو
مینخانے کو نہ دیکھ حقارت سے ای فلک — چمکے اگر تو قطرۂ مے آفتاب ہو
ساحل پہ سیکشی کا مزہ ہے شباب میں — جو موج آئے خندۂ جام شراب ہو
تڑپا رہے ہو عاشق ابرو کو کس لیئے — تلوار پھیر دو جو گلے پر تو ثواب ہو
اے شہسوار تو نے سواری ہی چھوڑ دی — بیخواب کسطرح سے نہ چشم رکاب ہو

پہنچیں سفیر ہم بھی نجف میں خدا کرے
یہ سر ہو اور علی ولی کی جناب ہو

رکھتا ہے دوست نزع میں بھی مال و جاہ کو — ایذا نہ وقت مرگ ہو کیوں بادشاہ کو

غریب و سیہ بھر عیادت لیکے خط آیا
مبارک ہو یہ مرگ نو مریض شام ہجراں کو

سبکروحی سے ہمرنگ صبا جب چاہے لگ لیتا ہوں
میں اکثر پھاند کر جاتا ہوں دیوار گلستاں کو

ادھر سے بادہ جتلاؤ ادھر سے بادہ کشمر
منگالیں گے ذرہ آنے تو دو فصل زمستاں کو

وہ ماتم دوست ہوں ہر دم ہے غم کا تجسس مجھے
خلیل اللہ جیسے ڈھونڈتے پھرتے مہماں کو

جنونیں بن رہی ہو جی گلے ملتا ہوں ناصح سے
جو صبح عید سمجھا خندہ چاک گریباں کو

سفیر ارام سے سورہ لپٹ کر قبر سے لینی
فرشتے بھی نہ چھیڑیں گے غلام شاہ مرداں کو

جو رکھتا ساتھ وہ میرے چراغ داغ ہجراں کو
رہ ظلمات میں پاتا سکندر آب حیواں کو

الٰہی یہ بھی سوجھے اس جنون فتنہ ساماں کو
کہ پھوندا اُنکے داس کا کرے میرے گریباں کو

اگر ہو شوق اقلیم دگر اُس شاہ خوباں کو
مسخر سو رچے کرلیں ابھی ملک سلیماں کو

نوید زندگی پیراہن یوسف کی بوٹھیری
تسلی کیمہ تو ہو جاتی ہے اس سے پیر کنعاں کو

مرا اقبال میرے ساتھ ہے عشق و محبت میں
نکالا کام اب تک دہمکیاں دے دیکے زباں کو

شب تاریک کا کیا خوف مجھکو وہ نورد میں
چراغ گرم رفتاری سے طے کرتا بیاباں کو

نگاہ شوق سے رخنے پڑیں گے جا بجا اُسمیں
اگر آہن سے بھی بنوائیں وہ دیوانیاں کو

شراب پرتگال لاپینگے بتھیہ کر ساقی
مرے سر کی قسم جانے نہ دے اس لطف باراں کو

یہی احسان کا بدلا تھا براہیم سوزش دل کا
لگا دی آگ مہماں نے خلیل اللہ کے گھر کو

بقدر ظرف نعمت اُسکے دَر سے ملتی ہے
چمک ہیرے کو دی ہے آبرو بخشی ہے گوہر کو

گلو نسے تن کے چلتا ہے مرا رشکِ چنِ خنجر
اگر تو دیکھکر کیا آگ لگتی ہے صنوبر کو

محیطِ عشق میں ساحل تلک بھی پہنچ تو کیا کہنا
بڑی حسرت سے دیکھے موج بازوی شناور کو

نہو جب بخت رہبر کام کیا تدبیر سے نکلے
جو سوجھی خضر کو ہے نہ سوجھی ہے سکندر کو

ہے تارا شک میں خونابہ دل بھی مرا شامل
پرو کر ایک رشتہ میں رکھا ہے لعل و گوہر کو

شریر النفس جو ہیں اُنسے ہے خونیں جگر دُنیا
جو بازیچۂ طفل ہے کاٹیگا وہ پستان مادر کو

سکونِ دل بھی کوئی چیز ہے عشق و محبت میں
بھا لیجا ئیگی کشتی مری اک روز لنگر کو

ہوئی تھی آنکھ ملتے ہی مرے دل کی ہمدم کو
گلہ اب کیا ہے پہچانا نہ تھا کیا میرے تیور کو

تمہاری اک نظر کافی ہے سب کچھ کہنے سننے کو
اِدھر دیکھو مژگاں تیز کیوں کرتی ہو خنجر کو

جواب نامہ سے مطلب تھا جلدی تھی تو اتنی تھی
ابھی ہدہد نہ پلٹا تھا کہ پھر بھیجا کبوتر کو

اَلَا یَا اَیُّھَا السَّاقِیْ اَدِرْ کَاْسًا وَّنَاوِلْھَا
شفیع اپنا سمجھتا ہوں قسیم حوض کوثر کو

غرض عید اور ہونیسے ہی چونکے ڈر ہی کے چونکے
آبھی خواب کچھ ایسا نظر آئے مقدر کو

ازل سے تا ابد پھلا پھرو قت کی کتاب ہے
چراغ خانہ سمجھو کیوں نہ میں خورشید محشر کو

علی کی آفرینش سے بڑی ہے کعبہ کی عزت
اسی مولود سے رونق ہوی اللہ کے گھر کو

ردیف ب

کیوں روا رکھوں نہیں دلیں تری تعظیم کو
شوق کعبے کے بنانے کا تھا ابراہیم کو

لکھکے خود کاٹا ہے تو نے جا بجا اخترؔ یہاں
صفحۂ باطل سمجھتا ہوں تری تقویم کو

تھا یہی باعث جو نقش بوریا آیا پسند
جانتا تھا میں خطرے کشور و دیہیم کو

سر بکف قربانیانِ عشق کو آتے ہیں غول
رکھتے ہیں پیش نظر وہ جادۂ تسلیم کو

پہلے تو پی لے پینگے ہم تری جھوٹی شراب
کچھ نہیں ملتا ہے ساقی صاحب تقسیم کو

سرمہ آنکھوں میں لگا کر دیکھ لو ای شوخ چشم
فتنہ آیا ہے صفاہاں سے تری تعلیم کو

سو رہا کملی کو اپنی تان کر شب بھر فقیر
نیند کب راحت سے آئی شاہ ہفت اقلیم کو

پیشوائی کے لیے اٹھا تھا یہ کس کا غبار
جھک گئے گو رغبریاں میں وہ کیوں تسلیم کو

بے بلائے دلیں ارماں ہو رہے ہیں میہماں
خوانِ یغما جانتے ہیں خوانِ ابراہیم کو

جانتے ہیں نقطۂ موہوم ہے انکا دہن
اسلیئے سمجھے محال اس نقطہ کی تقسیم کو

عاشقوں میں آپکے شاہ و گدا دونوں ہیں ایک
دور کیجے بزم سے تخصیص کو تعمیم کو

خلد تک رندوں کو آنا بھی ہے سہل اے واعظ
بے سلام اپنا یہیں سے کوثر و تسنیم کو

دلیں عاشق کے ہمیشہ جلوۂ معشوق ہے
ربط ہے لفظ احد سے احمد بے میم کو

دشت غربت کیطرف کھولیے جانکلا ہو
نظر بھی دوڑتی ہے آسے مری تعظیم کو

دور کر پہلے اسے تو دیکھ جسکو سد راہ
قصہ ہوا انگلینڈ کا تو وسعت کر یورپ کو

اُن کی روئی صاف پر چھٹتے ہی پھر سو رنگ شاں
آئینہ کر دیگا میرا حال اُن پر آئینہ

طبع روشن بیں ہیں پوشیدہ احوال جہاں
یہ بھی ہے جام جہاں بیں کے برابر آئینہ

بحر امکاں کو سمجھتا ہی جو یہ موج سراب
بنگیا ہے آپ خود حیرت کا لنگر آئینہ

چٹکیاں لیتی ہی اُنکے دلبری خو دائکی ادا
مضطرب ایسا ہے کر دیتا ہی مضطر آئینہ

صاف دل قانع بھی ہیں اور وضع کے پابند بھی
بے سبب گھر سے نکلتا کب ہے باہر آئینہ

پیش خاصان خدا بھی تو حسینوں کی ہے قدر
دیکھتے تھے رکھکے زانو پر پیمبر آئینہ

آج اک شک قمر بھی ہے شہ کیخ ہم وعظ
پر تو رخ سے ہیں محراب اور منبر آئینہ

کیا غرض ہمکو کسیکا عیب کیوں ظاہر کریں
نکتہ چیں دکھلائیں گی زنگی کو لاکر آئینہ

غدار آتش کھا تک وصل کی شب ہو چکی
چھین لوں گا ہاتھ سے اب نیمہ پرو آئینہ

منہ پہ یہ رنگیں لونکے چڑھ رہا ہے بار بار
خود سنبھلجائیگا جب کھائیگا ٹھوکر آئینہ

ہر ادا کو اُنکی سکھلاتا ہے انداز قضا
منہ لگا ہے آجکل جی کو گدر کر آئینہ

لوح قدرت سے مضامیں دلمیں لاتے ہیں صفیر
عکس افگن ہو رہا ہے آئینے پر آئینہ

آئیگا اب نہ میرے دل بیقرار ہاتھ
ہوں اسکے روکنے کیلئے گر ہزار ہاتھ

ہم بھی ہیں وہ بھی عاشق ابرو حضور کے
کھدو ذرہ رقیبو نسے ہو جائیں چار ہاتھ

فرقت کی رات میں نفس جانفزا ہی صبح
یک مژدہ زندگانی و بوئے حبیب ہے

الفت میں شرط ہی نہیں شاہ و فقیر کی
جو تجھکو چاہتا ہے وہ میرا رقیب ہے

پروانہ کامیاب ہے ترک حجاب سے
سوز و گداز تجھکو عبث عندلیب ہے

ہے خطبہ خوان کہ بادِ بہاری ہی عمکراں
ممبر جو شاخ گل ہے تو مبلِ خطیب ہے

یہ سوچ ہے دوراہۂ امید و بیم میں
وہ راہ دور ہے کہ یہ رستہ قریب ہے

بوسے ہمیں تو غیر کو دیں اس نے گالیاں
یہ اپنا اپنا بخت ہی اپنا نصیب ہے

نذر دیکے جنس عشق کو ہم مول لیتے ہیں
ہے درد سر بھی ساتھ یہ سودا عجیب ہے

اک فیل مست ہی شب دیجور الامان
پھر آج سامنے وہ بلائے مہیب ہے

قبضے میں اپنی آہ کے آتش فشاں ہے تیغ
گر داغ دل سے شعلہ بیراں قریب ہے

لوٹ کے نہ جائیں ہم درِ گلشن پہ رات کو
گل بانگ عندلیب صدائے نہیب ہے

کیا ترک چشم مست سے دل کا معاملہ
صید نحیف دام نظر سے قریب ہے

رنگ و دوئی کو عشق میں ہرگز نہیں ہے دخل
سایہ پہ بھی گمان ہے کہ اپنا رقیب ہے

پشت پلنگ سایۂ گل سے بنا چمن
وحشت نہ کیوں ہو بات عجیب و غریب ہے

ہیں سر تمن بھی زانوئے دل پہ کے ساتھ ساتھ
شور جرس سے قافلہ اپنا قریب ہے

ضامن کے ہم سے روشنی انجمن ہے آج
پھر شمع بزم ذکر خطاب حبیب ہے

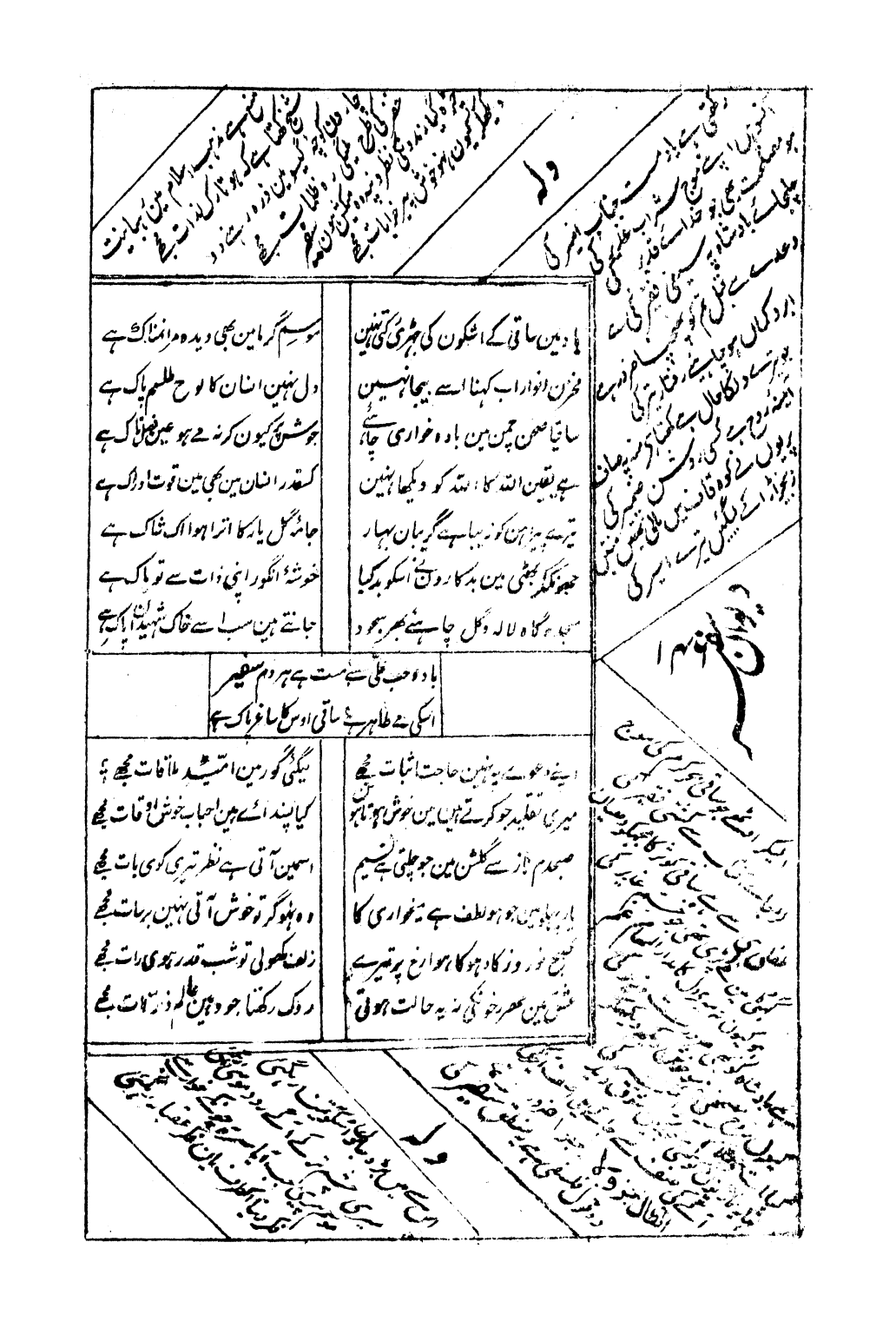

بوریا بھر تو جگر ملتی حصیر بھر فقر میں
نقش بندان تعلق کو تمنا رہ گئی

وار جس تیغ زباں کا کیا الٹا کھا دار ہے
زخم دل تو مٹ گیا پر یاد ایدا رہ گئی

سرخرو ہو گئی دیکر انہیں تیغ و ترنج
بات تیری نازنینوں میں لیکن رہ گئی

جو صفا پر در ہے کجرو گھر سکتے ہیں اسے
مجھ سے کوسوں دور ہیچ موج دریا رہ گئی

مالک دنیا ہوے پر ہم کو شہرت کب ملی
گوشہ گیری میں ہوای بال عنقا رہ گئی

بٹ کیا آتے ہی بازیگاہ دنیا میں خیال
آنکھ یاں ہر ایک کی محو تماشا رہ گئی

قرب پاکو نکا کہاں اہل کمد کو نصیب
داس ساحل تک اگر خاک صحرا رہ گئی

ہم کد یسے نظم کے یاروں نے شیشے بھر لیے
للگئی ہم کو بھی کچھ باقی جو صہبا رہ گئی

دل اکیلا راہ الفت طے کر لیکا تھی شرط
حسرت اوس عاشق پہ صد حیف اکیلی تنہا رہ گئی

انتظار ساقی مہوش میں کب آتی ہے نیند
چشم حسرت مہر منیا کی طرح وا رہ گئی

عزت و ذلت خدا کے ہاتھ ہی شیخ کی
لعل جب چمکا تو قدر سنگ خارا رہ گئی

گرم جولاں جب شب معراج تھی حضرت سفیر
دیکھتی روے مبارک شیشہ کا دنیا رہ گئی

جوبن ابھرا ہے جوانی جوش پر آئی ہوئی
اب نگہ کافر پری پھرتی ہے اترائی ہوئی

عیب پاکو نکا زدہ بھی چھپ نہیں سکتا کبھی
کاسہ چینی میں مال آتے ہی رسوائی ہوئی

عشق کی میزان میں تولے گئے دونوں سفیر
کب بچے یوسف زلیخا کی جو رسوائی ہوئی

ہر جگہ تیرا ہی جلوہ نظر آتا ہے مجھے
کیسی پنہاں کیسی پیدا نظر آتا ہے مجھے

اوج پر اپنا ستارا نظر آتا ہے مجھے
نوک مژگاں پہ کلیجا نظر آتا ہے مجھے

سرگذشت اپنی محبت میں اک آئینہ ہے
اپنی تقدیر کا لکھا نظر آتا ہے مجھے

تار دامن کی چھاؤں میں ہے تلف شراب اے ساقی
طارم تاک ثریا نظر آتا ہے مجھے

عرصۂ حشر میں وہ تشنہ خرام آیا ہے
منہ قیامت کا بھی اترا نظر آتا ہے مجھے

میں نے ناصح کا محبت میں نہ کھایا مانا
وہ یہ کہتا تھا کہ دھوکا نظر آتا ہے مجھے

ہر گھڑی اپنی برائی پہ جو کرتا ہوں نگاہ
جو برا بھی ہے بھلا اچھا نظر آتا ہے مجھے

خلوت دل ہے یہ کیا کام ہے ارمانوں کا
یاں بھی کثرت کا تماشا نظر آتا ہے مجھے

چین لیتا ہے کسی دل میں خیال گیسو
ہر پری سیاہ بلا کا نظر آتا ہے مجھے

اس کے پہچاننے کو ایک نظر کافی ہے
دونوں عالم کا تماشا نظر آتا ہے مجھے

بیوفائی کا چلن تم نے سکھایا دل کو
اب نہ میرا نہ تمہارا نظر آتا ہے مجھے

خم دل سے مرے گلشن میں آ او لالۂ لعل
ہر شجر خون کا تھالا نظر آتا ہے مجھے

بزم میں آپ کی دشمن کو ہیں موگوں کیونکر
اپنے پہلو میں وہ کانٹا نظر آتا ہے مجھے

تا کید میکدے میں یہ پیر مغاں کی ہے
شب کو چراغ بادۂ روشن جلا کرے

بیٹھے ہیں ہم بھی طور پہ دل کو سنبھال کے
خلوت سرا کا پردہ جو اُٹھے تو اُٹھا کرے

قاصد شب فراق میں جینے سے تنگ ہوں
گر وہ نہیں تو موت ہی آئے خدا کرے

یہ رنگ روزگار سے لیتا ہے سبق
اعلیٰ وہ ہے جو چشم حقیقت نما کرے

سائل تھے اُس کے در پہ سو اُن کو یہ کم ملا
اُس کا بھی ہر بھلا جو کسی کا بھلا کرے

کیا ہو دعا کہ گنبد بے در ہے آسماں
پائے وہی جواب جو کوئی صدا کرے

ساقی سے ہم سوال تو پیر مغاں سے رنج
رندوں کو گر رحیق مقطر عطا کرے

چھوڑے بشر مجاز کو لے عشق راہ حق
اس ابتدا کی چاہیے یوں انتہا کرے

آنکھوں میں ہوں اشارے تبدل کو حیرتو
ثابت بھنو کسی پہ لگاوٹ خدا کرے

ہوتے وہ میرے غم میں سیہ پوش واہ واہ
ماتم شہید ناز فلاں کی بلا کرے

بتلاؤ نام چاہنے والے کا اے بتو
میں بھی دعا کروں کہ وہ تم سے وفا کرے

خالی کھنڈر میں قیصر و جم کی نشانیاں
عبرت کا ہے یہ حکم یہاں خاک اُڑا کرے

تیوری چڑھا چڑھا کے نہ دیں آپ گالیاں
صاحب نہ بات بات پہ جھنجھلایا کرے

میخانے میں ابھی بطے کا شکار ہو
کھدو سبو بھی ہاتھ اُٹھا کر دعا کرے

نازاں ہے باغباں رُخ گل کے خوانچے
غنچے کی کیا بساط ہے ہنسی تو ہا کرے

شوخی بلا کی رنگ حنا میں ہے رات کو
روشن ہے بختخانے ترا نقش پا کرے

جو اس طرف کی سن کے کسی سے ادھر کہے
اللہ دو جہان میں اس کا بھلا کرے

دل کو جتا جتا کے یہ کہتی تھی اس کی آنکھ
مشتاق وہ نہیں جو کسی سے وفا کرے

سنتا نہیں ہے کوئی نصیحت جناب کی
ناصح سے کہدو ہوش کی اپنی دوا کرے

اے رشک تو بہار میں دیوانے سب ترے
گل بھی چمن میں پیرہن اپنا قبا کرے

رو رو کے مانگتے ہیں دعا وصل یار کی
نم اپنی جانماز نہ کیوں کر رہا کرے

پھانسو بھی تم مجھے تو نہ آؤں میں دام میں
اللہ مجکو طائر رنگ حنا کرے

میخانہ اپنا قلزم کثرت ہے آج کل
ساقی بط شراب ہمیشہ اڑا کرے

کھاتا ہوں جب پتے کی تو لگتی ہے آگ لگ
سچا ہوں میں کوئی مجھے جھوٹا کہا کرے

وہ بھی خیال بادۂ کوثر سے مست ہے
پیتا ہوں شراب میں واعظ بکا کرے

آنسو ہے یوں مری نگہ ناتواں پہ بار
جسطرح دست پیر میں لغزش عصا کرے

سمجھے اگر فقیر قناعت کو آبرو
آب گہر پہ اس کا مصلا بچھا کرے

ہے باغباں کو باغ میں الفت لگا لوں سے
رہ کر چمن میں سبزۂ بیگانہ کیا کرے

لیں بادشاہ بڑھ کے تری نذر اے نفیر
تو مور ہو کے بزم سلیماں میں جا کرے

آشوب دہر بیٹھئے تھے جناب کے
سارے یہ کیمیل ہیں نگہ نیمخواب کے

پیر مغاں سے دور ہیں ساغر شراب کے
آتے نہیں ہیں پاس مسیح اقتاب کے

گردوں تلک ہے اشکوں کا پانی چڑھا ہوا
رومال عاشقوں کے ہیں لنگر سحاب کے

بحر جہاں میں ایک نفس کی نہیں اُمید
لغزش بھائے جو ہے عقب ہیں حباب کے

روشن دلوں کا قرب ہے ہر ایک کو پسند
کیونکر زمیں گھومے نہ گرد آفتاب کے

خالق نے لکھدیا ہے مری دیس راز عشق
ساتوں فلک ہیں سات ورق اس کتاب کے

سو جائیں گے وہ جب تو سناؤنگا داستاں
قصے بیاں یہ خواب ہی میں ہونگے خواب کے

صیاد خود اسیر محبت ہے آج کل
پھیلے ہوئے ہیں دام مرے اضطراب کے

ساحل پہ جلوہ گر ہے کوئی بادشاہ حسن
استادہ ہونگے بحر میں خیمے حباب کے

اے ہیں خانہ باغ محبت میں نازنین
کیا کیا چمن میں پھول کھلے ہیں گلاب کے

تکلیف تیس دن کی ہے ماہ صیام میں
شوال میں لنڈھینگے پیالے شراب کے

واعظ یہ بھی ہاس ہیں دیں رند کیا جواب
کچے گھڑے کی سر میں چڑھی ہے حباب کے

راستے میں میکدے کے چھڑک دیجئے شراب
دکھلائی دیں گی دور سے جادے صواب کے

وہ چودھویں کا چاند نعل میں تھا رات کو
اب تک مزے ہیں یاد شب ماہتاب کے

چشم تحیر آئینہ نقش پا نہ ہو
خالی ترے قدم سے ہیں حلقے رکاب کے

کسی پردہ نشین صاحب محفل کا کشتہ ہوں
چھپا رکھ مجھکو آنکھوں میں یہ جلوہ کا تقاضا ہے

ہے تیرا گوہر مقصود تری جیب سے پیماں
پریشاں اسقدر ساحل سے کیوں اے موج دریا ہے

چھری پر خون میرا دیکھکر غرغرا کے قاتل
نہ کہتا تھا میں آنکھیں نیچی رکھنا خون ہلکا ہے

نمایاں ہے خاک صحرائے جنوں پر نقش عمارت سے
خیال شوخی برہم زن تعمیر اچھا ہے

بھڑک اٹھیں گے شعلے کیوں نہ داد بیداد من کو
یہ بھبھو داغ دل خود گلخن افروز تمنا ہے

سما سکتی نہیں آنکھیں شوخی جلوہ کی
ہماری چشم حسرت حیرت آغوش تمنا ہے

بنائے بے ستوں سے کوہکن کی تدبیا ہوگی
یہاں تو گنج شاداور پرخسرو کو خطرہ ہے

بدلتے آنکھ اپنی دیر لگتی ہے حسینوں کو
اندھیرے میں اجالا ہے اجالے میں اندھیرا ہے

پریشانی ہے جوں نگاہ اپنے نالۂ دل کی
جس کو کار رواں بیخودی کے تھا چلنا ہے

اودا سی خانۂ تصویر میں نقاش چھائی ہے
یہ پرواز شکست رنگ کا اپنے ہی نقشا ہے

یہ موج اپنی مثال ذرہ گر بیتاب ہے بالکل
کسکی بزم میں دل محو خواہشہائے بیجا ہے

نہیں ہے خیر دل کی جذبہ ہائے عشق جلدائے
نہ کیوں موجیں ہوں آفت زا پریشانی کا دریا ہے

تکلف کی ادا ہے بیخودی بیہودہ خواہی کو
میں ہوں آزادہ روز ہد تکلف تجھکو دنیا ہے

کہیں جائے نہیں اب اہوان دشت صحرا سے
نظر بند انکو آنکھوں نے تمکر تیری رکھا ہے

بہار ماہیت رنگ وا کو میں سمجھا ہوں
گل نیرنگ اپنے باغ کا طاؤس رعنا ہے

ہوئی ہے انتو گنامی ہی اپنی باعث شہرت
شکار اڑتے ہوئے عنقا کا کھیلا تیر بے پر سے

میرے ہی لخت دل تھے جا بجا بکھرے پڑے ہر سو
صبا پھولوں کی ڈالی لیکے نکلی کوئی دلبر سے

پھپھوری دلیں پر چھی کس کے ورد انگیز نالے تے
ڈوپٹہ بھی سنبھالا اب نہیں جاتا شرگر سے

مجھکو عاشق شرکاں و ابرو و جارہ و گردنبھی
سے ہیں زخم سوزن سے اور ہیڑے کوئی زخم خنجر سے

مسیفر ان کے لئے مجھو یذا اللہ فون آلا تم
مرے مولا کو سب رتبے ملے اللہ کے گھر سے

ہوئے روشن دماغ و دل شراب و روح پرور سے
ملا ہے جام جم سے آئینہ تھکو سکندر سے

نہیں تجھے میں کیا بھی بس اسکا ہی تو رونا ہے
نہیں ملتے ہیں آنسو بھی کھر اپنے مقدر سے

بھلا ہم بھی تو دیکھیں سکے زاہد نشہ کو اس کے
نمونہ یار چلو بھر تو منگوا حوض کوثر سے

خط گلزار کی مشق پی ہمکو بھی دیکھانا تھی
بت ظفار کو نامہ لکھا طاؤس کے پر سے

مزاج ان آئینہ رویو کا ان روزوں نہیں ملتا
ابھی فرمان ہم لکھوا کے لاتے ہیں سکندر سے

مرے گھوارے کو طفلی میں گردش دی تھی دایہ نے
کہ آبنگ گردش دوراں نہیں جاتی مقدر سے

یہ کیش چاہتے ہیں محتسب کا خوں چھپائیں
جو آئے یہ صراحی دار گردن طاق خنجر سے

میں بدمستی میں ہی ساقی لڑا کر توڑا کرتا ہوں
کبھی ساغر کو مینا سے کبھی مینا کو ساغر سے

غبار حسرت واماں میں یوں اب دل ہے
علم جسطرح سے میداں میں تجھے عرکر لشکر سے

جمع دولت موزیوں کے واسطے بھی فخر ہے
شہد ہی سے منزلت ہے خانۂ زنبور کی

ہوں وہ سکیش لگی ہے خون میں میری شراب
آبگینے کو پسینے سے بھی بو انگور کی

اہل دولت اسقدر مغرور میں ٹھجائے گر
سائباں ہوائیں لیکر چوب تخلۂ طور کی

رکھتی ہے زندہ بشر کو دہر میں کل کی امید
گر پڑی دیوار جسم مرمت مزدور کی

دہیان ہر صانع کے دل میں چاہیئے مصنوع کا
کاسہ چینی ہے ردائق جام نفور کی

لن ترانی کی صدا پر لوٹ ہے اپنا بھی دل
سیر کرنی چاہیئے خلوت سرائے طور کی

اللہ اللہ اس ستمگر سے نہ تھی ہرگز امید
وصل کی شب بات جو میں نے کہی منظور کی

نشہ میں مجھکو اگر راہ حقیقت ملگئی
نے پیونگا میکدہ میں کبھی پھر طہور کی

چارہ گر کو سورش دل کی خبر ہوتا اگر
زخم میں بھی تہ کرتا مرہم کافور کی

میری بزم عیش میں رد کر خلل ڈالی نہ وہ
گوشمالی چاہیئے مضراب طنبور کی

الفت گیسو میں دیکھا اپنے طالع کا جو حال
زائچے میں بھی سیاہی تھی شب دیجور کی

شیخ اگر مرا کسی کی زلف خمدور پر
ہاتھ میں تسبیح موتی دانہ انگور کی

فتنہ مختہ جو بلائے قیامت خیز ہے
وہ ادھر اور ٹھاٹھ اور ہی ادا زائی صور کی

دلخراشی ناخن غم کی مرے دیکھے جو وہ
زخم میں چھپ جائے بھی مرہم کافور کی

عارض پر نور پر میکش نہ ہیں ساقیا
مے پلانا چاہیئے کہ انگور خمستور کی

مٹے شباب کے ہمراہ شوق دل کے سفیر
لٹا چمن ثمر و اعتبار باقی ہے

چھٹا غم کا سر بگذار باقی ہے
ابھی تو مرحلۂ انتظار باقی ہے

جہاں میں جبتلک اک بادہ خوار باقی ہے
اُمید رحمت پروردگار باقی ہے

طمع کو اپنی سمجھتا ہے کاسۂ دارا ؤں
ابھی سے تیرے گدا کا وقار باقی ہے

نشانہ تیر نظر کا ہدف رقیب کو تو
ابھی تو دل مرے سینے میں یار باقی ہے

مٹے جو شاہ تو اُن کی نشانیاں ہی سہی
کہیں کہیں کوئی نقش و نگار باقی ہے

ہزار بار جو وعدہ کرو نہ مانوں میں
تمھاری بات کا اب اعتبار باقی ہے

کرو نگا زخم جگر کی میں آپ بدراجی
کہ اُس کے سینے کو اشکوں کا تار باقی ہے

خم الست سے اک بار جو نکلے تھے
کہ سر میں آجتک اوسکا خمار باقی ہے

صبا لیکے جا اُس کوئے یار کی خاک مرا
موے پہ بھی ہوس کوے یار باقی ہے

کریگی دل کی کدورت بہشت کو دوزخ
جو ساتھ نفس پہ غبار باقی ہے

نفس کے جبر سے مجبور ہو نہ اے غافل
کہ تا ہر گ تجھے اختیار باقی ہے

سرہانے آکے ہے ٹھیری ہوی اجل کب سے
کسی کا شاید اسے انتظار باقی ہے

سفیر آگ لگا دی تھی کسکے جلوے نے
کہ تنگ طور میں اتنکا شرار باقی ہے

کھلے ہیں گلشن جاں میں چمن محبت کے
غبار دل مرا ابر بہار ہوتا ہے

فنا کے بعد گلو نکے ساتھ ساتھ ہے
تلف کہیں مرا مشت غبار ہوتا ہے

کمر لچک گئی ستوار شاخ گل کیطرح
نزاکت ایسی ہے چلنا بھی بار ہوتا ہے

میں آہ کرتا ہوں جب وہ شوخ کہتے ہیں
یہ کس کا تیر کلیجے کے پار ہوتا ہے

وہ ماہ رو جو لگاتا ہے ٹھوکریں آکر
چمک کے آئینہ سنگ مزار ہوتا ہے

نباہے عاشق تیر نگاہ صید افگن
پھڑک کے طائر جاں آپ شکار ہوتا ہے

سحر کو لیتے ہیں ہم چشم مست کا بوسہ
شراب صبح سے وسع خمار ہوتا ہے

سفیر شوق ہے گرصید گاہ عشق میں چل
یہیں تو مرغ جنوں کا شکار ہوتا ہے

بے مے ناب کے ساقی مجھے کیا کل آئے
موسلا دھار برستے ہوئے بادل آئے

آتش عشق دبی ہے مرے سینے میں تو کیا
کھد ورزشت سے لیتا ہوا سنبھل آئے

بے مے ناب کے محفل کا مزہ کیا ساقی
ایک خالی ہو اگر دوسری بوتل آئے

اے پری ہو تجھے منظور جو آرائش تن
شال کشمیر سے کاشان ہے مخمل آئے

دیکھے بالوں میں پروتے ہوئے موتی کسکو
اشک بھی آنکھ میں آئے تو سنبھل آئے

آبکی رزم میں غیرت دل شیر دبے کا ہیں
تیغ چل جائے گی ابرو پہ اگر بل آئے

دیدۂ دیدار باعث تفریح قلب تھا
پھر کیوں ملی ہے چشم تماشا طلب مجھے

کس طرح لوگ اپنا بناتے ہیں آپ کو
تبلایئے تو راہ پہ لانے کا ڈھب مجھے

اک ماہ کا ہے مصحف رخ جائے آئینہ
ماہ صفر سے کم نہیں ماہ رجب مجھے

میخانے بھی عزیز ہیں خم بھی ہیں مستِ عزیز
چھوٹو لگا پاس ہے تو بڑو لگا ادب مجھے

اللہ رے حرارت عشق پر یہ جاں
دق کر رہی ہے شیر کی صورت تپ مجھے

محروم کف غلام کو رکھیے اے سفیر
کوثر کا جام دیجئے میر عرب مجھے

اشراف سر نگوں نہیں رہتے ذلیل سے
کعبہ کبھی دبا نہیں اصحاب فیل سے

ظلمت تباں سے دہر میں مٹی خراب ہے
کعبہ ملے تو رہن پہ لیلوں خلیل سے

آنا ہے گر تو آ اے اجل کس کو خوف کیا
صرصر غرض کرتی ہے ترے علیل سے

ہے حشر رنگ شوخیٔ رفتار دیکھکر
فتنہ دوبارہ ہاریٔ چشم کحیل سے

دامن ہمارا دھوئے گنہ سے نہیں ہے پاک
جنت میں چل کے دھوئیں گے سلسبیل سے

توڑا گدا کا کاسۂ دل اس نے بار بار
لیتا نہیں کوئی زر داد ان بخیل سے

قاتل ہمارے جذب محبت کا تو نہیں
انفعال کھینچے جاتے ہیں جر ثقیل سے

مست غرور یار ہے ابرو کمان جو ہے
مانگے گا اسکا تیر بھی زہر جبرئیل سے

ہما سبھی وحشت زدہ کنج قفس میں ہے کوئی
جو بدن میں رگ ہے وہ دام کفِ صیاد ہے

ایک میں بھی بانکپن قد کا ترے دیکھا نہیں
نوجوانانِ چمن میں سرو ہے شمشاد ہے

زاہدا غفلت شعاری شیوۂ رندان نہیں
بند ہیں آنکھیں مگر دل میں خدا کی یاد ہے

مر گیا جب میں وہ سمجھے کہ بچھا چھٹ گیا
ڈھونڈتا پھرتا ہے جو اُن کو مرا ہمزاد ہے

طائرِ رنگ پریدہ کس کے روکے سے رکا
جب بھنے قید تعلق آدمی آزاد ہے

ہو برادر تھی کا کیا گھٹا دی آنے کا نہیں
جام خالی کس طرح سے دالبِ فریاد ہے

لوٹتا ہے خاک پر میرے ڈرا سکے لئے
تیرے قد کی یاد میں جس سایہ شمشاد ہے

کٹ گیا غیرت سے میں کی جینے نفرت کے لئے
جو کھچا مجھ سے میں سمجھا فخر جلاد ہے

کون سنتا ہے مری گلشن میں کس سے کہوں
بات جو نکلی زبان سے نکہت برباد ہے

دشمنوں کے بس میں ہے کب تک سمے ایذا اسیر
یا علی فریاد ہے فریاد ہے فریاد ہے

سبطِ زامدار رسولِ کریم کے
موتی ہیں گوشوارہ عرشِ عظیم کے

گلشن میں بھی گئے تو نزاکت کو دیکھنا
وہ پھر رہے ہیں ساتھ چمن میں نسیم کے

اک مہ لقا کے ساتھ ہیں سیر ام ہے
جائیں گے کوہ طور پہ سیر و کلیم کے

پیشِ خدا نمازِ میں میں کیا طلب کروں
حاجت بعضِ سوال کی در پر کریم کے

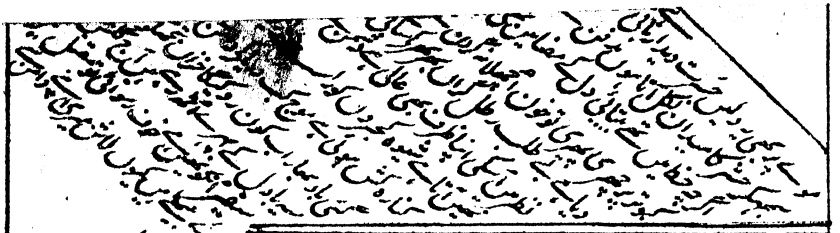

ہیں اگر دل کی طپش سے ہمہ بد آہنگ پروں
ایے جنوں عشق سکھلا نغمہ سنجی تو مجھے

آتشیں رخسار پر اک دانۂ اسپند بھی
یاد ہے اتبک وہ اعجاز رخ نیکو مجھے

سادگی دل کی بھی ہے آئینۂ عشرت نما
پھر زباں سے اپنی وہ اکسا رکھے تو مجھے

ہے طلوع صبح پیری رحمت حق اے سفیر
مشرقستان سعادت ہو گئے گیسو مجھے

ہے دلچسپی مجھے بوسوں میں خال روئے روشن سے
بہ رنگ مورد انجیں بہ ہاہوں ہے کہ خرمن سے

وہ رشک گل جو صحرا میں ہزار بلبل میں قافلہ اترتے ہیں ہزار دل گلشن سے

وہ آوارہ ہے انسان جسکو ستون مرزہ گردی ہے
کوئی بہتر جگہ ہے گوشۂ عزلت میں مسکن سے

حریصوں کو ملا حصہ نہ خوان بیکنامی میں
گہر کب بخشہ سیل کو ہے دریا کے مخزن سے

بدی بھی کی تو نیکی بن گئی وہ جس میں اچھوں کے
نمایاں عصمت یوسف ہوئی ہے چاک دامن سے

خدا تمکو نہ بٹھلائے کبھی ظلمت نشینوں میں
مناسب کلبۂ تاریک کو کیا قصر روشن سے

ہما ہو کر بھی کچھ رزم سعادت سے نہ پھل پایا
وہ بلبل ہوں نکالا باغباں نے جسکو گلشن سے

بھلا دیتا ہے وہ بڑھکر جلا دیتی ہے یہ گرکر
ہمیشہ لاگ سیل و برق کو ہے ابر خرمن سے

بلا ہے وحشت زردار اہل جامہ خانے ہو کر
ترے اچھوں کو بھی اکدن اتر واليگی کن سے

چلا مسجد سے جب وہ کوچہ دلدار کی جانب
میں رویا عید کے دن بھی گلے مل ملکے دشمن سے

پھندے میں پھنسا مرغ زیرک ہے — دل تجھکو دیا بڑی خطا کی

ابرو کا رقیب بھی تھا عاشق
ہلوار سفیر ہے بلا کی

اُس نے دیوانہ بنا رکھا ہے — حشر برہم نے اُٹھا رکھا ہے

تیرے جلوے کو میری آنکھوں نے — سات پردوں میں چھپا رکھا ہے

اِس قدر داغ محبت ہے عزیز — اپنا سر تاج بنا رکھا ہے

دل سر انگشت حنائی پہ فدا — اتنی سی بوند میں کیا رکھا ہے

جان دے دیکے بشر جاتے ہیں — موت میں کچھ تو مزا رکھا ہے

تبکدہ چھوڑ دوں سچ مچ اے شیخ — بیچ تا بکعبہ میں کیا رکھا ہے

حسرت وصل ہے اور پردہ دلیں — دل میں ارماں کو چھپا رکھا ہے

اے پری حلقہ گیسو نے ترے — مجھکو دیوانہ بنا رکھا ہے

والی ملک کی ہو عمر دراز — شہر کو شہر بنا رکھا ہے

کل ہی قاتل نے منادی کر دی — قتل کا حکم سنا رکھا ہے

تیرا جانباز نہیں ڈرتا ہے — سر تہہ تیغ جفا رکھا ہے

بھر گیا آنکھ تلے خون ہوکے سفیر — اک زمزم دل ہے بچا رکھا ہے

منعموں کی شان و شوکت خاکیں سب ملگئی
اونچے اونچے قصر مٹی کے برابر ہو گئے

ہاتھ خالی تو اُٹھی بیکسی تو اسطرف
سنگریزے قبر پر پھولوں کی چادر ہو گئے

لیکے جو نامہ گیا یاں سے وہ پلٹا ہی نہیں
پست ہمت اپنی ٹکڑی کے کبوتر ہو گئے

گشتہ ناز و ادا اس ٹھاٹھ سے آئی وہاں
دنگ اونکو دیکھکر سب اہل محشر ہو گئے

دست نازک سے جو اپنی یار نے افشاں چنی
تل ہتیلی کے چمک کر ماہ و اختر ہو گئے

لیگیا ایماں مسلمانو نکا وہ ہندوئے زلف
کالکا کو اسقدر پوجا کہ کافر ہو گئے

سایۂ بال ہما کی بھی سعادت رہگئی
بوریے پر بیٹھکر جب ہم تونگر ہو گئے

پائے جانا نکی لطافت سے یہاں حیراں انیے
تھے جو پتھر فرش رہ وہ سنگ مرمر ہو گئے

نافۂ آہو میں چھپے جا جاکے نافے شرم سے
جب نھاکر وہ چلے رستے معطر ہو گئے

وصل میں بھی دسترس ہونے پائی دیپہ حیف
لگئے پہلو کے مجھے سد سکندر ہو گئے

کعبۂ دل کو ثقوق کعبے کے صحرا پہ ہے
دست مشرب سے یاں میدان بہتر ہو گئے

ہو مبارک فضل خالق سے ترقی یہ سفیر
آچکا فرماں شاہی آپ میجر ہو گئے

تاب رستم کو نہیں تیغ ادا کے وار کی
اوس ستم ایجاد کو حاجت نہیں تلوار کی

اسمیں ہے تصویر پوری ابروئے خمدار کی
نقد جاں دوں رونمائی میں نہ کیوں تلوار کی

ہو نہ خفت سخت جاں ہیں میرؔ سہواً بھی تمہیں
ہات رکھکر بارہ پہلے دیکھ لو تلوار کی

جنس اچھی ہو تو ملتا ہی خریداری کا لطف
حسن یوسف سے ہے رونق مصر کے بازار کی

پھر یکدگی کیا تو دنیا بھر کو برق حسن یار
آزمائش ہو چکی بس طالب دیدار کی

دو قدم چلنے نہ پایا تھا قیامت آگئی
بات کھلی ہائے نہ اپنی شوخئی رفتار کی

لب تک آنے بھی نہ پایا تھا اچھلکر گر پڑا
خاک تھی جام سفالی میں کسی میخوار کی

وصل کی شب دل کی تسکیں ہو گئی دل ہی مرا
تیری کج خلقی میں ظالم بارہ تھی تلوار کی

طور پر غش کھا کے جب حضرت موسیٰ گرے
آئی آواز از خموشم تا کجائے دیدار کی

نوحہاں میں بھی ادھر جائے تو آجائے بہار
تیری بھولونکی ٹوپی جاں ہی گلزار کی

ہو گئی بیہوش ناظر جو کرتے ہی سنگھار
ناز بول اٹھا پہلی مشق تھی سرکار کی

ایسی دیکھا حسن و عشق کے جھگڑے نہیں
مجھکو بھی ضد ہو گئی ناصح نے جب تکرار کی

اور شامت ہم کو لیجائی کیا لیلیٰ کے در
کسکو پروا ہے تمہاری سایہ دیوار کی

اے پریرو گر پسینے سے نہ تر ہو تا نقاب
پھونکدیتی اوسکو گرمی آتش رخسار کی

اے تب غم سا تواں روز جزا کہتی ہو خلق
ایک چنگاری ہے یہ آہ آتش بار کی

لکھ میں لکھ بھیجونگا اک دن اپنی بیتابی کا حال
اضطراب دل جارت دے اگر اظہار کی

آگے روشن دل کی ہستی چرخ نیلی کی ہے کیا
کب صفائے آئینہ کو تاب ہے زنگار کی

جوں اچھلتا ہی خوشی سی پھول جاتی ہیں رگیں
عید ہوتی ہی گلے ملکر تیری شمشیر سے

تیرہ بختی یہ سیاہی ہی تری اوس زلف کی
حرف کچھ تو ہی مٹا دیتی ہی خط تقدیر سے

وقت شیریں یک ہو جاتا ہی دونو کا جو مل
نالۂ دل کی صدا ٹپکاتی ہی زنجیر سے

اوس کو بھی ڈر ہی کہ جاوے کاٹ نہ زیر تیغ
بچ کے چلتی ہی قضا بھی کوچۂ شمشیر سے

میرے قاتل کے دلوں سے چھپ نہیں سکتا ہی کھوٹ
کب ترا تیر نظر کم ہی قضا کے تیر سے

دیکھئے شرمندگی ہی کیا کرے رحمت سلوک
سر گریباں میں ہی میرا کثرت تقصیر سے

گل کھلے ہیں جا بجا زنداں میں آئی ہی بہار
خون اولا ہی جو شم حلقۂ زنجیر سے

دل تک آتی ہی مرے شاخ تمنا ہو گیا
سونگھ لو پھولونکی خوشبو آرہی ہی تیرے

عارض گلگوں پہ اپنے چھوڑ دو جلدی نقاب
پھول کملائیں نہ آہ گرم کی تاثیر سے

مجھکو روتا چھوڑکر اٹھتے نہیں گھر سے قدم
بند ہو گئے سکار موج اشک کی زنجیر سے

مارڈالا سرو مہری نے حسینوں کی سیفؔ
خطۂ ملک دکن بھی کم نہیں کشمیر سے

کہتی ہی ہر چھبی نظر اوسکی یہ مجھ دلگیر سے
میں تو میں دیکھے جو میرا عکس بھی جام شراب

دست رنگیں ہی پھرا اوسکے رفو کی کیوں گرہ
بند ہو گئے دزد حنا کے ہاتھ پھر زنجیر سے

وصل کی راہ پہ صد شکر وہ پھر آنے چلے
وہ تو وہ انکی بلا بھی نہ کبھی ہو نادم

پھر موافق ہوئی تدبیر سے تقدیر اپنی
حشر تک وہ نہ کہینگے کہ ہے تقصیر اپنی

حشر پھر ہونے لگا کوچۂ دلبر میں بیخود
پھر دگر آئینگے نالے مرے تاثیر اپنی

ہمیشہ نخل ارباب کرم افزوں ہی سائل سے
گھر غواص لیجاتے ہیں دامن بھر کے ساحل سے

لگی ہے آگ موجوں میں جو میرے نالۂ دل سے
کباب سیخ بنجاتی ہے ماہی اڈر کے ساحل سے

تمنا وصل کی دم بھر جدا ہوتی نہیں دل سے
ہے اس پردہ نشین بیکس کو کتنا انس محمل سے

ہیں وابستہ تمنائیں ہمیشہ یوں ترے در دل سے
لپٹ جاتی ہیں موجیں جسطرح آغوش ساحل سے

تعلق دل فغانی سے ترے در دل کو بھی ملیا
محبت جسطرح ہر در کو ہو جاتی ہے منزل سے

نجائیگا کبھی وہ نو بہار گلشن خوبی
چمن میں درد سر ہوتا ہے گلبانگ عنادل سے

ہیں سب محو تماشا داوری دیوانگی اپنی
قیامت میں قیامت ہے مری شور سلاسل سے

ہے ہر اک موج دریا تازیانہ چشم عبرت میں
فنا فی الذات ہونا سیکھ کہ دور انیش کامل سے

ابھی بستر جلا ہی دیکھئے کیا کیا جلیگا پھر
لگیگی آگ گھر میں کسی دن شعلہ خوش دل سے

ادا و ناز سادگی آئینہ نے حیرت زدہ ہو کر
کجی خنجر نے سیکھی چشمکی ابرو قاتل سے

کدورت قلب سے اہل کدورت کی نہیں جاتی
جدا ہوتے نہیں دیکھا کبھی جادے کو منزل سے

گئی بار آج مینے تمہہ کی کھائی مانگ کے بوسہ
وہ جب ہنسی میں سو گئی جاگ اٹھی تقدیر سائل کی

مسافر ہوں عدم کا میں علم کو جانتا ہوں
ابھی سے ہیں آفت جھیلنی ہے پہلی منزل کی

پڑا ہے کارروان آرزو پیاس کا شب کو
عجب حالت ہوئی ہے ہمارے کعبہ دل کی

تڑپ کر لے لیا قاتل کا بوسہ اور ہی تہمت
تہہ شمشیر بھی چمکی ہے کیا تقدیر بسمل کی

خدا کا شکر ہے پیدا ہوئے فرقانیوں میں ہم
تاسی کر رہے ہیں تین فرقے دین باطل کی

خوشی ہو رنج ہو ہر دم خیال گور ہے دل میں
مسافر کو کشش کھینچے لیے جاتی ہے منزل کی

لب دریا بھی مجھ دیوانہ کا دل اب بہل گا
حبابوں انگبیریا تا ہوں ہوا میں آج ساحل کی

خدا کے ڈر سے سلطاں بھی یقیناً مانگتا ہوگا
شباہت تاج شاہی میں ہے کیوں کشکول سائل کی

بہار آنے دو من اپنا قفس کی تیلیاں کیا ہیں
کریں گی قینچیوں کا کام منقاریں عنادل کی

تڑپنا لوٹنا بسمل کا کیا کم ہے مساحت میں
کیا کرتا ہے پیمایش زمیں کو کوئے قاتل کی

تڑپ جاتا ہوں ہر دم لن ترانی یار کی سنکر
کہ برق طور بنجاتی ہے بیتابی مرے دل کی

ترے دیوانیکا گر ہتکڑی نے ہاتھ تھاما ہے
تو جھک جھک کر قدم لیتی ہیں کڑیاں بھی سلاسل کی

گلا کٹنے نہ دیگی سخت جانی فائدہ کیا ہے
سفیر ایسا نہ ہو کر جائے پھر شمشیر قاتل کی

رکھتے ہیں مہر و ماہ بھی جوہر کمال کے
دونوں یہ آئینے ہیں جلال و جمال کے

ولہ

نظر آنے لگا کیا سجدہ کا میداں خالی
ہو گیا قبس سے شاید کہ بیاباں خالی

کون ہوتا ہے ہدف اسکا مرے لگ سوا
تیر ترکش سے کریگی صف مژگاں خالی

اشر دست جنوں سے بھی بچائے کوئی
نہ گریباں مرا خالی ہے نہ داماں خالی

ابتلاک وصل کی نوبت نہیں آئی ہے ہے
کیا گذر جائیگی یہ فصل زمستاں خالی

یا محبوب نہو حرص زر و سیم تو ہے
عشق سے رہ نہیں سکتا دل انسان خالی

کب ٹھہر سکتا ہے مقتل میں کوئی میرا سوا
جب وہ آئیگا تو ہو جائیگا میداں خالی

پھر بہار آئی مری نغمہ سرائی کیلئے
کر گئے باغ پھر مرغ خوش الحاں خالی

کوچہ یار میں عشاق اڑے رہتے ہیں
کہیں شیروں سے بھی رہتے ہیں نیستاں خالی

تیرے دیوانیکو صحت ہوی ہوش آئیگا
سنگ سے رہنے لگے دامن طفلاں خالی

بوسہ لب میں شعفار کھی ہے دیتا ہی نہیں
نسخہ لکھ دیتا ہے وہ عیسیٰ دوراں خالی

زور پکڑا امری وحشت نے تو ہو جائیگا
کوہ فرہاد سے مجنوں سے بیاباں خالی

حالت زار سے لیں زار کی رشک بستی
تخت یوں کرتے ہیں اک آنمیں سلطاں خالی

بھادوں نکر کبھی برسا کبھی ساون نکر
نہ گئے ابر مژہ کے کبھی طوفاں خالی

دل میں بیٹھا کوئی اگر تو جگر میں کوئی
نہ گئے سینے سے ظالم ترے پیکاں خالی

ہر جا بہار لالہ و گل سے لگی ہے آگ
گلشن میں کیوں نہ سنبل تر کا دھواں رہے

اے چرخ تجھکو پاس عدالت ہمیں سے ہے
بالائے خاک افسر نوشیراں رہے

سب عمر ٹکی ہے سفیر انتظار میں
ہم شائق ظہور امام زماں رہے

نالوں سے اپنے پست سدا آسماں رہے
کب پشت فیل مست پہ ایسی نشاں رہے

اے شہسوار ساتھ تیرے جہاں رہے
ہر دم غبار راہ فرس میں نہاں رہے

کیوں کر ظلم عدل کے آگے نہاں رہے
شیطاں کا کیا وجود جو مہدی عیاں رہے

دیکھے جو تیری چاہ سخنداں کو ای پری
یوسف بھی اس کنویں میں مع کارواں رہے

ہے نفس شوم دشمن ایمان عقل و ہوش
رہزن کیطرح کیوں نہ پس کارواں رہے

تعظیم میں بھی قتل تو اسمع میں بھی ہے ظلم
ہر حال میں وہ تیغ رہے یا سناں رہے

مدت کے بعد آنکھ اجل سے ہوی جو چکا
لپٹا کے موت کہنے لگے تم کہاں رہے

دم ترک نے نشانہ کیے عاشقوں کو دل
بیکار ایک دن بھی نہ تیر و کماں رہے

پہلو میں اپنے طائر بسمل رہا دل
لوٹا کیے زمین پہ ہر دم جہاں رہے

مستی میں اس نے دیکھا ہے گلزار کیطرف
کیونکر نہ مست ہر شجر بوستاں رہے

ہونے دیا نہ دست نگر تو نے غیر کا
ای صبر تیرے ساتھ رہے ہم جہاں رہے

دل چوں ہوا پہ چشم مروت وہی رہی
اس ساقی کرم کا شکوہ ہو کس طرح
بخشا تو میں بھی گرچہ صحبت وہی رہی
بستی میں لوگ اختر طالع رہا مدام
یاد نے نقش میں رکھا دور سپہر سے

رکھا سیاہ پوش غم ہجر یار نے
کعبے میں بھی سفیر کی قسمت وہی رہی

لوٹنا خاک پہ حیلہ تھا یہ بسمل کیلئے
ہاتھ پھیلا ہی رہا دامن قاتل کیلئے

زلف منھ دیکھتے ہی رہ گئی اونکا افسوس
بوسے اُس شوخ کے کدسکل نہ گلے مل کیلئے

تو سن عمر رواں سے سر مرقد اُترے
کیسے بیتاب تھے ہم آخری منزل کیلئے

نگہ ناز سے قاتل تری میں لوٹ گیا
یہ جگر کیلئے برچھی تھی چھری دل کیلئے

ہمسری آپ کے رخ سے تو نکرتا تھا اُسے
حشر تک رہگیا دہبر مکامل کیلئے

کیوں گل زخم دکھائیں نہ بہار و دوس
چمن آرا تری تلوار ہے بسمل کیلئے

کیوں نہ دیر نہ زیارت کو پریزاد آئیں
جان دیدی ہے کسی حور شمائل کیلئے

سر اُٹھائی نہ کبھی بحر جہاں میں کوئی
عبرت آموز ہر ایک موج ہے کامل کیلئے

رہگئی بات کسیکے یہ اُٹھائے نہ اُٹھی
سر ہر اٹوٹ گیا دامن قاتل کیلئے

شکوہ کرنے میں حسینوں سے مزہ آتا ہے
ہے گلے کیلئے دل اور گلہ دل کیلئے

باتیں کرتا ہے اُدھر آج ہوا سے ناقہ
قیس بیتاب ہے یاں صاحب محمل کیلئے

چین آجائے جو ہوا سکا تڑپنا موقوف
ہاتھ لگجائے دوا کوئی مرے دل کیلئے

چرخ کے ہاتھ جو فتنہ کوئی آتا ہے نیا
یہ اُٹھا رکھتا ہے اُسکو تری محفل کیلئے

ولہ

کرنل بھی ایک روز بچھائینگے ہم سفیر
میجر تو ہو گئے کرم ذوالجلال سے

شام غربت میں جو میں نے تف جاناں یاد کی
آسماں پر ایک تھی دم میں گئی فریاد کی

خاک تک صحرا میں مجھ دیوانے کی برباد کی
تھی بگولہ میر شوخی مجھ سے بے برزاد کی

نوجوانی جا چکی سارے قوا ہیں مضمحل
دشمنی سے بے تکلف بد ہے چار اضداد کی

عشق مرد افگن ہے پیر اور چل سکتا نہیں
پائیں ہیں اس شیر نے کیا بیڑیاں فولاد کی

اس پریوش سے جو بدلا میں نے چہرا آئینہ
دیو دم ہے ملک سلیماں میں مبارکباد کی

عقدہائے دام تو منقار سے سب کھل چکے
اب گرہ کھلنی ہے بس اک خاطر صیاد کی

ابرو خمدار جانانہ کا ادھر ہی ہے یہ خوف
بحر موجوں سے ہے پیدا جوہر فولاد کی

قد موزوں کے مقابل قطع کر ڈالینگے ہم
اسطرح قطع ہوگی مصرع استاد کی

پاسبوس آرزو سے دل نہ ہو کیونکر تبنگ
دوستی محمد دش دیکھی ہے کیل زنبیاد کی

بے ستوں کا بدخشاں آج ہے شیریں تر پھر
دیکھ تو تیز نگیاں خوں سر فرہاد کی

کون سنتا ہے یہ چرخ مقرنس ماجرا
آئی اپنی ہی صدا گنبد میں جب فریاد کی

نظم کو بھی سہل ریاضت کا ملا ہے ایک سفیر
شہرت شاگرد سے ہے منزلت اوستاد کی

۱۶۹

مجھسے چھپیگا آہوئے مضموں کہاں تلک
جب سبزہ زار چرخ نہیری صیدگاہ ہے

تختہ گلوں کا تخت سے شاہوں کے کم نہیں
لالہ چمن میں چتر سرِ پادشاہ ہے

ہونیلگی ہے اب تو لیفیت میں مجھکو کمی
ناصح بھی مانتا ہے وہ جادو نگاہ ہے

رہتا ہے جو کہ ملک قناعت میں حکمراں
ظاہر میں وہ فقیر ہے باطن میں شاہ ہے

عاشق کے دلمیں ہر چہاں بانگوہ خیز ہے
نیچی نگاہ ہے کبھی تر چھی نگاہ ہے

شاہ عجم سے مرتبے میں سیہہ بھی کم نہیں
ہدہد کے سر تاج کیانی کلاہ ہے

سنکر جو ہو جمال محمد کا اے سفیر
دنیا میں بھی وہ دین میں بھی رو سیاہ ہے

میں ہوتا اوسپہ گر مائل سعادت پیشہ ہوتی
بلا جو سر پہ آتی غشفیں بال ہما ہوتی

نسیم لطف سے انکے کلی ہر دل کی وا ہوتی
مسمن ردیاں عالم میں اگر مہر و وفا ہوتی

قریب میکدہ مسجد کوئی ہمکو نہیں ملتی
کبھی یاد صنم ہوتی کبھی یاد خدا ہوتی

محیط عشق میں بیتابیوں نے پایہ گل کیا
میں ساحل تک پہنچتا موج دریا ہما ہوتی

وہ دیتا آنکھ میں سرمہ اگر دست حنائی سے
رسم آہوئے مشکیں مشوشی رنگ حنا ہوتی

نہ آتی یاد اوسکی ہم جو لیتے بوسہ ابرو
طواف کعبہ میں اکثر نماز اپنی قضا ہوتی

نہ آیا حشر میں بھی ہٹ تو دیکھو ؛ میں جسکو ڈھونڈھتا ہوں وہ کہاں ہے

سحر ہوتے ہی شبنم نے کیا کوچ بساطِ بیریِ دم کا یہاں ہے

حقیقت منظرِ عارف میں ہوگی فلک کا عکس دریا میں عیاں ہے

عدو کو رکھ اسیرِ دامِ احساں یہی زنجیرِ پائے دشمناں ہے

کہاں پاؤں کدھر ڈھونڈوں الٰہی تو دل میں رہکے نظر سے نہاں ہے

گلے کا ہار نہ جانو نگاہیں بھی ؛ اجل اب آکے تو جاتی کہاں ہے

ہے ہمرہ حسرتوں کے نالۂ دل جرس پیچھے ہے آگے کارواں ہے

سفیر اب معتقد ہیں نظم کے سب
میرا اوستاد اوستاد جہاں ہے

ہم پہ بھی ایک دن ہو عنایت خباب کی دن آفتاب کا ہے تو شب ماہتاب کی

کیا اب بھی وہ نہ آئینگے قاصد غضب کیا بیٹھی ہوئی ہے ڈاک مرے اضطراب کی

زاہد کے دلمیں بغض ہے جام شراب سے یہ شیشہ نہ دیکھیگا شکل آفتاب کی

ساقی کی یاد میں ہیں رواں اشکِ چشم تر گذریگی موج آب سے کشتی شراب کی

غفلت میں حیف اپنی جوانی گذر گئی تعبیر ہم نے خواب میں پائی ہے خواب کی

جوں ہے چاندنی پہ غضب کی بہار ہے
چلیے حضور سیر کریں ماہتاب کی

زنجیر فیل چرخ کی ہے کہکشاں سفیر
مستک پہ کیوں رہے نہ سپر آفتاب کی

کی محتسب نے ضبط نہ بہشی شراب کی
رشوت میں اشرفی جو ملی آفتاب کی

کرتا ہے دل سے زور حرارت شراب کی
تاثیر ہے یہ گرچہ کباب کی

آسودگی ہوئی نہ سر فرش عافیت
بزم نشاط نے مری مٹی خراب کی

کتنک حضور داد محشر کہڑے ہیں
گم ہوگئی ہے فرد ہمارے حساب کی

اے سیکشو ملیگا نہیں ساحل نجات
ساقی کے ساتھ ساتھ ہی کشتی شراب کی

منطق نہیں پڑی ہے نکیریں سے کہو
عادت نہیں ہے مجھکو سوال و جواب کی

ملبوس یار سونگھ کے دل کیوں نہ لوٹ جائے
کیا اس سے تیز ہوتی ہے خوشبو گلاب کی

نزہت ہے فقر میں بھی یہ چرخ لئیم سے
مانگونگا ہو لگر بھی نہ کملی سحاب کی

اچرخ اسفلوں کے موافق جو تو رہا
اولٹی چلیگی بحر میں کشتی حباب کی

دلیں رہے جو دلکی تمنا عجب نہیں
اللہ کوئی حد بھی ہے اونکے جا بکی

ناہد غرور شعلہ ہے شرم گندہ آب
سوجھی اوسے عذاب کی مجھکو ثواب کی

راز دل خلوت میں میں کہنے کو تھا اور سنی صفیر
بڑ گئے ابرو میں مل تقریر آدھی رہ گئی

کوئی تو ہو کے زلیخا سا خریدار آئے
لیکے ہم یوسف دل کو سر بازار آئے

وصل کی شب بھی وہ کر دیتے ہوئے انکار آئے
برچھی تانے ہوئے کیا سر پہ کوئی وار آئے

شیر کیطرح سے غیر و نہ وہ جا پڑتا ہے
کیوں سگ کو نہ ترا مجھے پیار آئے

اک سہی فتنہ قیامت سے مگر کیا کیا
شکر ہے اس پہ اب اطاعت بیدار آئے

لڑ کھڑائے انکھوں میں ناز پیار سے
دیکھے وہ جھوم کے بادل ہو کہ سارے آئے

رخ رنگیں کی صورت سے کھیلتا ہم کو
بلبل مست کی صورت سو گلزار آئے

نہ شریک اسکا ہے کوئی نہ کبھی ہو گا شریک
ہم ازل سے یہی کرتے ہوئے اقرار آئے

خواب میں عرش کی سیر آئی ہے
کیا عجب ہاتھ میں زلف سیہ یار آئے

کوچہ یار میں جو کا کسی نے ہم کو
ہم کئی بار گئے اور کئی بار آئے

دل خوشی سے مرے سینے میں اچھلتا ہے صفیر
کنگ کو بھی ہیں جو ہے شور کہ سرکار آئے

تم سلامت رہو رسوائی سے ڈرنیوالے
نیچی نظروں ہی میں دل لیکے مکرنیوالے

موت سے عاشق ابرو نہیں ڈرنیوالے
تیغ کے گھاٹ پہ ہیں ہم تو اترنیوالے

چاہنے والیکا اُس کو ظرف عالی چاہئے
عشق بازی کیلئے ضبط فغاں درکار ہے

ملتے ہیں چوٹی کے مضمون آسماں سے لاتیں
فکر اعلےٰ کیلئے کب نردباں درکار ہے

نوک مژگاں تیر رستم ہے تو دل اسفندیار
آزمائش کیلئے تخت کیاں درکار ہے

لاکھ قسمت میں ہو تیری ہے مگر تدبیر شرط
کشتی تقدیر کو بھی بادباں درکار ہے

منزل گور غریباں ہے وہ آسودہ مکاں
سقف کی حاجت نہ اُسکو پاسباں درکار ہے

ہوں نظر پر اُسکی مائل اُسکے ابرو پر نثار
تیر ایسا چاہئے ایسی کماں درکار ہے

عاشقوں کی بھیڑ دم بھر کیلئے چھٹتی نہیں
ہے جو وہ یوسف ہجوم کارواں درکار ہے

او یم خوبی پنگلے چل کے دریا پر شراب
کشتی مے کیلئے آب رواں درکار ہے

نجد کے صحرا میں پہنچا دے جو اسکو قیس تک
ناقۂ لیلیٰ کو ایسا ساربان درکار ہے

یہ بساط دہر کب تک کبتلک یہ زندگی
فکر عقبیٰ کر جو فکر جاودان درکار ہے

رات بھر کی زندگی اس بے ثباتی پر یہ حرص
شبنم فانی کو رنگ بوستان درکار ہے

بے اعانت کے کسیکا دہر میں نکلا نہ کام
دست حیدر کو بھی تیغ دوزبان درکار ہے

خشت خم بنجائیگی یا خشت سجدہ اے صفیر
جائیگی مٹی وہیں اپنی جہاں درکار ہے

رہی جنکو بہشت آسماں سے
یہ ہم میں بالیقیں آیا کہاں سے

تعاقب کر کے میرا تھک ہی موت
میں آگے آگے تھا عمر رواں سے

جھکا جاتا ہے پیری میں قد راست
الف میں دائرہ آیا کہاں سے

وہ تیرا نذر آیا ہے چمن میں
گرے پڑتے ہیں طائر آشیاں سے

مقلد لکھنؤ والوں کے ہیں ہم
زباں آئی ہمیں اہل زباں سے

مزہ دیتی ہے کیا کیا وصل کی شب
کہانی میری اور میری زباں سے

خیال زلف میں ڈوبا ہوں میں آج
ملیں چوٹی کے مضموں آسماں سے

ہزار سودا یہاں ٹکرا کے سر کو
لگی یہ آگ سنگ آستاں سے

نکلنے کو ہے جسم زار سے روح
جدا ہوتا ہے یوسف کارواں سے

ہمیں بھی دیجیے دو چار دشنام
سنا تھا پھول جھڑتے ہیں زباں سے

جو اپنے دل میں وہ قاتل خفا ہے
کھنچی ہے تیغ بھی مجھ بیخباں سے

شریک درد و غم تھا اک دل زار
اسے میں ڈھونڈ کر لاؤں کہاں سے

مسیح و خضر خود پیچتار ہے ہیں
ملا ہے پھل یہ عمر جاوداں سے

وہ توڑا دل کو میرے کر کے انکار
وہ نکلا تیر ظالم کی کماں سے

ہوئی ہے بیچ رستے میں ملاقات
یہاں سے میں چلا قاصد جہاں سے

ترے الجھے ہوئے بالوں میں ہے مانگ
یہ سیدھی راہ نکلی ہے کہاں سے

وفورِ حزن میں قابو سے دل جانے نہیں پاتا
ابھی تک میرے قبضے میں ہے حسرت کشورِ غم کی

سفیر اب استخارہ کر کے چلیے ان کے ملنے کو
کہ ہے بہتر سے بہتر مصلحت خلاقِ عالم کی

لگا کے آپ سے دل کو بہت نہال ہوئے
خوشی تو ایک ہوئی سیکڑوں ملال ہوئے

شبِ فراق جو ہم ضعف سے نڈھال ہوئے
عدو بھی آ کے ہمارے شریکِ حال ہوئے

کمالِ غیظ سے دیدے تری جو لال ہوئے
ہمارے خون کے پیاسے یہ دو غزال ہوئے

دبا نہ بلبل و قمری کی چھیڑ چھاڑ سے میں
ہری جانب سے بھی سوال ہوئے

نہ سر اٹھانا تھا اس باغ میں کبھی ہم کو
مثالِ سبزۂ بیگانہ پامال ہوئے

بڑا ہی لطف ملا مجھ کو ہمنشینی کا
کبھی جو بزم میں دو چار ہم خیال ہوئے

لچک رہی ہے کمر جو اٹھ نہیں سکتا
تمھارے بال تمھاری ہی لیے وبال ہوئے

کہو نہ مجھ سے کہ دل تیرا کیوں ہرا آیا
میں پوچھتا ہوں کہ تم کیوں نہ باکمال ہوئے

انھیں بزرگوں کے ہم دلسے معتقد ہیں سفیر
امیر و نظم ہوئے حضرت جلال ہوئے

تم کو کیوں میری محبت میں یہ خیال شکنجہ
دم تمھارا ہی بھرا جاوے گا دم جب تک ہے

مرغِ دل حلقۂ گیسو میں پھنسا اور سنو
میں سمجھتا تھا کہ طائر ہے پر ایک ہے

اپنی بنی صورت ادب آموز اپنی ہو گئی
آئینے خانے سے بڑھکر کوئی مکتب خانہ ہے

آج دو جاتے ہیں یاں سے اور آجاتے ہیں کل
یہ سرائے دہر کیا ہے اک مسافر خانہ ہے

میکدے میں کون ہے وہ جو مجھے روتا نہیں
موج بادہ کی زبان پر بھی وہی افسانہ ہے

راہ پر شیخ حرم کو ہم لگا لیتے سفیر
کیا کہیں پر دور کعبہ سے بہت بتخانہ ہے

زمین اوٹھکے اگر آج آسمان سے ملے
سر نیاز مرا اوسکے آستاں سے ملے

فقط پہنچنے ہی کی دیر تھی وہاں کیا تھا
بڑے تپاک سے ہم اوسکے پاسباں سے ملے

زبان سے بات جو نکلی تو وہ پرائی ہوئی
یہ تیر وہ نہیں جو چھوٹکر کماں سے ملے

بھلا وہ درد محبت کی کیا دوا کرتے
علاج ہو نہ سکا ہم کریم خاں سے ملے

جنون کا دور وحشت میں غنیمت ہے
رفیق خضر سا ہمکو بھلا کہاں سے ملے

خوشی سے پھولتا جاتا ہے دل بھی شاعر کا
مشاعرہ میں اگر قدر دار سے ملے

تلاش ہے دل گم گشتہ کی بہت مجھکو
اوسی کو ڈھونڈھکے لائے کوئی جہاں سے ملے

اوجاڑ دیکھکے گلشن کو یاد آئی بہار
چمن میں داغ ہزار دل ہیں ہزار نے ملے

خاک اڑتی نہیں رہ کے لحد سے میری
مٹ گیا میر نشان یہ ہوس نام میں ہے

چاک کر میر طرح تو بھی گریباں ای شیخ
اک ذرہ کفر کی بو جامۂ احرام میں ہے

ہائے جو لطف ہے خلوت میں و جلوتیں نہیں
حشر میں دید ہے پر جلوہ گہ عام میں ہے

میر عثمان علیخان کے ملازم ہیں سفیر
نام اپنا بھی رستم لشکر اسلام میں ہے

ترسی رانکو مجھ میں جو اوس حسین میں رہی
بل ابرو و نیہ دہر اوں شکن جبیں میں رہی

بغیر جان لئے مجھ کو چھوڑتی کب تھی
میں جب سے خلق ہوا موت بھی کہیں میں رہی

لہو کی بوند تو اوچلی رگ گلو سے مگر
نہ بنکے داغ وہ قاتل کی آستیں میں رہی

نزاکت آہی گئی اوسکی آرسی میں بھی
جو اک زمانہ تلک وہ ست نازنیں میں رہی

جو میرے ساتھ ہوا دفن یہ دل بیتاب
تمام رات قیامت پیازمیں میں رہی

کبھی نہ آنکھ اٹھا کر مرے طرف دیکھا
عروس بن کے حیا چشم سرمگیں میں رہی

کبھی نہ صاف ہوا عاشقوں سے دل اون کا
تمام عمر گرہ زلف عنبریں میں رہی

زمانہ ہو گیا پامال ترک تاز فلک
پر ابھی خاک نہ قبر سکندگیں میں رہی

لگایا آئینے کیطرح دل سارے زمانے نے
ترے تیغ خرام کے مرقع میں حسین نکلی

پس پردہ بیغبر نزاکت تک اپنا سر پھوڑی
نزاکت اوسکی ہمدم اور عصمت ہم نشین نکلی

وہ خطا سے ہوے برہم تو خطا اور ہوئی
کہ سزا اور ملا جب کہ سزا اور ہوئی

لڑکھڑاتے ہوئے میخانے سے نکلے میکش
کھائی ٹھوکر جو ہوا لغزش پا اور ہوئی

تاک کر دل کو مرے پھیر لی ظالم نے نگاہ
ناوک انداز سے یہ ایک خطا اور ہوئی

آپکے نامہ و پیغام سے کیا ہوتا ہے
صرف اتنا ہی کہ تسکین فزا اور ہوئی

کر کے پچھتاے حریف ستم آرا کا گلہ
دل سفاک میں کمبخت کی جا اور ہوئی

اوس کے ہاتوں کے سوا اور نہ تھی کوئی جگہ
تو خنا خلق میں انگشت نما اور ہوئی

دام گیسو سے جو نکلا تو نظر بند ہوا
دل ناداں کو مرے ایک سزا اور ہوی

سخت جانی کا مرے حال کسی سے جو سنا
برش خنجر سفاک سوا اور ہوئی

مہندی ملکر یونہیں سفاک تھی کیا کم تری ہاتھ
اوسپہ رنگینی خون شہدا اور ہوی

کیوں نہ ممنون ہوں گر درد کدورت کا سفیر
مرے آئینہ خاطر کو جلا اور ہوئی

دل میں ہے یار کی فگاں ہے — جو اشک ہے آنکھ سے رواں ہے
جو عہد کیا تھا وہ کہاں ہے — کچھ تم کو خیال مہرباں ہے
گردوں سے بھی مانگ لو ستم کچھ — منظور جو میرا امتحاں ہے
جیسے نہیں ویسی ناتوانی — جو دم ہے وہ دم کا مہماں ہے
پروانوں کو دیکھکر وہ بولے — یاں بھی ہجوم عاشقاں ہے
گیسو کو سمجھتے ہو تم اپنا — وہ بھی مری آہ کا دھواں ہے
کیا اوس کے لئے دعا کروں میں — جو بات نصیب دشمناں ہے
کیوں درد کا حال پوچھتے ہو — کیا تم کو بتاؤں میں کہاں ہے
شکوہ پہ رقیب کے وہ بولے — کمبخت بڑا ہی بدگماں ہے

دیکھا جو ہلال کو یہہ سمجھا — کھینچے ہوئے تیغ آسمان ہے

وہ آئینہ خانے میں یہہ بولے — حیرت ہو کیوں عجب مکاں ہے
یوسف کیطرح نہیں اکیلا — یاں بھی مرے ساتھ کارواں ہے

کیا کم ہے سفیر تجھکو یہ فخر
آصف کا وزیر مہربان ہے

تاروں کے پھول کو بھی خزاں ہے — اجڑا ہوا باغ آسمان ہے

نکل گئی ترے وحشی کی جان غفلت سے
ہزار حیف نہ زنداں میں دیکھ بھال ہوئی

جمال یار کی پریاں ہوئیں نہ جب قابل
خط غبار کو درکار مصرِ خال ہوئی

سوائے یکجہتی ہے صلاح کار دو میں
شراب رندوں میں اسوجہ سے حلال ہوئی

در کریم پہ لاتا کبھی نہ استغنا
کرم محیط جو تھا خواہش سوال ہوئی

لگی ہوئی ہے صنم سبزہ گاہ مینا پر
نشیلی آنکھ تری دیدہ غزال ہوئی

بنات نعش میسکرے والو کو کیا غرض اسسے
صدائے شیخ اگر روکش بلال ہوئی

کہاں عناصر اربعہ میں ارتباط رہا
یہ اُنکی دوستی ہی وجہ اختلال ہوئی

میر نظر سے ہوے گب اسیر طلقۂ زلف
مسیح و خضر کو کب زندگی وبال ہوئی

سفیر اس کی گلی میں پہنچتے ضعف نے کیا
جو دو قدم بھی چلے خستگی کمال ہوئی

مسیح جو ہے بات وہ ہیں لاکھ کہنے والے
کوئی رہیا ہے مگر ہم نہیں رہنے والے

سخن تلخ پہ ہم اُف نہیں کہنے والے
چپ نہ ہو جا مرے غماز میں سہنے والے

اٹھ کے پہلو سے حریفوں کو نہ دیکھ آیئنہ
منہ پہ کہہ بیٹھتے ہیں عیب کے کہنے والے

سچ تو یہ ہے یہی کمبخت مرے دشمن ہیں
آپکے پاس کے نزدیک کے رہنے والے

دل کے ارمان رہیں نہ رہینگے اتنو
اشک بنکر مری آنکھ سے بہنے والے

مجھ سے بڑھکر دل پہ داغ نے لوٹیں ترے
سبد گلیں کبھی آپکو داماں میں کبھی

بھولے بھٹکے ادھر آجاؤ سر بسر کی قسم
گرم پہلو بھی تو ہو فصل زمستاں میں کبھی

دفن ہو کر دل بیتاب نے آفت ڈھا دی
ایسی ہلچل تو نہ تھی شہر خموشاں میں کبھی

مطمئن ہے مرا دل کیا صف مژگاں میں مضمر
شیر ایسا نہیں دیکھا ہے نیستاں میں کبھی

موشگاف آج جو وہ مست ناز ہے
پھندا اجل کا حلقہ زلف دراز ہے

واعظ تجھے شراب سے بھی احتراز ہے
اسکا بھی ہے یقیں کہ در توبہ باز ہے

میں سچ کہوں مجھے تو گناہوں پہ ناز ہے
بندہ نوازیوں پہ جو وہ بے نیاز ہے

بھر دے دُر مراد سے دامن تو کیا عجب
خواجہ ہمارا خواجہ بندہ نواز ہے

اک نوجواں کا عشق بہانہ ہے موت کا
اے پیر چیز تو بھی اجل باز ہے

ٹوٹا نہ حسرتوں کا کسی روز سلسلہ
طول امل بھی خضر کی عمر دراز ہے

کیا کیا بگڑ بگڑ کے بنا ہے سب وصال
نعمت سیہ بھی سایہ زلف دراز ہے

زلفیں ہٹا لوں رخ سے تو یہ ذکر چھیڑیئے
ٹھوڑی ہے رات ہجر کا قصہ دراز ہے

سنتا ہوں شیخ حج کو اکیلا نہیں گیا
ہمراہ اُسکے قافلۂ حرص و آز ہے

ٹوٹا مگر نہ آئی صدائے شکست تک
اپنے دل شکستہ پہ بھی مجھکو ناز ہے

عاشقوں میں اُن کی سرد فتر ہیں ہم | ابتدا ہی میں ہمارا نام ہے

شاد کرتے ہیں تخلص جو سفیر
ہاں کشن پرشاد اُن کا نام ہے

سختیاں سہنے کی خاطر جان ہے | ایک دل سو دُکھ خدا کی شان ہے
دل کا دینا کوئی آسان ہے | فائدہ اُن کا سراسر نقصان ہے
کیا تمنا وصل کی ترک کروں | جو نہ نکلے گا یہ وہ ارمان ہے
کیوں نہ رکھا ہم نے اُنکا خیال | عشق بازی میں بڑا نقصان ہے
دیتے ہیں جب جواب ہو کر جواب | ہنکے فرمانے میں کیا نقصان ہے
اپنے عصیاں کی نہیں کچھ مجھکو فکر | جس کا بندہ ہو نہیں وہ بیجان ہے
منتخب کرلیں گے سو میں ایک کو | اچھی صورت کی نہیں پہچان ہے
دیکھئے مشکل ہے الفت کا نباہ | دل کا لے لینا بہت آسان ہے
دل کی حالت اُس پہ کب ظاہر نہیں | جانتا ہے وہ مگر انجان ہے
کیوں پریشاں وصل میں ہو اس قدر | خوف کس کا تم کو میرِ جان ہے
نیچی نظروں سے وہ کرتے ہیں شکار | اس ادا پر اک جہاں قربان ہے
غیر نے اُنکو سکھائے ہیں فریب | آدمی کا آدمی شیطان ہے

بالیں سے وہ اُٹھیں تو ہم آغوش اجل ہو
وہ آئی تو یہ جان نکلنے نہیں دیتے

ہیں غیر بھی استاد جو چالاکیٔ عاشق
رنگ اُنکی طبیعت کا بدلنے نہیں دیتے

رہ رہکے اُٹھاتے ہیں نقاب رخ روشن
کیا خاک میں سنبھلوں وہ سنبھلنے نہیں دیتے

ہم نشہ کی حالت میں بھی ہیں وضعکے پابند
قابو سے طبیعت کو نکلنے نہیں دیتے

وہ کہتے ہیں ہر وقت کہ میرا ہی کہا کر
میں کہتا ہوں میری کوئی چلنے نہیں دیتے

ہونٹوں تلک آکے پلٹ جاتا ہے مطلب
وہ بات مرے منہ سے نکلنے نہیں دیتے

جنت میں بھی رہتا ہے سفیر اُنکا تصور
حور و نسے بھی دل میرا بہلنے نہیں دیتے

ہو رتبے میں دونوں برابر نہ ہوتے
علی جانشین پیمبر نہ ہوتے

گواہ اسپہ ہوتی نہ قرآں کی آیت
اگر آپ نفس پیمبر نہ ہوتے

نہ ہوتی یم فیض گر ذات اُن کی
قیامت میں ساقی کوثر نہ ہوتے

نہ ہوتی اگر اُن میں قدرت خدا کی
نصیری خدا کیلئے کافر نہ ہوتے

ضلالت کی ظلمت میں تھی ساری دنیا
اگر احمد پاک رہبر نہ ہوتے

نہ ہوتی اگر خلق ذات محمد
مہ و مہر و افلاک و اختر نہ ہوتے

ہو نور نبی جلوہ افگن نہ ہوتا
تو یہ دونوں عالم منور نہ ہوتے

جوانی کے ماتم میں بیٹھا ہوں میں — مرا دل اِسی غم سے رنجور ہے

ستم کی ترے کس سے فریاد ہو — زمیں سخت ہے آسماں دور ہے

مزہ یہ ہے ہم اُن پہ مرتے بھی ہیں — محبت میں جینا بھی منظور ہے

چمن میں جسے تاک سمجھے ہو تم — مرے زخمِ دل کا وہ انگور ہے

قیامت سے کچھ کم نہیں زندگی — صدائے نفس بھی مجھے صور ہے

مرا دل اُدھر خود بخود کھنچ گیا — وہ محبوب پردے میں مستور ہے

رہے گی جوانی بھلا کب تلک — وہ کیوں نشہ میں اسقدر چور ہے

اُسے دیکھ کر دنگ میں ہو گیا — پری ہے الٰہی کہ یہ حور ہے

حسینو نہ دیتا رہا جان میں — مجھے عشق بازی کا ناسور ہے

نکل آئے گی اُس سے ملنے کی راہ — خدا کو اگر وصل منظور ہے

وہ ملجائیگا ایک دن اے سفیر
خدا کی خدائی سے کیا دور ہے

سرِ مجنوں پہ اے دشتِ جنوں تیرا یہ احسان ہے — کہ تارِ خیمۂ لیلیٰ ہر ایک تارِ گریباں ہے

نظر بندا ہوں نے کر رکھا ہے تیرے وحشی کو — جدھر میں آنکھ اُٹھاتا ہوں اُدھر چشمِ غزالاں ہے

پسند دیدۂ روشن نہیں ہے بستۂ کاجل بھی — اگر ہے گرم رو خورشید شبنم کب تر آساں ہے

۱۸۵

عشق کی سرکار سے جاری یہ فرماں ہو گئے
آج اے بلقیوش ہم بھی سلیماں ہو گئے

ذرّے افشاں کے چمک کر ماہتاباں ہو گئے
اختر و خندان جاناں صبح خنداں ہو گئے

خاطر شنگین جاناں سے بنا کعبہ تو کیا
اک غبار دل سے یاں لاکھوں بیاباں ہو گئے

یا اک بر و کماں کی موت کا باعث ہوئی
غمزۂ قلووں کے مرے پہلو میں پیکاں ہو گئے

گردش چشم سیہ سے پس گئے صبر و قرار
یہ جدا ہر سرمۂ چشم غزالاں ہو گئے

بعض دیکھنے سے ہوئی ہے شاید انساں کی یہ شت
چار دیوار عناصر میں یہ پنہاں ہو گئے

وامق و فرہاد کے اب جانشیں ہم کیوں ہوں
چل بسے اہل جنوں خالی بیاباں ہو گئے

آئینہ رو ہیں ہوا یہ بے نقابی سے یقیں
حسن کی بے پردگی سے خود بھی حیراں ہو گئے

فسانۂ اہل کرم کی شان ہے آفاق میں
ہو مسافر آرہے اس گھر میں مہماں ہو گئے

شہسواری کی جو کی تعریف بچنا پڑا
عاشقوں کے سر اسیدم صرف چوگاں ہو گئے

درد استا بڑ گیا دل کا کہ درماں بن گیا
مرہمے جباں پہ ہم جینے کے ساماں ہو گئے

خضر نے جسدم دیا دشت میں مجھ وحشی کا ساتھ
خار سرائے جنوں داماں بہ داماں ہو گئے

کشتستان شہادت ہے دل پر خوں مرا
لالۂ داغی بھی تابوت شہیداں ہو گئے

گرمی عشق بتاں سے اطلس عاشق یہیں
عشرت تشنگاں چاہ زنخداں ہو گئے

عشق کیسو میں کہوں میرے حقیقت کیا بیاں
دیو بھی اس جن کے سایہ سے گریزاں ہو گئے

اے پری چشم شعبدے نے سکھائے ہیں تجھ فن
شعبدے دکھلا رہا ہے چرخ بازیگر مجھے

وصل کی ٹھیرے گی صحرائے جنوں آباد میں
ڈھیر کانٹوں کا نہیں ہے پھولوں کا ہے بستر مجھے

اڑ کے بھنچوں گا ابھی جھونٹوں بھی وہ بلوائی گرد
بیقراری نے لگائے ہے جو پر مجھے

بے تماشا دیکھ کر جی سلطنت سے بھر گیا
ہر حباب بحر ہے جمشید کا افسر مجھے

میں نژاد والیان دیں ہوں جب تو سیفر
کھینچتا ہے اپنی جانب رشتۂ گوہر مجھے

عارض جاناں پہ موئے زلف بل کھانے لگے
چاندنی کے کھیت میں بھی سانپ لہرانے لگے

اب تو آہوں کے علم خورشید تک جانے لگے
قلعۂ گردوں پہ پرچم اپنے لہرانے لگے

سوچ کر انجام عاشق رنج و غم کھانے لگے
حصۂ عشرہ کے ابھی سے آپ بٹوانے لگے

آتش افروزی کے شعلے دور تک جانے لگے
پھر مری جانب سے اغیار انکو بھڑکانے لگے

سو کھنے والے تھے کب مرہم سے یہ زخم جگر
ہاتھ تو جسراح کے انگور کے دانے لگے

شش جہت میں تھی مجھی سے رونق ہفت انجمن
رنگ مجھ کو دیکھ کر یہ نو فلک لانے لگے

مردم دیدہ نے پائی اشک ریزی سے نمو
بچگے طوفاں سے ساحل تک جہاں آنے لگے

مجھ سا ناکام و شکوہ عشق جاں بازوں میں کون
قتل کرنے کو کیا پھر دل میں پچھتانے لگے

وہ بھنور مجھ کو نظر آئے محیط عشق میں
کشتی گردوں بھی جسمیں آ کے چکرانے لگے

عنان موج اگر اختیار میں ہوتی
محیط عشق میں ساحل پہ کام چل جاتے

سفیر اس سے بھی وہ چند ہوتے گر مہماں
مرے کریم کے صدقے میں وہ بھی پل جاتے

غرور حسن میں آج اُس کا کوئی ثانی ہے
نیا شباب ہے اُٹھتی ہوئی جوانی ہے

غرض سے پاک ہمیشہ ہے اپنی مہر و وفا
کریں جو قدر حسینوں کی قدردانی ہے

گرا نقاب سے چین چین کے عکس گل رخسار
شراب جام میں ساقی کے ارغوانی ہے

ہیں اُس کے ہاتھ میں زیر نگیاں زمانیکی
کسی کا دوست کہاں اپنا یار جانی ہے

خدا سے مال میں کس کے لیئے طلب کرتا
سمجھ چکا تھا کہ دو دن کی زندگانی ہے

اٹھائے سر پہ نہ انسان مال مفت کا بار
شراب پی تھی جو ہو کے سبکسرانی ہے

جگر کا داغ دکھا کر یہ عشق کہتا ہے
اِسے مٹاؤ نہ تم یہ میری نشانی ہے

جواب وہاں سے یہ قاصد نے لکھ کے بھیجا ہے
کسی کی سنتے ہیں کب عالم جوانی ہے

چمن میں کیوں نہ ہنسی آئے دیکھکر مجھ کو
لباس سرد قبا پوش رعنائی ہے

پلا رہا ہے شراب دو آتشہ ساقی
سفیر دختر رز سے یہ عقد ثانی ہے

رحمت جو حشر میں ہوئی رب غفور کی
اِک دھوم مچ گئی مرے عفو قصور کی

عارف بنے تو چشم حقیقت نگر ملی ۔ چھپتی نہیں ہے شے کوئی نزدیک و دور کی
دیکھی لہو کی دھار تو غش کھا کے گر پڑے ۔ بسمل کے ساتھ خیر نہیں ہے حضور کی

دست سبو گلے میں ہے اور پائے خم بہ سر
پروا ہے کب سفیر کو زانوئے حور کی

ہم نبرد آج تو ہوں آپکی محفل والے ۔ دیکھوں کیسے وہ سپاہی ہیں ترے دل والے
دم نکلنے کو ہے بسمل کا بڑی حسرت سے ۔ دل کو تھامے رہیں ہمسایۂ قاتل والے
نزع میں موت یہ کہتی ہے اٹھاؤ بستر ۔ منتظر آپ کے ہیں گور کی منزل والے
چشم آئینہ میں ہے آج غضب کا جادو ۔ چھپے جاتے ہیں سر بزم مقابل والے
جرس قافلۂ شہر خموشاں ہے خموش ۔ کیسے چپ چاپ چلے جاتے ہیں منزل والے
دو قدم ناقے سے آگے ہیں قدم محمل کے ۔ اک نظر دیکھتا جا پردہ سے محمل والے
غرق گرداب محبت ہوئی کشتی اپنی ۔ کیا سبکسار نظر آتے ہیں ساحل والے
بنگئے یہہ بھی رقیب آج مجھے حیرت ہے ۔ آئینہ آرسی دونوں تری محفل والے
گرہ خاطر صیاد کہیں کھلتی ہے ۔ غنچہ ساں ہم بھی ہیں اک عقدۂ مشکل والے
لے مسیحا تری فرقت میں ہوا کام تمام ۔ کہیں بچتے بھی ہیں بیمار دق و سل والے
ہم بھی دل تھامے ہوئے سیر چمن کو نکلیں ۔ گوش زد ہوں کہیں نالے تو عنادل والے

فصل بہار آگئی لو سیر کشو نوید
مینخانے تک پہنچ گئے ہاتھی سحاب کے

ہر سال اے بہار تو ہے اپنی بیحساب
آتے نہیں ہیں حیف کہ گردن شباب کے

اٹھکھیلیاں نسیم کی دریا میں دیکھئے
آگے ہے موج کے کبھی پیچھے حباب کے

وہ مہر وش جہاں ہے وہیں اپنا ہے مقام
جس طرح دھوپ سایہ ہے آفتاب کے

حیدر سا جانشین کہیں ملتا ہے اسی سفیر
بھائی بھی ہیں حضور رسا التماب کے

پیر مغاں سے دور ہیں ساغر شراب کے
آتے نہیں ہیں پاس مسیح آفتاب کے

آشوب دہر بیٹھئے قصے جناب کے
سارے یہ کھیل ہیں نگہ نیمخواب کے

گردوں تلک ہے اشکوں کا پانی چڑھا ہوا
رومال عاشقوں کو ہیں لنگر سحاب کے

بحر جہاں میں ایک نفس کی نہ رکھ امید
لغزش بہا نہ جو ہے عقب میں حباب کے

روشندلوں کا قرب ہے ہر ایک کو پسند
کیوں کر زمیں گھومے نہ گرد آفتاب کے

خالق نے لکھدیا ہے مری دیں از عشق
ساتوں فلک ہیں سات ورق اس کتاب کے

سوجائیں گر وہ جب تو سناؤں گا داستاں
قصے بیان خواب ہی ہیں رنج و خواب کے

صیاد خود اسیر محبت ہے آجکل
بچھے ہوئے ہیں دام مرے اضطراب کے

ریگ رواں کبھی ہوئیں آب رواں کبھی
سکے ہیں بحر و بر میں ہمارے اضطراب کے

وہ مشتری خصال جو مائل برقص ہو — تو مہرہ بھی اُسکے پیچھے کھڑی ہو کہ تال دے
ساقی تجھے قسم ہے جناب امیر کی — جا میں مرے گلے میں اسی وقت ڈال دے
کوشش کروں بھلائی کی ہیہات بزم ناز میں — گر اذن مجھکو اُسکا جلال و جمال دے
دربان یار بھی ہے جہاں دگنا چھٹا ہوا — ایسا نہ ہو کہ ہاتھ گریبان ڈال دے
بوسہ دیا جو خال کا میں نے یہ کی دعا — اسکا صلہ بہشت میں تجکو بلال دے
رفتار اسکی بھی ہے زمانہ کی طرح پست — ممکن نہیں فلک مجھے اوج کمال دے
واعظ یہ اُسکی شان کرم سے نہیں بعید — دے مجھکو خلد تجھکو جہنم میں ڈال دے

شیخ حرم کو مرد میں سمجھونگا جب صفیر
بتخانے سے تو آکے وہ مجھکو نکال دے

خندۂ برق طپاں سے کیوں نہ ہو الفت مجھے — یاد آجاتی ہے اک ہستی ہوسی صورت مجھے
پاؤں جب ٹوٹا تو حاصل ہو گئی دولت مجھے — تختِ تیموری ہے اپنا گوشۂ عزلت مجھے
اپنے دیوان کو کہوں کیونکر نہ میں گلزار نظم — جامۂ رعنائی ہے یہ جامۂ شہرت مجھے
ہجر کی شب دم گھٹا جاتا ہے لیکن کس سے کہوں — موت بھی کتنی ہے آنکی نہیں فرصت مجھے
فصل نے دے دی نوید آج پھر آگئی فصل بہار — پھر چمن میں ہو کی دست تلک پہنچت مجھے
صحبت پاکان و پیر میکدہ ہو کی نصیب — میکدہ میں لے چلی ہے پاکی نیت مجھے

بحر عالم میں ہر دل کو گوشۂ غربت پسند
جا ملی کشتی ہماری جو تھی موج آب سے

پیچ و تاب دل طلاطم ہی میں رکھتا ہے مدام
ناک میں دم آگیا ہے کشتی گرداب سے

اے لحد میں کیا کہوں کچھ حال تنہائی کا میں
موت لائی ہے چھڑا کر صحبت احباب سے

صحبت ہمجنس کب ہمجنس سے چھوٹی سفیر
آب ہی میں موج ہے باہر نہیں ہے آب سے

عارف کو دل لگا تو ہے کب قال و قیل کی
سوسا کو احتیاج نہیں جبرئیل کی

بھاری ہے رات ہجرت بوعلیل کی
اس مور کے گلے میں ہے زنجیر فیل کی

وہ بھی شراب ہے مگر اتنا ہی فرق ہے
ساقی دوا کنشتہ نہیں مے سلسبیل کی

رکھ ہمت بلند کہ بالا ہو مرتبہ
شرکت شکار فیل میں لازم ہے فیل کی

اوصاف میں حسینوں کے ہے تر زبان ماں
لذت ملی ہے نعت ذکر جمیل کی

مشہور خلق میں مری معجز بیانیاں
چوسی ہے کمسنی میں زبان جبرئیل کی

گر دل تمہیں نام ہے صمصام ہاتھ میں
ورنہ صفت عصا میں ہے تیغ اصیل کی

اقبال جرم عشق پہ دل کو سزا ملی
مختار کا قصور نہ سازش وکیل کی

واعظ میں میکدہ میں بھی مہمان مست ہوں
خاطر کروں شراب ہوا ابن السبیل کی

خالق سے عشق کو میں سدا مانگتا رہا
میکال کی سنی نہ کبھی جبرئیل کی

گرتے نہیں کنوئیں میں جہالت کو وہ کبھی
نیرو رہے جہاں میں جو عقل سلیم کے

اُن کا جہاں قیام ہمارا وہیں مقام
کوچے میں جا رہیں گے محمد مقیم کے

تبسر پہ لوٹ لوٹ کے کاٹی شب فراق
پہلو کے تکیے بن گئے شعلے جحیم کے

طالب ہے تو بھی دید کا اسکو بھی پاس ہے
جس نے سفیر ناز اُٹھائے کلیم کے

اشک سے دیدۂ پرنم رہے کیونکر خالی
کب ہوا آب سے سرچشمۂ گوہر خالی

کام آئی نہ حکومت نہ دلاسا تیں کچھ
آج اقبال سے ہے بخت سکندر خالی

نرگس نیلوفر یا رنے سب چھین لیا
ہوگیا فتنوں سے نہ طارم اخضر خالی

اشک خوں روتے ہیں ساقی تری محفل میں مدام
مئے گلرنگ سے رہتے نہیں ساغر خالی

تیرے گیسوئے معنبر کی کشش جب سے سنی
غار کو ڈر کے کیا کرتے ہیں اژدر خالی

ہائے افسوس نہ نکلا ابھی کچھ دل کا غبار
روتے روتے کیا آنکھوں نے سمندر خالی

لالہ رو شنکر داغ دل دیوانہ ہے یہ
کیا کروں لیکے چمن میں مئے احمر خالی

رو مہ گھبرا کے جو نکلی تو جسد نے یہ کہا
کس پہ تو چھوڑ چلی ای مہ رخساں گھر خالی

عاشق خال تری پیتے ہیں گلشن میں شراب
کوکناروں میں کیا کرتے ہیں ساغر خالی

ابتلک نعمت دیدار سے سیری نہ ہوی
وہ گدا ہوں ترے سودے سے نہیں سر خالی

اشراق کا جو علم فلاطوں کو آگیا
تھی وہ بھی روشنی مری بزم خیال کی

دل ایک قطرہ خوں ہے کہاں تاب لائیگا
اللہ کے جلال بتوں کے جمال کی

ابروئے یار باعث شہرت ہوا سفیر
اس نیچہ سے قدر بڑھی ہے ہلال کی

مٹی پلید چرخ نہ کر مجھ نحیف کی
کچھ حد بھی ہے ترے حرکات عنیف کی

کشت امید دل میں ہمیشہ ہری رہی
مانع نہیں ہر بیع و خریف کی

مفتی کو میکدے میں تو آیند و میکشو
لیتا ہوں اب خبر میں مزاج شریف کی

میں ابتدا ہنسی کی ہوا انکی بزم میں
کبتک رہیگی کند طبیعت ظریف کی

اچھے ہوں قافیے تو چمکتی نہیں غزل
ہر وقت پیروی ہے مقدم ردیف کی

دل کو وہ غم کے بوجھ سے کیوں کر رہا نجائے
تبلاؤ کیا بساط ہے عضو ضعیف کی

افعال بد جو سفلوں سے سرزد ہوں گیا ب
مٹی بھی ہے پلید زمین کثیف کی

رزق حلال دیتا ہے مجھکو مرا کریم تر
کیا بات ہے سفیر خدائے لطیف کی

بحر متواج کو حیرت ہوگی
یوں رواں اپنی طبیعت ہوگی

رند مشرب ہوں ریاضت ہوگی
موج مئے لقمہ وحدت ہوگی

دل سے پیکاں نہ نکالے کوئی
اِس کی ایذا مجھے راحت ہوگی

نذر ہے شیشۂ دل رکھ ساقی
طاق میخانہ کی زینت ہوگی

پاک کیا ہے وہ مولود سفیر
جس کی کعبے میں ولادت ہوگی

ہمپہ مائل وہ ہوئے ہم اُنکے طالب ہوگئے
عشق اتنا بڑھگیا ایک جادو قالب ہوگئے

تخت پر اپنے جگہ پیر مغاں نے دی ہمیں
پیکے مئے ہم صاحب والا مناقب ہوگئے

کرم خوردہ نسخۂ دل لائق تفسیر تھا
فوت حُسن و عشق کے سارے مطالب ہوگئے

کاسۂ زانو پہ سر ہیں دیکھا وصفی ذرا
میکدہ والے تھے جتنے سب مراقب ہوگئے

وصل کی شب روشنی گھر میں مری پھیلی رہی
ذرے افشاں کی چمک کر تجم ثاقب ہوگئے

اسم اعظم آپکا رکھتا ہے سیفی کا اثر
جب لیا نام علی دشمن پہ غالب ہوگئے

ہم مرا حصہ بھی اُنہیں پہ نہ سمجھیں اہل فارر
تھی مضامیر جتنے صرف کلک صاحب ہوگئے

دشت غربت میں مری ہمت سے ہمراہی تھی
خضر تھوڑی دور دیکر ساتھ غائب ہوگئے

جان آسانی سے نکلیگی نہ ہو گر حرص زر
بوالہوس کیوں دولت دنیا پہ راغب ہوگئے

کوچہ جاناں میں ایسی ناموافق تھی ہوا
راہ کر جاتے مجھے ابرو کے حاجب ہوگئے

ہیں مصلے چار کعبے میں مگر ہے غور شرط
بس وہی اچھے رہے جو حق بجانب ہوگئے

محفل غیر میں ہر وقت برہنہ روئی
مجھ سے سفاک تجھے شرم تو آئی ہوتی

چھان ڈالا تری وحشی نے نیستاں سارا
نہ ملا شیر سے وحشت میں کلائی ہوتی

چھوڑ دیتا بھی جو صیاد تو پھر دام میں تھا
جیتے جی قید سے کب مجھکو رہائی ہوتی

فیصلہ تو نے کیا بیچ میں پڑ کر ای تیغ
حشر تک مجھ میں نہ قاتل میں صفائی ہوتی

شوق نے بوسونکے محجوب حسینو نمیں کیا
نہ طلب کرتا نہ دیتے نہ گدائی ہوتی

غیر کی طرح سے مجھپر بھی انہیں رحم آتا
شکل روئیکی جو میں نے بنائی ہوتی

قبر عاشق پہ جو وہ فاتحہ کو آجاتے
روح مرحوم کی پھولے نہ سمائی ہوتی

کشتہ ابروے خمدار ہے مشہور سفیر
قبر پر آپ نے شمشیر چڑھائی ہوتی

شعلہ رو جلدی چھڑا کا جل کا دھبگل سے
برق بھی منہ پوچھتی ہے ابر کے رومال سے

پھر فروغ مردم دیدہ ہوا سکے خال سے
یہ توقع ہے عروج کوکب اقبال سے

ہر گھڑی دوڑا ہوا جاتا ہوں صحرا کیطرف
ای جنوں تنگ آگیا دل ترے استقبال سے

سارے عالم کے گنہ ملکر ہیں میرا اک گناہ
حشر میں کیا منہ دکھاؤں روشنی اعمال سے

سبعہ سیارے پر اپنے افلاک ناز نہ ہو
دیکھ یاں گیارہ ستارے ہیں نبی کی آل سے

مسجد و میں تم ہو نیکو ہے اب ماہ صیام
میکدے آباد ہونگے غرہ شوال سے

دوستی میں تری دونوں کو رہا رشک سدا
شانے کو آئینے سے آئینہ کو شانے سے

وضع تو یہ ہے کہ تیرا اور ٹھکانا ہے کہاں
بیکسی تو نہیں جاتی مرے کاشانے سے

سنئے ادھر پھیر کے وہ بزم میں مشغلے رہ گئے
برچھیاں چبھتی ہیں دل میں مرے افسانے سے

گھر کی بھٹی ہے نصیر اپنے گھر انکی شراب
مست ہوں ساقی کو ٹوپی کے میخانے سے

کس تیر نظر کا ہے بسمل کئی دن سے
رہ رہ کے پھڑکتا ہے مرا دل کئی دن سے

آباد ہے پھر کوچۂ قاتل کئی دن سے
بسمل پہ گرے پڑتے ہیں بسمل کئی دن سے

اسکو بھی کیا عشق کریمانے گوہر
ہے درِ یتیم آبلۂ دل کئی دن سے

شاید کہ سفر ہو تو عدم ہی کا سفر ہو
آتی ہے نظر خواب میں منزل کئی دن سے

کی عشق میں محنت تو ہوا شہرۂ آفاق
انگشت نما ہے یہ مرا دل کئی دن سے

کیا وحشیوں کو اپنے رہا کر دیا اس نے
آتی نہیں آواز سلاسل کئی دن سے

گر آئے مسیحا تو اسے نبض دکھاؤں
ہے خون جگر اشکوں کی شامل کئی دن سے

بیکار نہ بیٹھیگا ترا جذب تعشق
ہے پرگنۂ حسن میں حاصل کئی دن سے

لیلےٰ کے تصور کو بھی پر لگ گئے مجنوں
محمل میں نہیں صاحب محمل کئی دن سے

اب کام شیر یفوں کا نہیں بزم میں ان کی
ہوتے ہیں وہاں جمع اراذل کئی دن سے

سال جو پوچھا اس نے نصیر اپنے کہ
صدقہ دیا تو دن کی بلا دور ہو گئی

دعوے پہ اپنے شیخ تو بے شک ہوئی ہے
ہوتی جو چھ وہ حضرت منصور ہو گئی

کیا خاک ہم کرل دنا کرل سے کشمکش
زاہد کی بھی نظر چوپڑی دل پہ تنگ ہے

آنکھ اس کی صدا سے نازی میں مست ہے
چشم حباب دیکھ کے آپ سے دور ہو گئی

شامت مری مراخط تقدیر ہوگئی
کیا یہ بھی سادہ لوح کی تدبیر ہوگئی

پہونچی ادھر سے کان تو دل سیر ہوگیا
جو زلف یار عرش کی زنجیر ہوگئی

واعظ سے ربط پیر مغاں کو خلاف تھا
ناقابل قبول یہ تقصیر ہوگئی

مرنیکے بعد بھی نہ رہے نیک نام ہم
کوچے میں اُس کی آرزو بھی تشہیر ہوگئی

کھچکر دیا جواب تو میں قتل ہوگیا
تیوری چڑھی ہوئی تری شمشیر ہوگئی

پردے سے جھانکنا وہ مجھے یاد آگیا
بجلی چمک کے آپ کی تصویر ہوگئی

جو کچھ کہا تھا اُسنے وہی پیش آگیا
ناصح کی بات خواب کی تعبیر ہوگئی

وہ راستہ نہ بھولی ہوں گھر کا سمجھکر
کیوں آج اونکے آنے میں تاخیر ہوگئی

دو زخم نے کیا میرے لئے آٹھواں بہشت
حامی جو شرم ساری تقصیر ہوگئی

بالیں پہ شک وہ بھی بہاتی تھے مٹھکر
حالت شب فراق جو تغیر ہوگئی

تربت میں گرد باد چسدم نظر پڑی
ہم سمجھے مقبرے کی بھی تعمیر ہوگئی

شوخی سے چشم مست کو کہا نشہ زار
لو موج مئے غزال کی زنجیر ہوگئی

کھٹکی نظر جو دلمیں ہوئی پھر جگر کے پار
برچھی کی نوک پہلے تھی اب تیر ہوگئی

واعظ نے زاہدوں ہی کو دی خلد کی نوید
جنت بھی اُس کے باپ کی جاگیر ہوگئی

جو آیا اوٹھ کے اوس سے گلے مل رہا ہوں میں
واصلت کی شب کی چاندنی ہے صبح عید کی

عاصی وہ ہوں ڈگمگے قدم گر صراط پر
رحمت سنبھال لیگی خدائے مجید کی

موقع ہے آج اونسے گلے ملنیکا ضرور
دینگی مبارکباد نسیم ملاقات عید کی

اللہ رے شان ابلق لیل و نہار کی
ہے مہر و مہ رکاب میں دلیسار کی

دیکھا کبھی نہ ہم نے زمانہ عروج کا
چوٹی گمند ہی نہ ابلق لیل و نہار کی

ہوں زندہ ہم کہ موسم سرما پسند ہے
آتی ہے فصل بط بلائے کی شکار کی

عنبر کدہ ہے شاہد گلکا تکیہ فقیر کا
مٹی جہاں پلید ہی ہر شہر یار کی

سرشار نشہ سے تھا جوانی میں میں کبھی
پیری میں کھینچتا ہوں اذیت خمار کی

تریاک ہے جو خال رخ یار کی لپٹ
بھاتی ہے مجھکو چھاؤں بہت کوکنار کی

ہم سادگی پسند امارت میں ہی رہے
حاجت نہیں ہے ہمیں نقش و نگار کی

نظروں سے ہم گرے دو رتبہ بلند ہیں
ہے ہے انہیں تمیز ہے گل کی نہ خار کی

کب معرکے میں ہم کے سر بطرح رہ سکے
یارو نکو تھی پہلی ہوئی عادت فرار کی

اور دنکو اوس نے عیش تو ہمکو ہے اہی رنج
ہے یہ بھی مصلحت تمہیں پروردگار کی

تیر و کمان کو چھپیک کے بیٹھی ہے [illegible]
[illegible] ہوا ب یہ طبع مضامین شکار کی

نم غدیر کی ہیں ساقی تر اب دے
بھر کے پھیں ہیں دو تو ہو رندو پر طاعت رسول کی

اتنا ب دو ہیں میٹھی ہی بہت رسول کی
یا رب کبھی ملے نہ ہمیں ہجر حسنین کا

انگور کھا تو دو بھی ہمیں بھی ہو ہمدمی
تم پانی کی شہد مدیں فرقت رسول کی

انگور کھا تو دو بھی ہمیں بھی ہو ہمدمی
مجھے

خرما و کیا ہے قبل شفاعت رسول کی
مشکل مصطفیٰ نے تو فرمایا انکا جب

شہزادے کھا چکے ہیں تو فرمایا انکا جب
اکبر کا ہے یہ شاہ دین سے شفاعت رسول کی

حیدر کا شاہ دین سے شفاعت رسول کی
مسند نشین ہے خاص آل رسول کی

مسند نشین ہے خاص آل رسول کی
شبیر کے نواسے ہیں شبیر کے نواسے

شبیر کے نواسے ہیں شبیر کے نواسے
حضرت سے نسبتیں ہیں حضرت سے نسبتیں

حضرت سے نسبتیں ہیں حضرت سے نسبتیں
خالق کی جانشینی ہے خالق کی جانشینی

خالق کی جانشینی ہے خالق کی جانشینی
ہے کاکل رسول کی ہے کاکل رسول کی

ہے کاکل رسول کی ہے کاکل رسول ک

ہے ہے بنی اُمیہ کے ہاتھوں سے یا علیؑ
لٹتی ہے کربلا میں بضاعت رسولؐ کی

تنہا علیؑ حضور کے بستر پہ سو رہے
کی آپنے مدد شب ہجرت رسولؐ کی

جز مرتضاد حمزہ و عباس کون تھا
کی معرکوں میں کس نے رفاقت رسولؐ کی

وہ ذوالفقار تھی جو ہمیشہ سپر رہی
ممکن نہ تھی کسی سے حفاظت رسولؐ کی

حیدر کا پھینکنا در خیبر اکھاڑ کے
اسلام کا وہ رعب وہ صولت رسولؐ کی

آیا ہوا ہے قصر میں کسریٰ کے زلزلہ
شاہوں کے بھی ہے دلیں شہامت رسولؐ کی

کافی ہے مجھکو قبر میں محشر میں اے سیفیؔ
رحمت خدا کی اور شفاعت رسولؐ کی

جو در دل کا کل جائے چشم پرنم سے
غبار لشکر غم دھوؤں روئے عالم سے

وہاں بھی مستونکے حامی ہیں ساقی کوثر
نہ پوچھ مسئلہ شیخ ہر گھڑی ہم سے

مسیح و خضر بھی مرنے ہیں زندگی کیلئے
فراغ کسکو ملا ہے غم و دو عالم سے

پڑیں نہ فاتحہ میری لحد پہ آکے نجیل
صدا یہ آتی ہے ہر وقت اگور حاتم سے

نگین بھدا کے حسینوں کے عشق میں نکلے
ملا عروج سلیمان کو نقش خاتم سے

انگوٹھی اپنی جو بھیجی ہے یار نے مجھکو
تو در در آنکھوں کو ملتا ہوں نقش خاتم سے

عبث غرور ہے زاہد کو زہد و تقوی پر
فرشتہ بھی کوئی ہوتا ہے نسل آدم سے

کچھ ایسی تیرہ و تاریک ہے شبِ عاشور
چراغِ نجم سحر بھی ہیں جھلملائے ہوئے

چمک کر گرتی ہے بجلی تڑپ کے اٹھتی ہے
یہ ذوالفقار کے قبضے پہ ہاتھ آئے ہوئے

چلے ہیں ثانیِ حیدر وغا کو لیکے علم
فرس بھی ناز سے چلتا ہے سر اٹھائے ہوئے

دعائے مرگ جو مانگی تو موت نے یہ کہا
میں وہ شقیق ہوں آتی ہوں بن بلائے ہوئے

بلا ہیں قہر ہیں یہ موت فریسٹ کے جھکڑ
کہ جنکو دیکھ کے جاتے ہیں ہوش آئے ہوئے

جو باپ کی تھی وصیت کہ بیڑیاں پہنو
کھڑے ہیں حضرتِ سجاد سر جھکائے ہوئے

دکھا کے قاصدِ اصغر کو شاہ نے کہا
عزیز سوتے ہیں سب خون میں نہائے ہوئے

جو قتلِ عون و محمد نہ سب سے پہلے ہوئے
ہیں ماں کے آگے ندامت سے سر جھکائے ہوئے

بچا نہ طائرِ مضموں وہ جس پہ آنکھ پڑی
شکار بھی کہیں جاتے ہیں چوٹ کھائے ہوئے

پہنچکی نہر پہ بھر لی ہے مشک عازمی نے
وہ فوج کیا ہوئی جو تھی پئے جمائے ہوئے

سفیر مژدۂ گرمی کما کیلیا میرا
کمیتِ خاسہ کی باگیں ذرا اٹھائے ہوئے

اسی چرخ لادے خاکِ درِ مرتضیٰ مجھے
محتاج کیوں رہوں جو ملے کیمیا مجھے

کیا اور سیدگاہ جہاں میں نہیں شکا
کیوں گھیرتی ہے بنکے قرار اقتضا مجھے

حاجت عبیر کی نہیں تربت میں بعد مرگ
کافی ہے مجھکو صرۂ خاک شفا مجھے

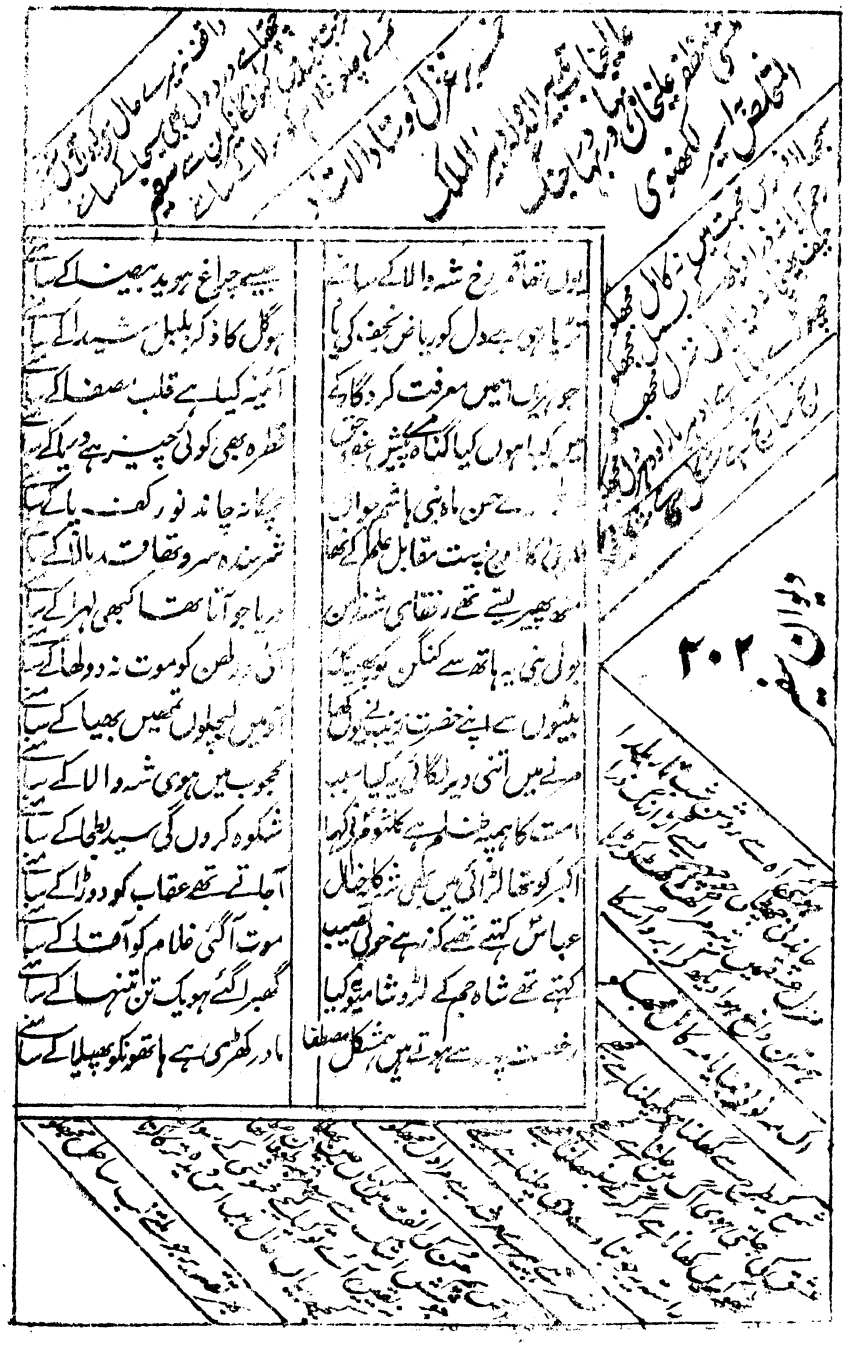

کیا جگہ گھر میں ہو کیا باغ سے اچھا ہے
کہتے ہیں خدا سے یہ خدا بہت بیجا ہے

چاہیئے اک نظر لطف یہ مشکل کیا ہے
وصل منظور ہو تم کو تو ابھی ہوتا ہے

روبرو آپ کے آسان ہے مشکل مجھکو

خاک چھانی نہ ملا خضر سا رہبر کا پتا
دشت وحشت میں پھرا شوق سے تنہا تنہا

ہو کے مایوس سر راہ کھڑا ہوں تنہا
پاؤں کیا سر سے اسی شوق میں

نہ ملا پر نہ ملا کوچۂ قاتل مجھکو

خاک میں ملگئی افسوس وہ سب بے وفا
یہ ہمارا تھا کسیکو نہ ہوا دھیان ذرا

اپنے ایسے ہوں تو پھر کیا ہے پرائے گلا
گور میں ساتھ بس مرگ کسی نے نہ دیا

اقربا چھوڑ گئے اول منزل مجھکو

خوف آیا نہ اسے کچھ نگہ فتاں سے
ڈر ذرا بھی نہیں ظالم کو صف مژگاں سے

منھ کو شرما کے چھپانا ہی پڑا ماں سے
عکس آئینے میں کہتا ہے رخ جاناں سے

تجھکو کہتے ہیں پری حور شمائل مجھکو

کبھی بستر پہ رہا ہوتا ہے کنارہ یوں
اپنی سرحد سے نکلنے نہیں دیتا ہاموں

تیرے ہاتھوں یہ تباہی ہی ہے اے چشم خوں خیز
خانہ برد وش بگولے کیطرح کیوں پھرے

نظر آئے جو کہیں صورت منزل مجھکو

ہم نے مانا وہ حسیں ہیں وہ ہیں مشک بری — بلکہ اونہیں بھی نہیں حسن کی جھلوگری
وہ بھی انسان ہیں جنہیں کہ نہ ہو شرم و حیا — بے حجابی نے کیا اونکو تکلف سے بری

بند کھولے سر بازار چلے آتے ہیں

اب ہوا جاتا ہے ریشہ طاقت کا فور — قافلہ شیب کا رستے میں ہے اکچھ نہیں دور
ہاتھ سے جانے نہ دو عجز کو حتی المقدور — اے جوانو نہ کرو زور جوانی پہ غرور

دن بڑھاپے کے خبردار چلے آتے ہیں

چاہنے والونکی اک بھیڑ لگی ہے در پر — کوئی نالاں کوئی گریاں ہے کوئی خاک بسر
کثرت ایسی کہ نکلتی نہیں آنکھوں سے نظر — کوچہ یار بھی میدان قیامت ہے مگر

سیکڑوں طالب دیدار چلے آتے ہیں

آہ فغاں سے ستمگر کے بڑا رنج و تعب — منھ کو آجاتا ہے ہر بار جگر ہائے غضب
دل سے ہونٹوں تلک آہی نہیں سکتا مطلب — درد دل کیجیے کیا اوس سے کہیں واصلکی شب

اشک پیہم دم گفتار چلے آتے ہیں

مجھ بلانوش پہ کیوں یہ ستم اے ساقی — بے پیئے جانپہ میری ہے عذاب اے ساقی
دل جگر ہو گئی جل جل کے کباب اے ساقی — قحط باراں نہیں دے جلد شراب اے ساقی

لگا ابر دھواں دھار چلے آتے ہیں

دشمنوں سے ہے مرے طرح ابھی سے انکار
اون کے سایہ سے بھی رہتا ہے ہمیشہ بیزار
ایسے غمخوار کہ پس طرح مجھے آئے نہ پیار
پچھاڑ کھاتا ہے جو غیروں کو چھپٹ کر رستم

میں یہ کہتا ہوں سر سے شیر ترا کیا کہنا

نہ تو کیوڑا ہے یہاں مشک نہ عنبر نہ گلاب
ہوش میں آئینگے فرمائیے کیا ہیں اسباب
دل مضطر کو سنبھالے رہیں للہ جناب
لا سکینگے نہ ذرا جلوۂ دیدار کی تاب

اسرو نی موہنہ سے نہ ائے حضرت توسا کہنا

اون کے نزدیک تو پہلے کبھی شاعری تھے
کبھی سنتے نہ تھے مضمون ہوں برے یا اچھے
ہائے رے ناز ترا ہائے غمزے تیرے
وصف رخ میں جو نے شعر تو ہنسکر بولے

ہے غزل نور کی ہے نور کا تیرا کہنا

بخت خفتہ کو میرے آج جگا دے یارب
میری باتوں میں اثر آج سوا دے یارب
جو کہانی میں کہوں اونکو مزا دے یارب
اور تھوڑی ہی شب وصل بڑھا دے یارب

صبح نزدیک مجھے اون سے ہے کیا کیا کہنا

شعر ایسا ہو کہ ہر وقت دے دشمن بھی رنج
دل میں حساد کے در آئے دو یوں جیسے تیر
مرے استاد یہ فرماتے ہیں کیا خوب سفیر
چستی طبع سے استاد کا ہے قول نہیں

ہو زمیں سخت مگر چاہیئے اچھا کہنا

دیگر

دیگر

دیگر

دیگر

اعوان و خدم کو زین زر کو دیکھا
منعم تری ثروت و اثر کو دیکھا
آتے ہوئے اقبال کو دیکھا جس طرح
جاتے ہوئے یوں تیرے کروفر کو دیکھا

دیگر

دنیا ہیں تیغ کی طرح کستی ہے
جتنا ہو عروج اتنی ہی پستی ہے
ہے گرد و غبار میں بھری محفل دہر
پُر داغ ہر اک کا جامہ ہستی ہے

دیگر

کب عمکدہ دہر میں ہشیار ہوئیں
غفلت کی شراب پیکے شرشار ہوئیں
ساقی ازل کا دل سے وارفتہ ہوں
نیت تو ہے پاک گو گنہگار ہوئیں

دیگر

تو نے نہ کیسکا دل مروت ہے یہی
رکھ بند زبان کو ہاں کرامت ہے یہی
تو اپنے ضرر کو سود اور نکا جان
دنیا میں سفیر بس دلالت ہے یہی

دیگر

آئینہ دہر سے یہی حالی ہے
جو شکل ہے یاں وہ شکل تمثالی ہے
مانند نگاہ چشم ہستی میں ہوں
مرنے پہ بھی کب میری جگہ خالی ہے

کھتی ہے صدا یہ فطرت معنی رس
آراستہ کرتا ہے عبث خوان ہوس
بھوکوں ہی گدائی سے ہے مرنا بہتر
رخصر عرق شرم ہے تجھکو نہیں بس

دیگر

کب نالۂ دلفریاد سے جلتا ہے بس
یہ تھمتی نہ وہ رکھتا ہے اب ایک نفس
آپہنچا سفیر کاروان حسرت
آواز جرس وہ ہے یہ ہے شور جرس

دیگر

ہیں عرصۂ دہر میں وہی تو دل تنگ
فاسد ہے مزاج مختلف جنکے ہیں رنگ
ہم بارنی شطرنج سے واقف ہیں سفیر
اک گھر میں کہیں رہتے ہیں دو اضاد تنگ

دیگر

سوتی ہوئی قسمت کو جگانے آئی
رستہ ہمیں جنت کا دکھانے آئی
آنکھوں سے سفیر وضۂ شہ پہ چلو
شربت سے صبا تمکو بلانے آئی

دیگر

پھولو نہ میں لباس کا بالا معلوم
یہ عیش یہ عشرت کا زمانہ معلوم
دشتکدۂ قبر سے خالق کی پناہ
دنیا سے سفر جا کے آنا معلوم

۳۰۶

پی جس نے شراب اُسکی کشتی ہے تبا
توبہ کو کنار عافیت جان سفیر

لاکھوں ہیں محیط میں گرداب گناہ
لاحول و لا قوۃ الا باللہ

دیگر

ہے فرد عمل شراب خواری سے سیاہ
توبہ ہی بھلی سفیر توبہ ہی بھلی

کاندھوں پہ جو ہیں وہ لکھتے جاہیں گناہ
لاحول ولا قوۃ الا باللہ

دیگر

کیوں شرم گناہ سے رہوں سر بہ گلیم
دونوں پہ مرے حقوق ثابت ہیں سفیر

تاریکی قبر کیا ہے کیا نار جحیم
اللہ کریم ہے رسول اُس کا کریم

دیگر

دو دن کی جہاں میں جاہ و حشمت کیا ہے
راجہ ہے رائے ہے شہنشاہ ہے تو

جب آنکھ ہو بند تو دولت کیا ہے
انصاف نہ ہو تو تیری عزت کیا ہے

دیگر

تھے یہ بھی رموز خواجہ ہر دوسرا
سرتاج شہیدان ہوئے سید کے سفیر

جو چوتے تھے نواسے کا اپنے گلا
ہے شش کی جگہ دیدۂ دل کیا کہنا

صحت نامہ دیوان نظم سفیر

صفحہ	سطر شمار	سطر حاشیہ	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴	۵
(۱) تقریظ	۳	۰	مامور	نامور
〃	۶	۰	نام آور	نام آور
〃	۷	۰	رقم	راقم
〃	۰	۱۴	ابلندتر	بلندتر
〃	۰	۱۶	تحریر	تحریر
〃	۰	۱۷	ب	نواب
〃	۰	۲۱	اکتر	اکثر
〃	۰	۲۳	نواب زدوں	نواب زادوں
〃	۰	۱۶	ئی	کئی
(۲) 〃	۰	۲۰	معتقد	مستعد
(۳) قصیدہ	۸	۱۴	صورت	صوت
(۴) 〃	۰	۲۵	جرمنی	المانی
(۵) 〃	۰	۵	غلامی	غلامی سے
〃 〃	۰	۶	تری سنا	تری ثنا
(۱۴) 〃	۱۴	۰	اسی سے	اسی کے
〃	۰	۱	روئے	رائے
〃	۰	۱۹	امن	افق
۱۳ غزل	۱۳	۰	نام	بام
۱۷ 〃	۰	۲۶	راز کا	ساز کا
۱۹ 〃	۰	۱۹	بھی ہوتا	بھی

صفحہ	سطر شمار	سطر حاشیہ	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴	۵
۳۸	۲	۰	رنگ کبوتر	خون کبوتر
۳۹	۲	۰	اپنا میدان	دل کا میدان
۴۱	۰	۱۸	مرازینت	ترازینت
۴۷	۰	۱۹	بیٹھو	بیٹھیں
۵۳	۰	۲۷	غم تیر	غم تیرا
۵۶	۷	۰	سمجھا اوسے	سمجھا ہوا سے
۵۸	۲	۰	کامل	عامل
۷۲	۵	۰	بھی	بھی ہے
۷۷	۰	۲۸	نار	ناز
۷۸	۱۴	۰	میرے نشین	شاخ نشین
۸۰	۱۳	۰	دست وحشت	دشت وحشت
۸۲	۰	۱۳	از	ناز
۸۷	۰	۲۵	پردہ ہم ہے	پردہ برہم ہے
۸۹	۰	۵	اب تو درد	اب تو درد
〃	۰	۳۵	نظر سفر	نظم سفیر
۹۰	۴	۰	دیو ہو بھی	دیو ہوا بھی
۹۱	۰	۲۴	تنہا	نہ تھا
۹۲	۰	۲۶	دوکان	دکان
۹۴	۰	۱۹	بس	نہیں
〃	۰	۲۷	جادو	جادے

۱۰۵	۱۴	۰	انسان میں	انسان ہیں	۱۴۰	۰	۱	تن پرورن	تن وردن
۱۱۸	۵	۰	سود	سودا	۱۴۲	۰	۱۵	طوق	شوق
۱۱۹	۶	۰	خاک	چاک	۱۴۸	۰	۸	ابر	آج
〃	۰	۱	طبق	طبق	۱۵۲	۰	۰	باگر	باہر
۱۲۰	۵	۰	ہے	اوٹھے	۱۵۲	۰	۰	کوئی	
〃	۶	۰	بڑھے گی	بڑھینگے	۱۵۷	۰	۰	اوسی ہیں	اوسی کے ہیں
〃	۰	۱۲	اس کی	اس کے	۱۵۸	۰	۰	پتھر کے	یتیم
〃	۰	۱۶	پھول میں	پھول ہیں	۱۶۵	۰	۰	ابھی سے	ابھی رستے
۱۲۲	۰	۱۲	ہجائے	رہجائے	〃	۰	۰	ہوئے	ہوتے
۱۲۳	۰	۶	ہاعشق	رہا راعشق کا	〃	۰	۰	تورکھا	تو نہ رکھا
〃	۰	۱۰	نہ رو	زرد	۱۶۶	۰	۰	باغ پھر	باغ کے پھر
۱۲۴	۰	۵	رکھوں	رکھو	〃	۰	۰	محفل بھی	محفل میں بھی
۱۲۵	۳	۰	مستوں کی	مستوں کو	〃	۰	۰	جگہ لی	جگہ لی
۱۲۸	۰	۹	تم	ستم	〃	۰	۰	کی سے	کی نوک سے
۱۲۹	۰	۷	مار	نازِ	۱۶۷	۰	۰	ذلیل وخوار	ذلیل وخوار
۱۳۱	۰	۱	ہارے ہوئے ہیں سب	ہارے ہوئے ہمت	۱۶۸	۰	۰	ٹوٹ	لوٹ
۱۳۲	۱	۰	ہوں	ہو	〃	۰	۰	چھر کو	چہرے کو
۱۳۳	۱	۰	اون دروازے	ان کے دروازے	۱۷۲	۰	۰	کہڑے ہیں	کہڑے رہیں
〃	۰	۱۰	صیاد میں	اضداد میں	۱۷۳	۰	۰	زنجیر آئی ہے	زنجیر نظر آتی ہے
〃	۰	۱۱	حناب	خراب	۱۸۰	۰	۰	یار کی لنکو	یار کی شب کو
۱۳۵	۰	۱	آئے	آتا	۱۸۳	۰	۰	حماں	رحمن
۱۳۶	۲	۰	مہر	ہم	۱۸۶	۰	۰	یار	یاد
〃	۷	۰	بولتے	بھولتے	〃	۰	۰	مست چشم	چشم مست
〃	۰	۴	جب تو نہ	جب نہ	〃	۰	۰	آفت	بخت
۱۳۸	۰	۱۷	دل میں دو	دل میں درد	۱۹۱	۰	۰	گھر سے	گھر ہے

تمام شد